پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب بی۔اے کے مطابق

تفہیم

اِسلامیاتِ اختیاری

سُورَۃُ الفَتح وَالحُجُرَات

تاریخ خلافتِ راشدہ ○ یونیورسٹی پرچہ جات

از

امتیاز احمد سعید

ایم۔اے (علوم اسلامیہ) ایم۔اے (عربی) جے ڈی۔پی ای ایس I

شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور

پارٹ ٹائم لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

و

علامہ محمد انوار الحسن ایم۔اے

سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لائل پور

مجید بک ڈپو

اردو بازار لاہور

بھوانہ بازار لائلپور

اشاعت نہم ———— ۱۹۷۳ء

تعداد ———— ایک ہزار

پبلشر ———— مجید بکڈپو لائلپور، لاہور

پریس ———— آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس لاہور

طابع ———— افتخار احمد

قیمت ———— ۴ روپے ۵۰ پیسے

نویں ترمیم ایڈیشن

اللہ رب العزت کا احسان ہے کہ کتاب "اسلامیات اختیاری" بے حد مقبول ہوئی ہے۔ اور اب اس کا نواں ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے۔

اس سال بی۔ اے اسلامیات (اختیاری) کے نصاب میں نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ لہٰذا کتاب پر پوری طرح نظر ثانی کر کے اسے نئے نصاب سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مفید اضافے کئے گئے ہیں۔ سورتوں کے مطالعے کے سلسلے میں فوائد اگرچہ شامل نصاب نہیں لیکن مطالبِ قرآن کو سمجھنے میں ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں شامل کتاب رکھا گیا ہے۔ اسی طرح خلافتِ راشدہ میں جنگوں کی تفصیلات خارج از نصاب ہیں۔ لیکن واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لئے بعض جنگوں کے حالات کا قدرے وضاحت سے ذکر کرنا ناگزیر تھا۔ مختصر یہ کہ کتاب کو بہتر بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔

امید ہے قارئین کرام خصوصاً طلبہ کتاب کو نئی صورت میں زیادہ بہتر اور مفید پائیں گے۔ تاہم یہ حرفِ آخر نہیں ہے اس لئے قارئین کرام اگر کوئی سہو پائیں تو اس سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جا سکے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

۱۹۷۲ء — امتیاز احمد سعید

دیباچہ

اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب اسلام ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہماری زندگی و موت، دوستی و دشمنی، عزت و ذلت، تجارت و زراعت، سیاست و معیشت، لباس و صورت، نشست و برخاست، معاشرت و اخلاق سب اللہ و رسول صلعم کے تابع ہوں، زندگی کی ہر منزل پر ہمیں یہ احساس ہو کہ ہم امتِ مسلمہ اور خیر الامت کے فرزند ہیں۔ اور ہم میں اور دوسرے انسانوں میں ایک خطِ امتیاز ہے۔ یہ امتیاز اسلامیات کے مضمون سے قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کا احسان ہے کہ قیام پاکستان کے وقت اس ضرورت کو محسوس کیا گیا اور جلد ہی اسلامیات کو لازمی یا اختیاری حیثیت سے تعلیم کے مختلف مدارج پر شامل نصاب کر دیا گیا۔ بی۔ اے بی ایس سی اسلامیات (اختیاری) کا مضمون قرآن پاک کی تین سورتوں (محمد، الفتح، الحجرات) اور تاریخ اسلام میں سے خلافت راشدہ پر مشتمل ہے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا نور اور اس کی قدرت کا ایک مظہر ہے جو سعادت عظمیٰ اور رحمتِ کبریٰ کی شکل میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں پہنچا۔ قرآن کریم کی ان سورتوں کے لطیف اور پاکیزہ معانی اور پُرنور تفسیر سے ہم اپنی عملی زندگی کا صحیح راستہ متعین کر سکتے ہیں اور دنیاوی و اخروی زندگی کو کامرانیوں سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ خلافتِ راشدہ کا دَور ایک ایسا روشنی کا مینار ہے جس سے ہر عہد کے مسلمان رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

زیرِ نظر کتاب میں قرآن پاک کی انہی سورتوں کے معانی و مطالب اور ترجمہ و تفسیر اور خلافتِ راشدہ کی تاریخ کو نہایت سادہ و آسان اور سلیس انداز میں مرتب کیا گیا ہے تاکہ طلبہ انہیں بآسانی ذہن نشین اور دل گزین بنا کر امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کریں اور ظاہری و باطنی اور دنیوی و اخروی فوائد سے بہرہ ور ہوں۔ خدا کرے ہماری یہ کوشش پھل لائے اور طلبہ کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔ آمین!

مؤلفین

ترتیب

نصاب

امتحان بی۔ اے اسلامیات (اختیاری) پنجاب یونیورسٹی

برائے ۱۹۷۳ء وما بعد

القرآن

سورۃ الفتح وسورۃ الحجرات ۷۰ نمبر

(ترجمہ وتشریح آیات)

تاریخ اسلام

خلافت راشدہ ۳۰ نمبر

(سیرت وکردار، خدمات اور نظام حکومت)

(نوٹ: جنگوں کی تفصیلات خارج از نصاب ہیں)

کل ۱۰۰ نمبر

اَلقُرآن

سُورَۃُ الفَتح
و
سُورَۃُ الحُجرات

ترجمہ وتفسیر

القرآن

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جو اس نے تمام بنی نوع انسان
کی ہدایت و رہبری کے لیے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا
قرآن پاک کی وحی حضرت جبرائیلؑ امین لے کر آتے رہے سب سے پہلی وحی غارِ
حرا میں اتری جو سورۃ علق کی ابتدائی آیات پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد قرآن پاک نجماً نجماً سوا
بائیس سال کے عرصے تک نازل ہوتا رہا۔ سب سے آخر حجۃ الوداع کے موقع پر سورۃ
المائدہ کی وہ آیت اتری جس میں تکمیل دین کا اعلان کیا گیا۔

آنحضرتؐ پر جب وحی آتی تو آپؐ اسے ازبر کر لیتے اور پھر صحابہؓ کو سنا دیتے
تھے۔ صحابہؓ میں سے بعض حفظ کر لیتے تھے اور بعض جو کاتبان وحی تھے لکھ لیتے تھے۔ اسی
طرح آنحضرتؐ کی زندگی میں قرآن پاک خود آپؐ کو اور اکثر صحابہؓ کو مکمل حفظ تھا اور کئی ایک
صحابہؓ کے پاس اس کے نوشتے بھی موجود تھے البتہ اس کا لکھا ہوا مکمل نسخہ موجود نہ تھا کیونکہ
اس زمانے میں لکھنے کی سہولتیں عام نہ تھیں۔ عہد صدیقیؓ میں حفاظ کی مدد سے ان نوشتوں
کو ترتیب دے کر قرآن پاک کو کتابی صورت میں مدوّن کیا گیا اور عہد عثمانیؓ میں تمام دنیائے
اسلام میں اشاعت ہوئی۔

قرآن پاک مکمل و محفوظ کتاب ہے اور نازل ہونے سے اب تک بحفاظت چلی آئی
ہے اور ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود باری تعالےٰ نے لیا ہے۔
فرمایا: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (بے شک ہم نے
یہ کتاب نازل کی اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں)۔

قرآن پاک ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔ سورتوں کی حیثیت ابواب کی ہے۔ ہر
سورۃ میں ایک یا زیادہ رکوع ہیں جو پیراگراف کے مترادف ہیں۔ ہر رکوع متعدد آیات
یعنی جملوں پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک کو پڑھنے کی سہولت کے لیے سات
منزلوں اور تیس پاروں میں بھی تقسیم کیا گیا ہے۔

تعارف: سورۃ الفتح قرآن پاک کی اڑتالیسویں سورۃ ہے۔ اور پارہ ۲۶ میں واقع ہے۔ اس میں کل ۲۹ آیات اور چار رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ:- اس سورت کا نام سورۃ الفتح اس لیئے ہے کہ اس سورت کا آغاز اس فتح کی خوشخبری سے ہوا ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد ظہور میں آنے والی تھی۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً بے شک ہم نے آپ کیلئے واضح فتح کی راہ کھولدی۔

زمانہ نزول:- یہ سورہ مدنی ہے اور ۶ ھ میں صلح حدیبیہ سے واپسی پر مدینہ میں نازل ہوئی۔

شان نزول:- آنحضور علیہ الصلواۃ والسلام ۶ ھ میں صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کے لیئے تشریف لے گئے۔ لیکن کفار مکہ نے آپ کو روک دیا چنانچہ اس سلسلے میں بات چیت کے بعد اہل مکہ سے صلح ہو گئی۔ اور آنحضور علیہ الصلواۃ والسلام چند شرائط پر صلح کے بعد مدینہ منورہ واپس ہوئے۔ درآنحالیکہ آپؐ کے صحابہ عمرہ نہ کر سکے۔

جب آپ صلح حدیبیہ سے مدینہ منورہ کو واپس ہوئے تو واپسی پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ جس میں شرائط صلح کو فتح مبین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گویا یہ صلح جو بظاہر دب کر کی گئی ہے۔ آئندہ بہت بڑی فتح کا پیش خیمہ ہے۔

سورت کا پس منظر:- اس سورت کی مختلف آیات میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ معظمہ میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور عمرہ کرکے سر منڈوایا۔ اور کترایا۔ آپؐ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا۔ گو آپؐ نے مدت کی تعین نہیں فرمائی تھی۔ مگر شدت اشتیاق سے اکثر صحابہؓ کا خیال اس طرف گیا۔ کہ امسال عمرہ میسر ہو گا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی عمرہ ہو گیا۔

۲۔ آپؐ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کو ہمراہ لے کر بغرض عمرہ روانہ ہوئے۔ اور ہدی (قربانی کے جانور) بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ یہ خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو قریش نے بہت سا مجمع کرکے اتفاق کر لیا کہ آپؐ کو مکے میں نہیں آنے دیں گے۔ حالانکہ ان کے یہاں حج وعمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں

جانا تھا۔ بہرحال حدیبیہ پہنچ کر جو مکہ سے قریب ہے آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طرح اٹھنے کا نام نہ لیا۔ آپ نے فرمایا" اس کو ہاتھی کے روکنے والے نے روک لیا ہے۔" اور فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے۔ میں منظور کروں گا۔ آخر آپؐ نے وہیں قیام فرمایا۔ (اسی مقام کو آج کل شُمیسہ کہتے ہیں)

۳۔ آپؐ نے مکہ والوں کے پاس قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے۔ ہم کو آنے دو۔ عمرہ کر کے چلے جائیں گے۔ جب اس کا جواب نہیں ملا تو آپؐ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو یہی پیغام دے کر بھیجا اور بعض مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مغلوب و مظلوم تھے۔ اس کو بشارت پہنچائی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جائے گا۔ حضرت عثمانؓ کو قریش نے روک لیا۔ ان کی واپسی جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت آپ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جائے۔ سب صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت کی۔ جب قریش نے بیعت کی۔ جب قریش نے بیعت کی خبر سنی ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

۴۔ پھر مکہ مکرمہ کے چند سردار بغرض صلح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلحنامہ لکھنا قرار دیا۔ اس سلسلے میں بعض باتوں پر بحث اور تکرار بھی ہوئی۔ اور مسلمانوں کو جوش اور غصہ آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جائے۔ لیکن آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب باتیں منظور فرمالیں۔ اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط و تحمل سے کام لیا۔ اور صلح نامہ تیار ہو گیا جس میں ایک شرط کفار کی طرف سے یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جایئے اور سال آئندہ بغیر مسلح آکر عمرہ کر لیجئے۔ اور یہ کہ فریقین میں دس سال تک لڑائی نہ ہوگی۔ اس مدت میں جو مرد ہمارے ہاں سے تمہارے پاس جائے اسے آپ اپنے پاس نہ رکھیں اور جو تمہارا آدمی ہمارے ہاں آئے گا ہم واپس نہ کریں گے۔

بہرحال صلح کا تمام معاملہ طے ہو جانے پر آپ نے حدیبیہ ہی میں ہدی (قربانی کا جانور) ذبح کیا اور سر منڈوا کر اور کتروا کر احرام کھول دیا اور مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔

۵۔ راستے ہی میں یہ سورت (الفتح) نازل ہوئی اور یہ سب واقعہ اواخر ۶ھ میں پیش آیا۔

۶۔ حدیبیہ سے واپس تشریف لا کر اوائل ۷ھ آپ حسب معاہدہ عمرہ کی قضا کے لئے تشریف لے گئے اور امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا۔

۷۔ عہد نامے میں جو دس سال تک لڑائی بند کرنے کی شرط تھی قریش نے توڑ ڈالی۔ آپ نے مکے پر چڑھائی کر دی۔ اور رمضان ۸ھ میں اس کو فتح کر لیا۔

۸۔ حدیبیہ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبیت کی صلح نظر آتی ہے اور شرائط صلح پڑھ کر ظاہری نظر میں

یہی محسوس ہوتا ہے۔ کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی صلح کی ظاہری سطح دیکھ کر سخت غمگین اور مضطرب تھے۔ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو سرفروش سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں کی جمعیت کیا چیز ہے۔ کیونکہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لیے کھول دیا تھا۔ آپ بے مثال استغنا اور توکل و تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرط قبول فرماتے رہے۔ اور اپنے اصحابؓ کو کہہ کر تسلی دیتے رہے کہ یہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلے کا نام فتح مبین رکھا۔ لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں بہت بڑی فتح۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت جہاد اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگذر سے کام لینا محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بیہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد اور رحمت کے حصول کا ذریعہ بنتے تھے۔ اور دوسری جانب دشمنوں کے دلوں پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان پیغمبری کا سکہ بٹھلا رہے تھے گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہری دیکھنے والوں کو کفار کی جیت نظر آ رہی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور کے حق میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام "فتح مبین" رکھ کر متنبہ کر دیا کہ صلح اس وقت بھی فتح ہے۔ اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں بے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاط اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سنتے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ حدیبیہ سے فتح تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص جیسے نامور صحابہ اس دوران میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔ جسموں کو نہیں بلکہ دلوں کو فتح کر لینا صلح حدیبیہ کی عظیم ترین برکت تھی۔ اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا۔

حدیبیہ کے پاس حضورؐ کے ساتھ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ

کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپ کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلامیہ کے لئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور زریں ترین دیباچے کے تھی۔ اور اس تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوئی۔ جن علوم و حدیبیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح باب ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے۔

یہ ہے سورۃ فتح کی شان نزول جس پر مذکورہ بالا سطور میں نہایت وضاحت تفصیل اور تحقیق سے بحث کی گئی ہے۔

صلحنامہ حدیبیہ کی تفصیلات :- جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عمرہ ادا کرنے کا خواب دیکھا تھا۔ یہ خواب آپ نے صحابہ سے بیان فرمایا اور اسی سال تقریباً پندرہ سو صحابہ کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

اہل مکہ یہ سن کر گھبرا گئے مسلسل شکستوں کے باعث قریش بوکھلائے ہوئے تھے ادھر اسلام اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ کوئی خاص مدبر بھی ابو سفیان کے سوا مکہ میں نہ تھا۔ ادھر اہل مکہ اقتصادی طور پر بھی خستہ حال تھے۔ مکہ معظمہ خود اسلامی لشکر کی زد میں تھا۔ شمال میں دومۃ الجندل تک جنوب میں بنی مطلق تک اور آگے بنو ہذیل کے علاقوں تک مسلمانوں کے اقتدار و اثر کا پرچم لہرا رہا تھا۔ ادھر سیاسی حیثیت سے ابو سفیان پر ایک رو یہ پڑی کہ ان کی بیٹی ام حبیبہ حضور اکرم صلی اللہ وسلم کے نکاح میں آچکی تھیں۔ غرضیکہ قریش اور اہل مکہ سخت الجھن میں تھے۔

ان حالات میں حضورؐ صحابہؓ کے ساتھ عمرے کے لئے تشریف لے گئے جب اہل مکہ کو اطلاع ملی تو انہوں نے حضور کا راستہ روکنے کا ارادہ کیا۔ حضور پر نورؐ ذوالحلیفہ سے آگے غدیر الشطاط ادھر قریش مکہ کے قریب بلاح کے مقام پر فروکش ہوئے۔ اور بالخصوص خالد بن ولید جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے ان کا دستہ بھی سفر بینا کی صورت میں غمیم میں موجود ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے مشورے پر آپ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ اصل شاہراہ چھوڑ دی اور دائیں جانب متوجہ ہو کر دشوار اور تنگ گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے خالد کے ہراول دستے کی طرف بڑھے۔ صحابہ کا لشکر خالد بن ولید کے قریب پہنچ گیا۔ حضور کے حکم سے صحابہ کا ایک دستہ قریش کے سواروں کے بالمقابل ڈٹ گیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں جماعت سے ادا کی گئیں۔ خالد بن ولید نے چاہا کہ نمازوں کے دوران حملہ کردیں۔ لیکن ہمت نہ ہوئی۔

اللہ تعالےٰ آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔ یہ صورت حال خالد نے اہل مکہ سے بیان کر دی۔

حضور اکرم نے تنعیم سے حدیبیہ کی طرف توجہ فرمائی اور حدیبیہ میں جاکر پڑاؤ کیا۔ حدیبیہ جدہ اور مکہ کی راہ پر مکہ مکرمہ سے بارہ تیرہ میل راستے پر ہے۔

قبیلہ خزاعہ کا سردار بدیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قریش کا دوست تھا۔ اس نے کہا کہ قریش آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ وہ حدیبیہ کے دوسرے کنارے چشموں پر فروکش ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم عمرہ کرنے آئے ہیں لڑنے نہیں آئے۔ اگر قریش چاہیں تو ایک وقت مقررہ تک کے لئے ہم سے صلح کر سکتے ہیں اور نہیں تو خدا کی قسم دین کے لئے جہاد کرتا رہوں گا۔

بدیل نے یہ پیغام قریش تک پہنچا دیا۔ جس پر انہوں نے عروہ بن مسعود کو سفارت کا کام انجام دینے کے لئے بھیجا۔ عروہ نے آکر حضور سے بات چیت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی ان سے محبت، عقیدت، جوش ایمانی۔ آپ کے حکم پر صحابہ کا عمل۔ یہاں تک کہ وضو کے بچے ہوئے پانی کے حصول پر غیر معمولی کوشش۔ حضور کے لعاب مبارک کو اپنے ہاتھوں میں لے کر منہ پر مل لینے کا جذبہ آکر بیان کیا۔ اور کہا کہ وہ جو صلح کی پیش کش فرمارہے درست ہے اس کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ قریش نے ایک اور آدمی کو بات چیت کے لئے بھیجا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

حضور پر نورؐ نے قبیلہ خزاعہ کے ایک اور آدمی کو بات کرنے کے لئے بھیجا۔ لیکن قریش آپے سے باہر ہو گئے۔ وہ بمشکل جان بچاکر بھاگے۔

اگلے دن صبح کی نماز کے وقت قریش مکہ کی ایک جماعت جن میں کوئی اسی آدمی تھے حضور پر نور پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن حضور کا بال بیکا بھی نہ کر سکے۔ بلکہ اسی کے اسی قید کر لئے گئے۔ مگر حضورؐ نے ان کو معاف کر دیا۔

بعد ازاں حضور پر نورؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کے پاس سفیر صلح بناکر بھیجا۔ وہاں آپ کو انہوں نے روک لیا۔ وہاں ان کو دیر ہوئی۔ تو یہاں شبہات نے زور پکڑا کہ معاذاللہ شہید کر دیئے گئے ہوں۔ چنانچہ حضور اکرم نے صحابہ سے جہاد کے لئے بیعت لی۔ سب کا دل جوش سے لبریز تھا۔ اللہ کی رضا کی خاطر چونکہ سب نے بیعت کی۔ اس لئے اسکا نام بیعت رضوان ہوا۔ مگر یہ افواہ نکلی۔ چونکہ حضور ایک کیکر کے درخت کے نیچے قیام پذیر تھے۔ اور اسی کے نیچے بیعت لی گئی تھی۔ اس لئے بیعت میں حصہ لینے والوں کو اصحاب الشجرہ بھی کہا جاتا ہے۔

جب قریش کو صحابہ کو اس بیعت کی اطلاع ہوئی تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور سب ڈھیلے پڑ گئے اور انہوں نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لئے بھیجا۔ بالآخر وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حسب ذیل شرطوں پر بحث تمحیص کے بعد صلح ہوئی۔
یہ صلح محمد بن عبداللہ (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور سہیل بن عمرو کے درمیان طے ہوئی ہے اور دونوں کے درمیان حسب ذیل امور طے پائے ہیں۔

۱:۔ دس سال تک آپس میں جنگ نہیں ہو گی۔ سب کو امن ہو گا۔ اور کوئی کسی پر حملہ نہیں کرے گا۔

۲:۔ دونوں فریق کسی کے خلاف بار دیانتی سے کام نہ لیں گے اور نقض عہد نہ کریں گے۔

۳:۔ اگر ہمارا کوئی آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے گا۔ تو ان کو واپس کرنا پڑے گا لیکن اگر ان کا کوئی آدمی ہمارے پاس مکہ آجائے گا۔ تو ہم واپس نہیں کریں گے۔

۴:۔ قبائل عرب میں سے جس کی مرضی ہو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حلیف بن جائے اور جس کی مرضی ہو وہ قریش مکہ کا حلیف بن جائے۔

۵:۔ اس سال عمرہ کئے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس ہو جائیں اور اگلے سال عمرے کیلئے اجازت ہو گی۔ لیکن ہتھیار ہمراہ نہیں لائیں گے۔

۶:۔ اگلے سال جب عمرہ کرنے کے لئے آئیں گے۔ تو تین دن سے زیادہ قیام نہیں کریں گے۔ اور ان تین دنوں میں قریش مکہ سے باہر چلے جائیں گے۔

یہ صلح نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور کے حکم سے تحریر فرمایا اور شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم فرمایا مگر سہیل نے کہا کہ یہ رحمٰن کیا ہے ہمیں معلوم نہیں۔ آپ باسمک اللہ تحریر کرائیں۔ چونکہ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اس لئے تسلیم کر لیا گیا۔ پھر حضرت علی نے آگے چل کر محمد رسول اللہ لکھا۔ تو سہیل اس پر بھی چیں بچیں ہوا۔ حضور نے حضرت علی سے فرمایا کہ اس لفظ کو بھی کاٹ دو۔ مگر حضرت نے توقف فرمایا۔ چنانچہ حضور نے اپنے دست مبارک سے ان الفاظ کو مٹا دیا۔ اور صرف محمد بن عبداللہ رہنے دیا۔

حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کی تشویش:۔ صلحنامہ کی ان شرائط سے حضرت عمرؓ کو تشویش لاحق ہوئی۔ دیگر صحابہ سوچ رہے تھے کہ ہم نے حق پر ہونے کے باوجود دب کر صلح کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کا اظہار حضرت ابوبکر کے سامنے کیا۔ کہ جب ہمارا دین برحق ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پھر ان مغلوبانہ شرائط کو کیوں قبول کیا جا رہا ہے۔ اس جھگڑے کا فیصلہ تلوار سے کیا جانا بہتر تھا۔ اس طرح کی

گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کی لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا "میں خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں اس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس پر حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی آپ نے کثرت سے نوافل پڑھے۔ صدقہ دیا تاکہ توبہ قبول ہو جائے۔

فتح کی بشارت:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ان احوال ونتائج دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔ اور اللہ تعالیٰ آپؐ کا سینہ سخت سے سخت اور ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا۔ آپؐ بے مثال استغنا، توکل اور تحمل کے ساتھ ان کی ہر شرائط قبول فرماتے رہے۔ اور اپنے اصحاب کو "اللہ و رسولہ اعلم" کہہ کر تسلی دیتے رہے یعنی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سورت نازل ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے اس صلح اور فیصلے کا نام فتح مبین رکھا۔ لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے فرمایا "ہاں بہت بڑی فتح"۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار کا مرعوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقع پر اغماض اور عفو و درگذر سے کام لینا اور محض تعظیم بیت اللہ کی خاطر ان کے بے ہودہ مطالبات پر قطعاً برافروختہ نہ ہونا یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد اور رحمت کے حصول کا ذریعہ بنے تھے۔ اور دوسری جانب دشمنوں کے دلوں پر اسلام کی روحانی اور اخلاقی طاقت اور پیغمبر اسلام کی شان پیغمبری کا سکہ قریش کے دلوں پر بٹھا رہے تھے۔

صلح حدیبیہ کے نتائج اور اہمیت:۔ اگرچہ عہد نامہ لکھتے وقت ظاہری دیکھنے والوں کو کفار کی جیت نظر آرہی تھی۔ لیکن ٹھنڈے دل سے غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے۔ کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضورؐ کے حق میں ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا نام "فتح مبین" رکھ کر مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ کہ صلح اسوقت بھی فتح ہے اور آئندہ کیلئے بھی آپکے حق میں بیشمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے۔ چنانچہ اس صلح نے بعد میں جو نتائج مرتب کئے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اسلام کی غیر معمولی ترقی:۔ اس معاہدے میں قریش نے مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کرنے کا حق دے کر یہ تسلیم کر لیا کہ مسلمان بے دین نہیں بلکہ ملت ابراہیم ہیں۔ اس طرح اسلام کے خلاف جھوٹے پراپیگنڈے کی بنیاد ختم ہو گئی۔ قریش اور مسلمانوں کی جنگی فضا ختم ہو گئی اور عرب کے لوگوں کو اس غیر جانبدارانہ فضا میں اسلام کے اصولوں پر غور کرنے کا موقع مل گیا اب قبول اسلام کی راہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہ رہی۔ اس طرح صلح حدیبیہ کے دو سال کے بعد مسلمانوں کی

تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

۲۔ قریش میں اشاعت اسلام:۔ اس صلح کے بعد قریش اور مسلمانوں کو بے تکلف ملنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ قریش مسلمانوں کے احوال و اطوار دیکھتے تو خود بخود انکے دلوں میں اسلام کی کشش پیدا ہو جاتی۔ قریش کے معززین اب مدینہ جا کر اسلام کا مطالعہ کر سکتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی سنجیدہ طبعتیں اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص نامور صحابہ اس دور میں اسلام کے حلقہ بگوش بنے۔

۳۔ قبائل عرب میں اثر و رسوخ میں اضافہ:۔ صلح حدیبیہ میں قریش نے اسلامی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ عرب میں مسلمان اور قریش ہی دو بڑی قوتیں ہیں۔ اس طرح مختلف قبائل نے اسلامی حکومت کے ساتھ معاہدے کرنے شلاً بنو خزاعہ اور بنو بکر جن کی آپس میں دشمنی تھی۔ انہیں بنو خزاعہ نے مسلمانوں اور بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا۔

صلح حدیبیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن عرب میں اتنی مضبوط کر دی تھی آپ نے عرب کے شیوخ اور ایران و روم کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی اور اس مقصد کی خاطر دعوتی خطوط روانہ کیے صلح کے وقت آپؐ کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانباز تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جرار آپؐ کے ہمرکاب تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح خیبر اور فتح مکہ بلکہ آئندہ کی تمام فتوحات کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس اور بنیاد بنی۔ صلح کے سلسلہ میں آپ نے جس بےنظیر تحمل و توکل اور تعظیم حرمات اللہ کا مظاہرہ فرمایا اس کی بدولت جن علوم و معارف اور باطنی مقامات و مراتب کا دروازہ کھلا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

مضامین:۔ اس صورت کا مرکزی مضمون اسلام کی وہ عظیم الشان فتح ہے جس کی ابتدا صلح حدیبیہ سے ہوئی اس لئے اس میں زیادہ تر صلحنامہ حدیبیہ اور اس کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے۔ تاہم ضمناً مندرجہ ذیل مضامین کا بھی ذکر ہوا ہے۔

۱۔ منصب رسالتؐ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب و مقام کو بھی بیان کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ حق بات پر شہادت دینے والے اہل ایمان کو بشارت سنانے والے اور منکرین کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں اور آپؐ کا احترام اور اطاعت سب مسلمانوں پر لازم ہے اور آپؐ کی اطاعت سے انحراف کفر ہے۔

۲۔ صحابہؓ کی صفات:۔ صحابہ کرامؓ، آنحضرتؐ سے براہ راست فیضیاب ہونے کی بنا پر نمایاں اوصاف کے حامل ہیں اور نہایت بلند مراتب رکھتے ہیں۔ وہ آپس میں نہایت مہربان لیکن کفار و مشرکین کے مقابلے پر بہت سخت ہیں۔ اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے عاجزی و انکساری اور عبادت گزاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور آنحضرتؐ

اسلام کے لیے ہر قربانی کے لیے آمادہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

۳۔ بیعت رضوان کی اہمیت: جن صحابہ کرامؓ نے مہم حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شرکت کی ان کی فضیلت بیان کر کے اس بات کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ اور اسلام کے ساتھ معاہدہ بہت اہمیت رکھتا ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ کے لئے ہر وعدے کی پابندی کریں اور اس کی راہ میں جان تک قربان کرنے کے لئے آمادہ رہیں تاکہ اخروی انعامات سے مالا مال ہوں۔

۴۔ مسلمانوں کی کامرانی اور کفار کی نامرادی: صلح حدیبیہ کے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے اہل ایمان کو مزید جد وجہد کی تلقین کی گئی ہے۔ عالم آرار کی کامیابی کے لئے حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ اس کے برعکس کفار و مشرکین پر واضح کیا گیا ہے کہ ان کی تباہی و بربادی مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے انہیں ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر اسلام کے زیر نگین آجانا چاہیئے۔

۵۔ پیش گوئیاں: اس سورۃ میں بہت سی پیش گوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً صلح حدیبیہ فتح عظیم ہے۔ اس کے بعد فتح خیبر، فتح مکہ اور بے روک فتوحات ہوں گی۔ فتوحات کے ساتھ مال غنیمت بھی حاصل ہوگا۔ مسلمان اگلے سال حج اور عمرہ ادا کریں گے۔ اسلام سب دینوں غالب رہے گا۔ اور آنحضرتؐ کا اسم گرامی قیامت تک مقبول رہے گا۔

سُورَۃُ الفَتح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیات ۱ تا ۳

خلاصہ مضمون: - صلح حدیبیہ سے اللہ نے مسلمانوں کو واضح فتح عطا فرمائی اور اس کے انعام کے سلسلے میں پیغمبرانہ لغزشیں جو ہُوا کرتی ہیں۔ اگلی پچھلی سب معاف فرمادیں اور ہدایت و امداد دی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ

بے شک کھولدی ہم نے واسطے آپکے فتح صاف تا کہ معاف فرمائے تجھکو

بلقینًا ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمائی تا کہ بخش دے اللہ تعالےٰ

اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا

اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو

جو کچھ آپ کی لغزشوں میں سے کوئی پہلے اور جو

تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ

پیچھے رہے اور تمام کردے احسان اپنا اوپر تیرے اور ہدایت دے تجھ کو

بعد میں ہوئی اور اپنے احسان کو آپ پر پورا کرے اور آپ کو

صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۲﴾ وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ

راستے	سیدھے	کی	اور	مدد کرے تیری	اللہ

سیدھے راستے کی ہدایت دے اور آپ کو اللہ زبردست

نَصْرًا عَزِيزًا ﴿۳﴾

مدد	زبردست	
مدد	دے	

الفاظ، گرامر، معانی

الفاظ	گرامر	معانی
فَتَحْنَا	صیغہ جمع متکلم فعل ماضی از مصدر فتح	ہم نے فتح دی
مُبِينًا	اسم فاعل صفت از مصدر اَبَانَہ	صاف اور واضح
يَغْفِرَ	صیغہ واحد مذکر غائب مضارع	بخشدے
تَقَدَّمَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی از مصدر تَقَدَّم	جو پہلے ہوا
تَاَخَّرَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی از مصدر تَاَخَّر	بعد میں ہوگا
يُتِمَّ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع از مصدر اتمام تمام کرنا	پورا کرے مکمل کرے
نَصْرًا عَزِيزًا	نصر بمعنی مدد اور عزیز بمعنی زبردست	زبردست مدد

صلح حدیبیہ واضح فتح ہے

تفسیر) اِنَّا فَتَحْنَا کی تفسیر کے لئے مذکورآیات کو ان انجور دیکھئے اس میں بتایا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ کس طرح واضح فتح ہے کیونکہ دس سال تک جنگ بندی کی

شرط کے نتیجے میں مسلمانوں کو کفار سے ملنے جلنے اسلام کی تبلیغ کرنے کا کھل کر موقع ملا۔ ادھر صلح حدیبیہ کے فوراً بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر چڑھائی کرنے اور فتح حاصل کرنے کا موقع ملا۔ قریش مکہ سے صلح نامہ پر دستخط ہو چکے تھے اس لئے خیبر کے یہودیوں کو کسی طرح کی قریش مکہ سے مدد ملنے کا امکان بھی ختم ہو گیا۔ پھر یہ بات غیبی تھی کہ اللہ تعالےٰ کو علم تھا کہ عنقریب کفار مکہ نقض عہد کریں گے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی جماعت لے کر مکہ پر حملہ آور ہوں گے اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گی۔ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے کفار کا زور ختم ہو جائے گا۔ لوگ جوق درجوق دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور یہاں سے کفر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا اس سے بڑھ کر واضح فتح اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس زبردست فتح کے عوض میں جیسا کہ کسی کامیاب کمانڈر انچیف کو انعام سے نوازا جاتا ہے چار چیزوں سے اللہ تعالےٰ نے رسول پاکؐ کو نوازا۔

۱۔ پہلی یہ کہ انبیاء سے جو معمولی معمولی بشری بھول چوک اور میلانات قلبی کا وقوع ہوتا ہے وہ آپ کی سب بھول چوک معاف کر دی گئی۔

۲۔ دوسرا انعام یہ کہ نہ صرف لغزشیں معاف کر دی گئیں بلکہ جو ظاہری و باطنی مادی و روحانی انعامات و احسانات اب تک ہو چکے ہیں ان کو مکمل کر دیا جائے گا۔

۳۔ تیسرا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہدایت و صراط مستقیم پر آپ کو ہمیشہ کے لئے اجسام اور دلوں پر اسلام کی حکومت قائم کرنے میں اور لوگوں کو ہدایت پر لانے کی سب رکاوٹیں دور کر دی جائیں گی۔

۴۔ چوتھا انعام یہ ہے کہ آپ کو اللہ کی ایسی زبردست مدد ملے گی کہ جسے کوئی نہ روک سکیگا اور نہ اس کو کوئی دبا سکے گا۔ چنانچہ سورۂ نصر میں اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ میں اس مدد اور فتح مکہ کا ذکر کیا گیا ہے جسمیں لوگ جوق درجوق حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور زبردست مدد اور فتح حاصل ہوئی اور اس فتح اور مدد کے لئے فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ فرمایا گیا۔ چنانچہ بے حد استغفار پر آپ کے میلانات قلبی اور بشری نسیان معاف فرما دیئے گئے غرض کہ ان آیات میں انہی چار انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔

صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ: صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہنا ایک زبردست غیبی پیشین گوئی کا نتیجہ تھا۔ ہوا یہ کہ صلح حدیبیہ کی برکتوں اور مسرتوں میں سے ایک یہ تھی کہ جو قبیلہ چاہے وہ پیغمبر اسلام اور اور اصحاب رسولؐ کا حلیف اور دوست بن سکتا ہے اور جس کی مرضی ہو وہ وہ قریش مکہ کا حلیف بن جائے۔ چنانچہ قبیلہ بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے پیمانِ محبت باندھا اور قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا دوست بن گیا۔ لیکن قریش نے عہد توڑ ڈالا اور قبیلۂ بنو بکر ساز باز کر کے اور ان کے مددگار بن کر مسلمانوں کے حلیف قبیلۂ بنو خزاعہ کا خاص حرم میں خون بہایا۔ بنو خزاعہ نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جس پر حضور نے اپنا سفیر مکہ معظمہ بھیجا اور قریش کو پیغام دیا کہ بنو خزاعہ کا خون بہا دیا جائے ورنہ بنو بکر کی حمایت ترک کر دو۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو چونکہ تم نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ لہٰذا معاہدہ ختم ہو چکا۔ ایک شخص نے قریش میں سے یہ کہدیا کہ ہمیں ان میں سے کوئی بھی بات منظور نہیں البتہ مسلمانوں سے معاہدہ منسوخ کرتے سفیر اسلام لوٹ آیا۔ مگر قریش پچھتائے اور ابو سفیان کو بھیجا کہ صلح کو از سر نو پھر قائم کیا جائے لیکن حضور نے نہ مانا اور دس ہزار کے لشکر سے مکہ پر چڑھائی کی اور بہت آسانی سے اسکو فتح کر لیا۔ صرف ایک جانب سے چند قریش کے لوگوں نے مقابلہ کیا لیکن ان پر قابو پا لیا گیا۔ اور اب اللہ تعالےٰ نے تمام وعدے پورے فرما دئے یعنی

۱۔ فتح مبین

۲۔ مغفرت ذنوب

۳۔ اتمام نعمت کہ اسلام تمام عرب میں پھیل گیا۔

۴۔ ہدایت صراط مستقیم پر ہمیشہ کے لئے استقلال

۵۔ نصر عزیز یعنی ایسی مدد جس سے مسلمانوں کو کفار پر غلبہ حاصل ہوا۔

آیات ۴ تا ۷

خلاصۂ مضمون :- ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ مومنین جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ان کے لئے کامیابی اور جنت ہے اور کفار کے لئے نامرادی اور جہنم۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ

وہ جس نے نازل کیا سکون میں دلوں

وہی تو اللہ ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں پر سکون نازل

الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ

مومنین کے تاکہ زیادہ ہو جائیں ایمان میں ساتھ

کیا تاکہ مومنین اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ

اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ایمان اپنے کے اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے

ایمان میں ترقی کریں اور آسمانوں اور زمینوں کے لشکر اللہ ہی کے ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ

اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا تاکہ داخل کرے

اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے تاکہ مومنین

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ایمان والوں کو اور ایمان والیوں کو جنتوں میں بہتی ہیں

اور مومنات کو ایسے باغوں میں داخل کرے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

نیچے سے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں

کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے

وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ

اور مٹا دے ان سے ان کی برائیاں اور ہے

اور (اللہ) ان کی برائیوں کو ان سے دور کرے گا اور اللہ کے

ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّ

وہ نزدیک اللہ کے کامیابی بڑی اور

نزدیک وہ بڑی کامیابی ہے اور

يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

عذاب دے منافقین کو اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو

منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں کو

وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ

اور مشرک عورتوں کو گمان کرنیوالے ساتھ اللہ کے گمان کرنا برا

اور مشرکہ عورتوں کو عذاب دے گا جو کہ اللہ کے ساتھ برا گمان کرنیوالے ہیں

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ج وَغَضِبَ اللّٰهُ

اوپر ان کے ہے گردش بری اور غصے ہوا اللہ

ان پر بری گردش ہوگی اور ان پر اللہ غصہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّلَهُمْ جَهَنَّمَ ط

اوپر ان کے اور لعنت کی ان کو اور تیار کی واسطے ان کے دوزخ

کرے گا اور ان پر لعنت کرے گا اور ان کیلئے دوزخ تیار کرلی ہے

وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ

اور بُری ہے لوٹنے کی جگہ اور واسطے اللہ کے ہیں لشکر

اور وُہ بُرا ٹھکانا ہوگا اور آسمانوں اور زمینوں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ

آسمانوں کے اور زمینوں کے اور ہے اللہ

کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست

عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

زبردست حکمت والا

اور حکمت والا ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
سَكِينَةً	اسم	تسکین، سکون
لِيَزْدَادُوْ	صیغہ جمع مذکر غائب از مصدر اِزْدِیَاد زیادہ ہونا تاکہ وہ زیادہ ہوجائیں بڑھنا	بڑھ جائیں
جُنُوْدُ	جمع ہے جُنْد کی	لشکر
سَيِّئَاتِ	جمع سَيِّئَةٌ کی	برائی
فَوْزًا	اِسم	کامیابی
مُنَافِق	اسم فاعل	جوزبان کا مسلمان اور دل کا کافر ہو۔
مُشْرِكٌ	اسم فاعل از اشراک	اللہ کی ذات یا خاص صفات میں اوروں کو شریک کرنیوالا
دَائِرَہ	صیغہ واحد اسم فاعل مؤنث	گھومنے والی چیز۔ گردش
سُوْءٌ	مصدر سَاءَ ماضی۔ يَسُوْءُ مضارع	بُرا ہونا

اہل ایمان کی کامیابی اور جنّت۔ کفّار کی نامرادی اور دوزخ

تفسیر، ایسی حالت میں کہ جب کفار صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کے لئے ذِلّت آمیز شرائط پیش کر رہے تھے اور مسلمانوں کے لئے عمرہ کرنے سے روک رہے تھے اور صورت حال اتنی سنگین ہو گئی تھی کہ کفار سے جنگ ہو جائے ایسے نازک حالات میں مسلمانوں کے دلوں پر چین اور سکون نازل فرماکر ان کو کفار کے مقابلے میں ضد سے روکا اسی کی برکت سے مسلمانوں کے مراتب ایمان و معرفت میں اور ترقی ہوئی اور بعیت جہاد کرکے یہ ثابت

کر دیا تھا کہ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں تک دینے کے لئے تیار ہیں یہ مومنینؓ کے ایمان کی ایک حالت تھی اور دوسری شان یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے جذبات کے خلاف صلح منظور فرمالی تو صحابہ نے اپنے جذبات کو دبا کر اللہ اور اس کے رسول کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ لہٰذا ان کے ایمان میں زیادتی ہوئی۔

پھر مسلمانوں سے فرمایا کہ جہاد کے وقت کو وہی بہتر جانتا ہے ہاں جب جہاد کا وہ حکم دے تو پھر مسلمان تیار ہو جائیں اور اپنی قلت کی پروا نہ کریں اللہ تعالےٰ اپنے اپنے لشکروں سے ان کی مدد کرے گا۔ ہاں صلح ہو جانے پر جب اللہ پسند فرمائیں افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔

جب حضورؐ نے صحابہ کو اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا سنائی جس میں حضور کے لئے لغزشوں کی معافی۔ اتمام نعمت۔ ہدایت صراطِ مستقیم اور نصر عزیز کا ذکر تھا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یہ تو حضورؐ کے لئے ہیں ہمارے لئے کیا ہے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ اللہ نے اطمینان اور سکونؑ اتار کر مسلمانوں کے ایمان میں ترقی دی تا کہ اللہ ان کو عزت سے جنّت میں داخل کرے اور ان کے گناہوں کو بھی معاف فرمادے چنانچہ حدیث میں ہے کہ :۔

” جن اصحاب نے حدیبیہ میں بیعت کی ان میں سے ایک بھی دوزخ میں داخل نہ ہو گا۔“

الحاصل مومنین کے دلوں میں صلح کی طرف سے اطمینان پیدا کر کے اسلامی ترقیات اور فتوحات کا دروازہ کھول دیا جو مومنین کے لئے انجام کار دخول جنت اور کامرانی اور کفار کے لئے ناکامی اور دوزخ ؑکے حصول کا باعث ہوا۔ چنانچہ منافق لوگ جُدّین کے سوا حضورؐ کے ساتھ مدینے سے نہیں آئے اور ان کو یہ بدگمانی تھی کہ پندرہ سو مسلمان جو مکہ جارہے ہیں یقیناً ان کو کفار مکّہ ختم کر دیں گے لہٰذا ہم ان کے ساتھ کیوں جائیں۔ یہ تو منافقین کی بدگمانی تھی اور ادھر مشرکین مکہ کی یہ بدگمانی کہ مسلمان عمرے کا ارادہ ظاہر کر کے یہ چاہتے ہیں کہ مکے پر قبضہ کرلیں۔ لہٰذا وہ آڑے آئے۔

غرض منافق اور مشرک دونوں کو بدگمانی تھی لیکن یہ احتیاطات کہاں تک کرینگے ان پر زمانے کی گردش آکر رہے گی۔ وہ سزا دینا چاہے گا تو کون روک سکتا ہے۔ خدا کے

لشکر ذرا سی دیر میں تباہ کر کے رکھ دیں گے لیکن حکمت خداوندی ترت کے ترت نہیں چاہتی کہ ان کو بھی ہلاک کیا جائے۔ بہرحال یہ کیا کچھ کم ہے کہ ان پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور جہنم کا عذاب ہو گا جو نہایت ہی سخت ہے۔

آیات ۸ - ۹

خلاصۂ مضمون:۔ آنحضورؐ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر اللہ تعالٰے نے بھیجا اور جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سچ ثابت ہوا جس کے بہت سے کفار ایمان لائے اور صحابہؓ کے ایمان میں روز بروز اضافہ ہوا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا

یقیناً بھیجا ہم نے آپ کو احوال بتانے والا اور خوشخبری دینے والا

اور ہم نے (اے محمد) تم کو حق ظاہر کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا

وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَ

اور ڈرانے والا تا کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ کے اور

اور خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ مسلمانو تم لوگ خدا پر اور اس کے

رَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ

رسول اس کے کے اور تم مدد کرو اس کی اور عزت کرو اس کی

پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اس کی اور عزت کرو اس کی

وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾

اور تسبیح پڑھو اسکی صبح اور شام

اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اَرْسَلْنَا	صیغہ جمع متکلم از مصدر ارسال۔	ہم نے بھیجا
شَاهِدًا	اسم فاعل از شهد	گواہی دینے والا
مُبَشِّرًا	صیغہ واحد اسم فاعل از مصدر تبشیر	خوشخبری دینے والا
نَذِيْرًا	بروزن فعیل صفت مشبہ از مصدر نذر۔ ڈرانا	ڈرانے والا
تُعَزِّرُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر مضارع از مصدر تعزیر۔ قوت دینا	تم تقویت دو
تُوَقِّرُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر از مصدر توقیر۔ عزت کرنا	تم توقیر کرو۔ عزت کرو
تُسَبِّحُوْا	صیغہ جمع مذکر مضارع از مصدر تسبیح۔ پاکی بیان کرنا۔	تم پاکی بیان کرو۔
بُكْرَةً	اِسم	صبح
اَصِيْلًا	اِسم	شام

آنحضرتؐ شاہد مبشر اور نذیر ہیں

تفسیر: ان آیات میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی گئی ہے کہ اے رسولؐ ہم نے آپ کو احوال بتانے والا اور آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے والا کہ ہر قسم کے غیبی عینی مشاہدات جو اللہ نے صلح حدیبیہ کے سلسلے میں آپ پر منکشف کئے آپ ان تمام حالات کے بیان کرنے والے اور آخرت میں بھی اپنی امت اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینے والے ہیں یہ شاھد ہونے کی شان ہے۔

مگر مبشر ہونے کی حیثیت میں آپ اللہ کے فرمانبردار بندوں کو جنت اور آخرتی ثواب ثواب کی خوشخبری دیتے ہیں بالخصوص وہ اصحاب جنہوں نے صلح حدیبیہ میں جہاد اور مرنے کے بیعت کی۔

نیز آپ نذیر ہیں کہ کفار مکہ اور منافقین مدینہ کو حضورؐ اور صحابہ کے ساتھ اس سفر میں عمرے کے سلسلے میں آڑے آنے کی وجہ سے انجام آخرت سے ڈرانے والے ہیں اور ہر اس شخص کو جو منکر خدا و رسول ہو اس کو نذیر بن کر ڈراتے ہیں تاکہ وہ ایمان

لائیں بہر حال ہم نے آپ کو شاہد۔مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ان حالات میں مومنین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے دین اور پیغمبر کی مدد کریں۔اسکی عظمت بجا لائیں اور اللہ کی پاکی بیان کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تعاون کریں اور ان کی عظمت بجا لائیں کہ رسول کی مدد اور عظمت اللہ کی مدد اور اس کی عظمت ہے۔

یہ نتائج تھے ان حالات کے جو حضور نے صلح حدیبیہ کی صورت میں آئندہ کے لئے بتائے اور وہ سب بتائے ہوئے حالات درست ثابت ہوئے۔اس لئے بہر حال مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کی تسبیح میں صبح وشام مصروف رہیں۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور اور اصحاب اور زیادہ خدا کی یاد اور تسبیح میں مشغول ہو گئے۔

آیت ۱۰

خلاصۂ مضمون :۔اس آیت میں بیعت رضوان کی حقیقت بیان کی گئی ہے یعنی اس موقع پر جہاد کے لئے رسولِ پاک سے بیعت کرنا گویا اللہ سے بیعت کرنا ہے۔اس کا توڑنا اپنے لئے خرابی کا باعث ہے اور اس کا جوڑنا اجر عظیم ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ

بیشک جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے اسکے سوا نہیں بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے

یقیناً جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں بجز اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ

ہاتھ اللہ کا اوپر ہاتھوں ان کے ہے پس جس نے توڑا

اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے سو جس نے عہد توڑا

فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰى

پس بجز اس کے نہیں کہ وہ توڑتا ہے اوپر اپنے نفس کے اور جس نے پورا کیا

تو اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہ اپنی ذات کے خلاف توڑتا ہے اور جس نے عہد پورا کیا

بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ

ساتھ اس کے کہ عہد کیا اوپر اس کے اللہ سے سو عنقریب دیگا اسکو

اس چیز پر کہ اس کے متعلق اللہ سے عہد کیا تھا تو اللہ اس کو جلد

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ ع

بدلہ بڑا

بڑا اجر دیں گے

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
يُبَايِعُوْنَ	صیغہ جمع مذکر فعل مضارع از مصدر مبایعت کرنا	بیعت کرتے ہیں
نَكَثَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی از مصدر نکث توڑنا	توڑا۔ عہد شکنی کی
يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ	اپنی ذات کے خلاف عہد توڑتے ہیں کہ اسکا نقصان ان پر پڑیگا	
اَوْفٰى	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی۔ مصدر ایفاء	پورا کیا عہد
سَيُؤْتِيْهِ	یوتی صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع از مصدر ایتاء بمعنی جلد دیگا اسکو س کے معنی جلد	
اَجْرًا		بدلہ
عَظِيْمًا	صفت اجر	بڑا

بیعت رضوان

تفسیر :- بیعت رضوان میں صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کی اسی کو فرمایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے کیونکہ حضور پُر نور نے اللہ ہی کی طرف سے بیعت لی تھی۔ جس طرح مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (یعنی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے) میں رسول کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول سے بیعت کے معنی اللہ سے بیعت کرنا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کا مطلب یہ ہوا تو یقیناً اس صورت میں اللہ کا دستِ کرم ان پر ہوگا جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر اور کبھی کسی خیر کی چیز پر بیعت لیا کرتے تھے۔ حدیبیہ میں جو بیعت لی گئی اس کا منشا یہ تھا کہ ہم کفار سے مرتے دم تک جہاد کریں گے اس بیعت کو توڑنے کا اثر ان کے خلاف ہوگا جو توڑیں گے وہ جہاد کے ثواب سے محروم رہیں گے اور جو اس عہد کو پورا کریں گے تو ان کے لئے اللہ کے یہاں جنت اور دنیا میں عزت ہے۔

آیات ۱۱ تا ۱۴

خلاصۂ مضمون :- مدینے کے منافقوں کا خیال تھا کہ اصحابِ رسول مکہ سے واپس نہ آسکیں گے ان سب کو اہلِ مکہ قتل کر دیں گے لیکن اصحاب صحیح و سالم واپس آئے تو منافقین جہاد میں شریک نہ ہونے کے بہانے بنانے لگے۔ دراصل ان کو بدگمانی ہوئی تھی لہٰذا ان کو ہر قسم کی سعادت سے بھی محرومی رہی۔

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

اب کہیں گے تجھ سے پیچھے رہے ہوئے بدوؤں میں سے کر

اب آپ سے (سفر عمرہ میں) پیچھے رہے ہوئے دیہاتی لوگ کہیں گے

شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا

مشغول رکھا ہم کو مالوں نے ہمارے اور گھر والوں نے ہمارے

کہ ہمارے مالوں اور گھروالوں نے ہمیں مصروف رکھا

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ج يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا

پس بخشش مانگئے واسطے ہمارے کہیں گے ساتھ زبانوں اپنی کے وہ جو

لہٰذا ہمارے لئے استغفار فرمائیے اپنی زبانوں سے یہ لوگ وہ بات کہیں گے

لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ

نہیں دلوں میں اُن کے کہئے پس کون مالک ہے

جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ کہئے کہ کس کا بس چلتا ہے

لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ

واسطے تمہارے اللہ سے کسی چیز کا اگر ارادہ کرے ساتھ تمہارے

تمہارے لئے اللہ سے ذرا بھی اگر وہ تمہارے لئے نقصان پہنچائے

ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ط بَلْ كَانَ

نقصان کا یا ارادہ کرے ساتھ تمہارے نفع کا بلکہ ہے

کا ارادہ کرے یا تمہیں نفع پہنچانے کا قصد کرے بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ

اللہ ساتھ اسکے کہ تم کرتے ہو خبردار بلکہ گمان کیا تم نے

اللہ تعالےٰ خبردار ہے بلکہ تم نے تو گمان

اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

یہ کہ ہرگز نہ لوٹیں گے رسول اور اہل ایمان

کیا تھا کہ رسول اور ایمان والے ہرگز اپنے گھر والوں کی طرف

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ

طرف اپنے اہل کے کبھی اور زینت دی گئی وہ بیچ

کبھی بھی لوٹ کر نہیں آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں خوبصورت

قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۖ وَكُنْتُمْ

دلوں تمہارے کے اور گمان کیا تم نے گمان کرنا بُرا اور تھے تم

کرکے دکھائی گئی تھی اور تم نے برا تخمینہ لگایا تھا اور تم لوگ

قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

قوم ہلاک ہونیوالی اور جو نہ ایمان لایا ساتھ اللہ

برے تباہ ہونے والے تھے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

اور رسول اس کے کے تو ہم نے تیار کر لیا واسطے کافروں کے

نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لئے دہکتی ہوئی آگ

سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

دہکتی آگ اور واسطے اللہ کے ہے مُلک آسمانوں کا

تیار کر رکھی ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے حکومت آسمانوں کی

وَالْاَرْضِ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

اور زمین کا | بخشتا ہے واسطے جس کے چاہے | اور عذاب دیتا ہے

اور زمین کی | جس کو چاہے بخشے | اور جس کو چاہے

مَنْ يَّشَآءُ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۳

جس کو چاہے | اور ہے | اللہ | بخشنے والا | رحم والا

عذاب دے | اور اللہ بخشنے والا | اور نہایت مہربان | ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
مُخَلَّفُوْنَ	جمع مُخَلَّف کی۔ صیغہ مفعول جمع از مصدر تخلیف پیچھے رہنا۔	پیچھے رہے ہوئے پیچھے چھوڑے گئے
اَعْرَابُ	جمع عرب کی۔	دیہاتی لوگ۔ بدّو
شَغَلَتْ	صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی۔ مصدر شغل مشغول رہنا۔	مشغول رکھا۔ کام میں لگائے رکھا۔
اِسْتَغْفِرْ	صیغہ امر حاضر مصدر استغفار بخشش طلب کرنا۔	بخشش مانگئے۔ معافی طلب کر دیجئے۔
اَلْسِنَة	جمع لسان کی	زبانیں
يَمْلِكُ	صیغہ واحد مذکر فعل مضارع	مالک ہے
ضَرًّا		نقصان
يَنْقَلِبُ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع از مصدر انقلاب لوٹنا۔	لوٹ کر آئے گا۔ پلٹے گا۔
زُيِّنَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی مجہول	زینت دیا گیا۔
بُوْرًا	اسم مصدر یہاں بمعنی فاعل بعض نے بائر کی جمع کیا	ہلاک ہونے والی قوم

الفاظ	گرامر	معانی
	ہے جس کے معنی ہیں ہلاک ہونے والا	ہلاک ہونے والے لوگ۔
اَعْتَدْنَا	صیغہ جمع متکلم فعل ماضی	ہم نے تیار کیا۔
سَعِیْرًا	جہنم کا ایک نام	بھڑکتی ہوئی آگ۔

منافقین کے نفاق کا پردہ چاک کر دیا گیا

(تفسیر) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے اور صحابہ بھی بخیریت مدینے کو واپس ہوئے تو آپ کو بتلایا گیا کہ وہ منافقین بدّو جو مدینے کے اِرد گرد رہتے تھے اور جنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ نبیؐ اب اس سفر سے صحیح وسلامت واپس نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے سفر عمرہ سے پیچھے رہے ہوؤں کے متعلق مدینے میں پہنچنے سے پہلے وحی فرما دی کہ یہ لوگ جلد ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ ہمیں گھر کے دھندوں نے آپ کے ہمراہ جانے سے روک دیا تھا۔ بے شک ہم سے یہ غلطی ہوئی کہ ہم آپ کے ہمراہ نہ جا سکے لہٰذا ہمارے لئے بخشش کی دُعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ یہ جان بُوجھ کر آپ کے ہمراہ نہیں گئے ان کا خیال تھا کہ ہم کے ساتھ کیوں مریں۔ لہٰذا یہ وہ بات کہہ رہے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ جانتے ہیں کہ یہ عذر غلط ہے اور استغفار کا بھی ایک ڈھونگ ہے جو انہوں نے رچایا ہے۔ وہ دل میں اس بات کو بُرا نہیں سمجھتے نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔

بھلا یہ کہنا کہ ہم مال اور اولاد کی وجہ سے سفر میں نہ جا سکے کہ ہمیں نقصان کا اندیشہ تھا تو معلوم ہونا چاہیے کہ گھر بیٹھے بیٹھے اگر اللہ تمہیں نقصان دینا چاہے تو تم نقصان سے بچ سکتے ہو اور اگر اس سفر میں رسول پاکؐ کے ساتھ جاتے اور تمہیں اللہ نفع پہنچاتا تو نفع

پہنچانے سے اس کو کون روک سکتا ہے ۔ آخر مومنین ہمراہ گئے ہی تھے ۔ بہرحال بات وہی ہے کہ تم نے سمجھا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہیں آئے گا ایسا سمجھ اور سفر سے پیچھے رہ کر تم نے ان سعادتوں سے محروم رہ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا جس کا علم اللہ کو تھا۔ اب تو صرف بات یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا اس کے لئے دوزخ ہے لہٰذا استغفار کا ایسے لوگوں کے لئے کیا فائدہ ۔ وہاں کوئی ایمان لے آئے تو اب بھی گنجائش ہے کیونکہ اللہ غفور اور رحیم ہے ۔ ایمان لانے والوں کو بخش دے گا ۔

آیات ۱۵-۱۶

خلاصہ مضمون :- بدؤں اور دیہاتی منافقین کو جنگ خیبر میں شرکت سے ممانعت کر دی تاکہ صلح حدیبیہ میں شرکت سے پیچھے رہ جانے کی محرومی کی سزا ملے اور مجاہدین حدیبیہ کی برابری نہ کر سکیں ۔ ہاں اگر یہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں تو آئندہ جنگوں میں شرکت کریں اور پھر ان کو بھی آئندہ اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے مالا مال کرے گا ۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ

عنقریب کہیں گے پیچھے رہے ہوئے جب کہ تم چلو گے طرف غنیمتوں کے مال

اب (واقعہ حدیبیہ سے) پیچھے رہے ہوئے کہیں گے جب تم غنیمتوں کے حاصل کرنے

لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ

تاکہ لو تم ان کو چھوڑ دو ہمیں اتباع کریں ہم تمہارا ارادہ کرتے ہیں وہ

کے لئے جاؤ گے ہمیں اپنے ساتھ چلنے دو وہ اللہ

أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا

یہ کہ بدل دیں بات اللہ کی کہہ دیجیے ہرگز نہ اتباع کرو تم ہمارا

کے حکم کو بدل دینے کا ارادہ کرتے ہیں کہہ دیجئے تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو

كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ج فَسَيَقُوْلُوْنَ

اسی طرح کہا اللہ نے پہلے سے پھر اب کہیں گے

اسی طرح کا پہلے سے اللہ نے حکم دے دیا ہے اس پر یہ (بدو) کہیں گے

بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ط بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ

بلکہ حسد کرتے ہو تم ہم سے بلکہ ہیں وہ نہیں سمجھتے ہیں

کہ تم (ہمارے) جانے پر ہم سے حسد کرتے ہو (نہیں) بلکہ وہ سمجھ نہیں رکھتے ہیں

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ

بلکہ تھوڑا کہہ دیجئے پیچھے رہے ہوؤں بدوؤں سے

مگر تھوڑی سی ان پیچھے رہے ہوئے بدوؤں سے کہہ دیجئے

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ

آئندہ بلائے جاؤ گے تم طرف ایک قوم کے لڑائی والے

کہ تم عنقریب آئندہ ایک جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلائے

شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ج

سخت قتال کرو گے تم ان سے یا وہ مسلمان ہوں گے

جاؤ گے کہ ان سے جنگ کرو گے یا وہ اطاعت کر لیں گے

فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ج

پس اگر اطاعت کرو گے دے گا تم کو اللہ بدلہ اچھا

پھر اگر تم اطاعت اختیار کرو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ عطا فرمائیں گے

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ

اور اگر پلٹو گے تم جیسا پلٹ گئے تھے تم پہلے

اور اگر تم ایسے ہی پلٹ جاؤ گے جیسا کہ پہلے پلٹ گئے تھے تو

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾

عذاب دے گا تم کو عذاب سخت

اللہ تم کو سخت عذاب دے گا۔

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اِنْطَلَقْتُمْ	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل ماضی از مصدر انطلاق۔ جانا	جب تم گئے
مَغَانِمَ	جمع ہے مَغْنَمْ کی۔ بمعنی غنیمت۔ کفار کے ساتھ جنگ میں حاصل کیا ہوا مال۔	غنیمتوں کا مال
تَاْخُذُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع۔ اصل میں تَاْخُذُوْنَ تھا ھا کے ساتھ مل کر ن گر گیا۔ از مصدر اَخْذًا	تم حاصل کرو
ذَرُوْا	صیغہ امر جمع حاضر۔ صیغہ واحد ذَرْ۔ وَذَرَ۔ يَذِرُ۔ وَذْرًا چھوڑنا۔	چھوڑو تم
نَتَّبِعْ	صیغہ جمع متکلم۔ از باب افتعال۔ مصدر اتباع۔ پیروی کرنا	ہم اتباع کریں
يُبَدِّلُوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع يُبَدِّلُوْنَ تھا مصدر تبدیل۔ بَدَّلَ۔ يُبَدِّلُ۔ تَبْدِيْل۔ بدل دینا	ہیں وہ ڈالیں گے۔
تَحْسُدُوْنَ	صیغہ جمع مذکر حاضر۔ از حَسَدَ يَحْسُدُ حَسَدًا نعمت کا زوال چاہنا۔ خواہ اپنے آپ کو نہ ملے۔	تم حسد کرتے ہو۔
لَا يَفْقَهُوْنَ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع فَقِهَ يَفْقَهُ فِقْهًا سمجھنا۔	نہیں سمجھتے ہیں وہ

معانی	گرامر	الفاظ
والا		اُولِیْ
سختی۔ بہادری۔ جنگ		بَاْسٍ
مطیع ہو جائیں وہ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع۔ اَسْلَمَ یُسْلِمُ اِسْلَامًا گردن جھکانا۔ اطاعت کرنا۔	یُسْلِمُوْنَ
دیتا ہے اس جگہ بمعنی مستقبل دے گا۔	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع اٰتیٰ۔ یُؤْتِیْ اِیْتَاءًا۔ دینا۔	یُؤْتِ
تم پلٹ جاؤ۔ پیٹھ پھیر لو تم۔	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع۔ تَوَلّٰی۔ یَتَوَلّٰی تَوَلِّیًا مڑ جانا۔ پیٹھ پھیر لینا۔	تَتَوَلَّوْا
عذاب دیتا ہے یہاں بمعنی مستقبل۔ عذاب دے گا۔	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع۔ عَذَّبَ۔ یُعَذِّبُ۔ تعذیب عذاب دینا۔	یُعَذِّبْ

منافق بدوؤں کو غزوہ خیبر میں شرکت سے ممانعت

(تفسیر) جب حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس ہوئے تو آپ کو خیبر پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا جہاں بدعہد اور غدّار یہودی رہتے تھے اور جو بدعہدی کر کے جنگ احزاب میں کافروں کو مسلمانوں کے خلاف چڑھا لائے تھے۔ خدائے عالم الغیب نے حضور کو اطلاع دی کہ وہ دیہاتی جو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور یہ سمجھ کر نہیں گئے تھے کہ اس سفر میں اہل مکہ کے ہاتھوں سب مسلمان مارے جائیں گے اور ہم آئندہ خود مختار ہو کر عیش کریں گے۔ وہ عنقریب واپسی پر یہ خواہش ظاہر کریں گے کہ ہم گھریلو معاملات کے باعث سفر حدیبیہ سے پیچھے رہ گئے تھے لیکن اب خیبر کی جنگ میں آپ کے ساتھ چلیں گے۔ ان کا خیال تھا کہ خیبر کی جنگ میں مال غنیمت ملنے کی توقع اور نفع کی امید بہ نسبت کسی خطرے کے زیادہ ہے۔ لہٰذا جنگ خیبر میں شرکت کر کے مال غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضور صلّی اللہ

علیہ وسلّم کو منع فرما دیا کہ ان بدوؤں کو جنگ خیبر میں ساتھ نہ لے جائیں ۔ ساتھ نہ لے جانے کی صورت میں وُہ یہ کہیں گے کہ محض حسد کی وجہ سے ہمیں خیبر پر حملہ آوری میں ہمراہ نہیں لیا جاتا ۔ مگر حضور کو حکم ہوا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو پہلے ہی تم لوگوں کو ساتھ لے چلنے سے منع فرما چکے ہیں ۔ اگر ہم تم لوگوں کو ساتھ لے جائیں گے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم اللہ کے حکم بدل رہے ہیں ۔ اور ایسا ہونا ناممکن ہے ۔ پھر اگر ان کو بھی ہمراہ لے جائیں تو وہ اصحاب جو بیعت رضوان میں حضور کے ہمراہ تھے ان کے ساتھ بھی ایک قسم کی ناانصافی ہو جاتی ہے کہ جہاں جانوں پر کھیل جانے کا مقام تھا وہاں تو ہم ساتھ تھے اور جہاں جانوں سے ہاتھ دھو ڈالنے کا امکان ہے ہی نہیں وہاں ساتھ جا کر مال غنیمت میں ان کو شریک کرنا کہاں تک مناسب ہے ۔ ہاں ان دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ آئندہ جو سخت جنگ جُو قوم سے لڑنے کا موقع آئے گا اس وقت تم کو جہاد کی دعوت دی جائے گی ۔ اس وقت اگر تم مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر اطاعت کا ثبوت دو گے تو تمہیں بھی اچھا اجر و ثواب ملے گا ۔ اور اگر اس وقت بھی اسی طرح سے پھر گئے جیسا کہ حدیبیہ میں پلٹ گئے تھے تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا جو تم خود دیکھ لو گے ۔

فوائد مذکورہ بالا آیتوں پر اگر غور کیا جائے تو کئی فوائد مضمر ہیں جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہو سکیں ۔

(۱) کہ حدیبیہ سے بیٹھ رہنے والے بدوؤں کو خیبر کی فتح میں شریک نہ کرنے سے یہ سرسبز و شاداب علاقہ صرف مسلمانوں کی ذات سے مخصوص ہو کر رہے گا اور یہ منافقین اس سے محروم رہیں گے ۔

(۲) جنگ خیبر سے بدوؤں کو روکنے میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ وہ فضیلت میں شرکائے حدیبیہ کی برابری کا دعویٰ نہ کر سکیں اور ہمیشہ کے لئے ان کی برابری سے محروم رہ جائیں ۔

(۳) بدوؤں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں پر اللہ کا فضل شامل حال ہے ۔ ان کو اسلامی فتح اور غلبے میں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ۔

(۴) مسلمانوں کی قوت و فتح سے آئندہ کے لئے تمام منافقین اور مخالفین پر دھاک بیٹھ جائے گی ۔

(۵) یہ بھی ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں آئندہ واقع کی پیشین گوئی یعنی بدوؤں کے جنگ خیبر میں شریک ہونے اور مسلمانوں کے ساتھ چلنے کے ارادے کا اظہار کرنے سے غیبی خبروں کی اطلاع باعث تقویت ایمان ہوگی۔

مگر بدو مسلمانوں سے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ ہم سے حسد کی وجہ سے کہ مبادا انہیں کچھ فائدہ جنگ خیبر میں پہنچے مسلمان اپنے ہمراہ لے جانا پسند نہیں کرتے یہ بھی ایک قسم کی پیشین گوئی ہے۔

آیت ۱۷

خلاصہ مضمون:۔ حدیبیہ کی مہم میں جو لوگ عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے ان پر کسی قسم کا جرح نہیں ہے بلکہ انہیں معافی ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى

نہیں اوپر اندھے کے کوئی جرج اور نہ اوپر

نہ اندھے پر نہ لنگڑے پر اور نہ کسی

الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ

لنگڑے کوئی تکلیف اور نہ اوپر بیمار کے

بیمار پر کوئی مضائقہ ہے

حَرَجٌ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کوئی تنگی اور جو اطاعت کرے اللہ اور رسول اس کے

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا

يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

داخل کرے اللہ اس کو جنتوں میں بہتی ہیں نیچے ان کے

تو وہ اس کو ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ

اس	عذاب دے گا	پلٹ جائے	جو	اور	نہریں

نہریں بہتی ہیں اور جو کوئی (اس کی اطاعت سے) پھر جائے گا اس کو

عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ نصف ع

دردناک	عذاب

اس کو سخت عذاب دے گا

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اَعْمٰى	اسم از عَمًى۔ اندھاپن	نابینا
حَرَجٌ	اسم	تکلیف۔ تنگی مضائقہ۔ الزام۔ گناہ
اَعْرَجَ	اسم	لنگڑا
مَرِيْضٌ		مرض والا۔ بیمار۔ معذور
يَتَوَلَّ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع	پلٹ جائے۔

نابینے۔ لنگڑے اور بیمار پر کوئی گناہ نہیں

(تفسیر) حدیبیہ کی مہم میں جو بدو شریک نہیں ہوئے تھے اور انہوں نے منافقت کی وجہ سے جان چرائی تو وحی کے ذریعہ ان کی سخت مذمت کی گئی اور ان کو عذاب کی دھمکی دی گئی تو بعض معذور و بیمار مخلص مومنین کو اندیشہ و قلق لاحق ہوا کہ کہیں ہم بھی مخالفین کے گروہ میں شامل نہ سمجھے جائیں گے۔ چنانچہ ابن ام مکتوم نابینا صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کیا رسول اللہ ہم عذر کی وجہ سے حدیبیہ کی مہم میں شامل نہیں ہو سکے

تو کیا ہم بھی اسی دھمکی اور سزا میں شامل ہیں جس میں مدینے کے اطراف و جوانب کے بدو شامل ہیں۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا کہ نابینا۔ لنگڑے اور بیمار لوگ اس حکم میں شامل نہیں ہیں وہ معذور ہیں لہٰذا ان کے لئے معافی ہے۔

آیات ۱۸-۱۹

خلاصہ مضمون :- جو لوگ بیعت رضوان میں شامل ہوئے ان کو عنقریب فتح حاصل ہوگی اور بہت سے اموال غنیمت ان کے حصے میں آئیں گے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ

البتہ راضی ہو گیا ہے اللہ ایمان والوں سے جبکہ

البتہ اللہ راضی ہو چکا ہے ایمان داروں سے جب کہ

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

بیعت کر رہے تھے وہ نیچے درخت کے پس جان لیا اللہ نے جو بیچ

وہ مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پس اللہ نے جو کچھ

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ

دلوں ان کے تھا پس اتاری سکینت اوپر ان کے اور

ان کے دلوں میں تھا جان لیا تھا پس اس نے ان مومنین اطمینان کو نازل فرمایا اور

اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝١٨ وَّمَغَانِمَ

دی ان کو فتح قریب اور مال غنیمت

دی ان کو قریب کی فتح اور بہت سے غنیمت کے مال

كَثِيرَةً يَّأْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ

بہت حاصل کریں گے وہ اس کو اور ہے اللہ

تاکہ وہ ان اموال کو حاصل اور اللہ زبردست

عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٩﴾

غالب حکمت والا

حکمت والا ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
رَضِيَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی۔ رضی۔ یرضٰی۔ رضیٰ راضی ہونا۔	راضی ہوا
يُبَايِعُوْنَ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع۔ مصدر مبایعت	بیعت کر رہے تھے
شَجَرَة	اس کی جمع اشجار جیسے حجر کی جمع احجار	درخت
اَثَابَ	صیغہ واحد مذکر غائب۔ ماضی	انعام دیا

اہل رضوان کی فضیلت

(تفسیر) اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیتوں میں ان صحابہؓ کی فضیلت بیان فرمائی ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل مکہ کے ہاتھوں شہادت کی افواہ اڑ جانے پر جہاد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ ان مجاہدین نے اپنی جانیں پیش کر کے بہت اونچا کردار ادا کیا تھا اور وہ بھی اللہ کے دین کی خاطر اس لئے اللہ تعالیٰ ان مومنین مخلصین کے حق میں اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان فرما رہے ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ کی رضامندی اور خوشنودی سے کر اور کیا دولت ہو سکتی ہے

اسی لئے اس کیکر کے درخت کا نام جس کے نیچے بیعت کی مہم وقوع میں آئی شجرۂ رضوان ہو گیا اور اس بیعت کو بیعتِ رضوان کے نام سے موسوم کیا گیا۔

کتنے ایک صحابہ اور بالخصوص عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے جذبات صلح حدیبیہ کی بظاہر دب کر شرائط کے خلاف اندر اندر دل میں ابھر رہے تھے لیکن یہ حضرات حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بال برابر بھی کوتاہی کے مرتکب نہیں ہوئے تھے اس لئے اللہ تعالےٰ ان پر سکینت اور اطمینان نازل فرما کر قابو سے باہر نہ ہونے دیا لہٰذا ان قلبی جذبات اور خطرات کو معاف کیا گیا جو قابل گرفت نہیں ہوتے اور فتح قریب یعنی جنگ خیبر میں فوراً واپسی کے بعد کی فتح ان کو خوشخبری اور اموال غنیمت کے حصول کی پیشگوئی سے نوازا گیا اور اس طرح اپنے زور و عزت اور حکمت سے حدیبیہ کی کسر خیبر میں نکال دی۔

اکثر مفسرین نے مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ سے مراد مسلمانوں کی حسن نیت۔ توکل۔ محبت اسلام اور اخلاص لیا ہے کہ اللہ مومنین کے اس اخلاص۔ محبت اسلام اور نیت کی اچھائی کو جان چکا تھا اس لئے ان کو فتح قریب اور غنیمتوں سے نوازا گیا۔

آیت ۲۰

خلاصہ مضمون: اللہ کی تائید اہل ایمان کے ساتھ ہے وہ مال غنیمت جلد حاصل کریں گے اور کفار کے ہاتھوں ان کے مقابلہ میں اٹھ نہ سکیں گے۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا

وعدہ کیا تم سے اللہ نے غنیمتوں بہت کا لو گے تم ان کو

اللہ نے تم سے بہت سے غنیمت کے مالوں کا وعدہ کیا ہے کہ تم ان کو حاصل کرو گے

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ

پس جلد لا واسطے تمہارے ان غنیمتوں کو اور روک دیا ہاتھوں کو لوگوں کے

اور وہ تمہارے لئے ان کو جلد لایا اور اس نے لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے

عَنْكُمْ ج وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ

تم سے اور تاکہ ہو نشانی واسطے ایمان والوں کے اور

روک دیا اور تاکہ (یہ) ایمان والوں کے لئے نشانی ہو جائے اور

يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۲۰)

ہدایت دے تم کو راستے سیدھے کی

تاکہ تمہیں (خدا) سیدھے راستے کی ہدایت دے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
وَعَدَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی وَعَدَ۔ یَعِدُ۔ وَعْدًا	اس نے وعدہ کیا
مَغَانِمَ	جمع مَغْنَمٌ کی	غنیمتیں
عَجَّلَ لَكُمْ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی از مصدر تعجیل۔ جلدی کرنا	جلدی کی۔ تمہارے لئے جلدی لایا۔
كَفَّ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی۔ کَفَّ۔ یکُفُّ۔ کَفًّا روک دینا	روک دیا
اَيْدِيْ	جمع ید کی اسم جمع الجمع ایادی	ہاتھوں
يَهْدِيْ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع ھدی۔ یَھدی ھدیًا	ہدایت دیتا ہے چلائے

بلا تاخیر اور بغیر رکاوٹ اموالِ غنیمت کا حصول

(تفسیر) مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالے نے بغیر کسی تاخیر اور رکاوٹ کے بیعت رضوان میں حصہ لینے والوں کے لئے اموال غنیمت حاصل ہونے کے لئے پیشین گوئی فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا

ہے کہ جلد ہی خیبر پر حملہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے لئے فتوحات غیبی اور اموال غنیمت کے دروازے کھل جائیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں نے صلح حدیبیہ سے واپسی پر خیبر کے یہودیوں پر حملہ کیا اور یہودی مسلمانوں کے حملوں کو پسپا نہ کر سکے اور بلا روک ٹوک مسلمانوں نے خیبر فتح کر کے اموال غنیمت حاصل کئے۔ یہ فتح خیبر دوسری منتصل فتوحات اور نصرت خداوندی کی علامت ہے جس کے ماتحت اللہ کے احکام جہاد پر عمل کرنے سے مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم پر چلتے رہنے کی توفیق حاصل ہو گی۔

آیات ۲۱ تا ۲۴

خلاصۂ مضمون:۔ عنقریب وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ تمہیں ایک اور فتح سے ہمکنار ہونے کا موقع ملے گا اور وہ مکہ مکرمہ کی فتح ہے جس میں صلح حدیبیہ کی وجہ ذرا تاخیر ہو گئی اور ایسا ہی ہونا مناسب تھا تا کہ اسلام کی شوکت مزید بڑھ جائے اور کفار مکہ بے دست و پا ہو جائیں اور مکہ مکرمہ بآسانی فتح ہو جائے۔

وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ

اور دوسری (فتح) نہ قادر ہوئے تم اوپر اس کے احاطہ کر چکا ہے اللہ

اور ایک اور فتح جس پر تمہارا بس نہ چلا اللہ اس کو بھی

بِهَا وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اس کا اور ہے اللہ اوپر ہر چیز کے قادر

گھیر چکا ہے اللہ اوپر ہر چیز کے قدرت رکھنے والا ہے

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ

اور اگر قتال کرتے تم سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا البتہ پھیرتے پیٹھوں کو

اور اگر کافر تم سے جنگ کرتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے

ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾

پھر نہ پائے وہ کوئی حمائتی اور نہ کوئی مددگار

پھر نہ پائیں وہ کوئی حمایت کرنے والا اور نہ کوئی مدد کرنے والا

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ صلے

عادت اللہ کی جو کہ گذر چکی ہے پہلے

اللہ کی عادت یہی یہ ہے جو پہلے سے چلی آئی ہے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

اور ہرگز نہ پائے گا تو واسطے عادت اللہ کے بدلنا

اور آپ ہرگز اللہ کی عادت کو بدلتے نہ دیکھیں گے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اُخْرٰی	مؤنث آخَر۔ اسم تفضیل واحد مؤنث جیسے صغریٰ	دوسری
لَمْ تَقْدِرُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع قَدَرَ۔ یَقْدِرُ۔ قَدْرًا۔	تمہیں قدرت نہ ہوتی
اَحَاطَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی	احاطہ کیا
اَدْبَار	جمع دُبُرٌ کی۔ اسم	پیٹھیں
لَا يَجِدُوْنَ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع وَجَدَ۔ یَجِدُ۔ وَجْدًا	نہ پائیں گے
وَلِيًّا	اسم	حمایت کرنے والا دوست
نَصِيْرًا	بروزن صفت مشبّہ	مددگار
سُنَّةَ	اسم مؤنث	طریقہ۔ عادت۔ دستور
خَلَتْ	صیغہ واحد مؤنث غائب	خالی ہوئی۔ گزری

فتح مکہ کی خوشخبری

تفسیر: اللہ تعالےٰ مذکورہ بالا آیات میں فرمایا ہے کہ بیعت رضوان کے صلے میں ہم نے تمہیں فتح خیبر عطا کی۔ اور سردست مکہ مکرمہ کی فتح جو حاصل نہیں ہوئی ہے اور اللہ کے حکم اور اس کی مشیت کے ماتحت اس فتح پر ابھی تمہیں قدرت نہیں دی گئی لیکن تمہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ فتح بھی عنقریب تمہارے حصے میں آیا چاہتی ہے بلکہ سمجھو کہ آ گئی کیونکہ اللہ نے اس فتح کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے کہ وہ نکل کر باہر نہیں جا سکتی۔ بہر حال اس فتح کا اللہ نے وعدہ کر لیا ہے اور درحقیقت وہ اسی صلح حدیبیہ کا نتیجہ ہے۔

بالفرض اگر اس وقت صلح نہ ہوتی بلکہ جنگ چھڑ جاتی تو کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور کوئی بھی ان کی مدد کر کے شکست سے ان کو نہ بچا سکتا لیکن اللہ تعالےٰ کی حکمت نے اسی بات کو پسند کیا کہ صلح ہو جائے اور آئندہ اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں اور بات تو یہ ہے کہ جب کسی معاملے میں حق و باطل کا مقابلہ ہوتا ہے تو اللہ کی عادت یہ ہے کہ وہ حق کو باطل پر فتح دیتے ہیں اور یہ اللہ کی عادت ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی بشرطیکہ مومن مجموعی طور پر حق پر قائم رہیں بہر حال اللہ کی سنت کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے کہ وہ اس سنت کو نہ ہونے دے اور اس کے واقع ہونے میں رکاوٹ ڈالے۔

آیت ۲۴

خلاصۂ مضمون:۔ حدیبیہ کی مہم میں اللہ تعالےٰ نے دونوں فریقوں کو جنگ سے روک دیا اور اس طرح مسلمانوں کے لئے آئندہ کی کامیابی کا سامان بنا۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَ

اور وہ	جس نے	روک دیا	ہاتھوں ان کے کو	تم سے	اور

اور وہ (اللہ) جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور

اَیۡدِیَکُمۡ عَنۡھُمۡ بِبَطۡنِ مَکَّۃَ مِنۡۢ بَعۡدِ

ہاتھوں کو تمہارے ان سے وادی میں مکے کی اس کے بعد

تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں اس کے بعد

اَنۡ اَظۡفَرَکُمۡ عَلَیۡھِمۡ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا

کہ کامیاب کیا تم کو اوپر ان کے اور ہے اللہ جو

روک دیا کہ تم کو ان پر کامیاب بنایا اور اللہ جو کچھ تم کرتے

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا ﴿۲۴﴾

تم کرتے ہو دیکھنے والا

ہو (اسکا) دیکھنے والا ہے

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
کَفَّ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی کَفَّ۔ یَکُفُّ۔ کَفًّا روک دینا	روک دیا روکے رکھا
بَطۡنِ مَکَّۃَ	مَکَّۃَ اصل میں مَکَّۃَ ہے جس کے معنی ناف کے ہیں مکہ بھی دنیا کے مرکز کے بالکل قریب ہے	شہر مکہ کے بیچ میں یعنی شہر کے قریب
اَظۡفَرَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی اَظۡفَرَ۔ یُظۡفِرُ۔ اِظۡفَار فتح مند بنانا۔ کامیاب بنانا	کامیاب کیا۔
عَلَیۡھِمۡ		ان پر۔ ان کے مقابلے میں

حدیبیہ میں مسلمانوں کی کفار پر فتح

(تفسیر) مشرکین مکہ کی کچھ ٹولیاں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے حدیبیہ پہنچی تھیں اور نہ

صرف مسلمانوں پر بلکہ ان کا ناپاک ارادہ تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں۔ چنانچہ باہم کچھ چھیڑ چھاڑ بھی ہوئی۔ بلکہ ایک مسلمان کو شہید بھی کر ڈالا اور ایسی باتیں کرتے پھر رہے جو اشتعال انگیز تھیں۔ آخر صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے سرکار مدینہ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ اسی آدمی تھے۔ مگر آپ نے ان سے انتقام لئے بغیر معاف فرما دیا۔ مذکورہ آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور بطن مکہ شہر مکہ کا درمیان ہوتا ہے مگر یہاں مراد قریب مکہ ہے گویا کہ مکے کا بیچ ہی ہے۔ الحاصل خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں کو ان پر ہاتھ اٹھانے سے روک دیا جس کے نتیجے میں کفار کے ہاتھ بھی نہ اٹھ سکے اور یوں اسی مشرکین مسلمانوں کے قبضے میں آگئے اور ان کو گھیر کر قید کر لیا گیا اور یوں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو کفار پر فتح بخشی۔

آیت ۲۵

خلاصہ مضمون :- کفار نے مسلمانوں کو عمرہ کرنے اور خانہ کعبہ کی زیارت سے روک دیا۔ قربانی کے جانوروں کو منیٰ میں ذبح کرنے کے بجائے حدیبیہ میں ذبح کیا گیا۔ دراصل اس موقع پر جنگ کرنے میں سخت لڑائی ہوتی اور وہ مسلمان جو مکے میں تھے ان کے شہید ہونے کا امکان تھا اس لئے صلح میں ہی حکمت تھی۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ

وہی لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا تم کو مسجد

وہی لوگ جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا

حرام سے اور قربانی روکی گئی

حرام (خانہ کعبہ) سے روکا اور قربانی بھی کر روکی گئی

اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ط وَلَوْ لَا رِجَالٌ

اس سے کہ پہنچے جگہ اپنی اور اگر نہ ہوتے مرد

اپنی جگہ پر پہنچنے سے اور اگر مومن مرد اور

مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ

ایمان والے اور عورتیں ایمان والیاں کہ نہ

مومن عورتیں نہ ہوتیں جو کہ تمہارے

تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ

نہ جانا تم نے ان کو کہ تم پیس ڈالتے ان کو پس پہنچتی تم کو ان سے

علم میں نہ تھے کہ تم ان کو روند ڈالتے پھر تمہیں ان کی طرف سے

مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ

خرابی بغیر علم کے تاکہ داخل کرے اللہ بیچ

بے خبری کی وجہ سے خرابی پہنچتی تاکہ اللہ اپنی رحمت

رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

رحمت اپنی کے جس کو چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے

میں جس کو چاہے داخل کرے اگر وہ لوگ ایک جانب ہو جاتے

لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾

البتہ عذاب دیتے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک

تو ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا سخت عذاب دیتے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
صَدُّوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی صَدَّا۔ صَدُّوْا صَدٌّ مصدر روکنا	انہوں نے روکا
اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	مرکب توصیفی	خانۂ کعبہ
اَلْهَدْیَ	هَدْیَةٌ	قربانی کے جانور
مَعْكُوْفًا	اسم مفعول واحد عَكَفَ۔ يَعْكُفُ۔ عَكْفًا۔ عَاكِف۔ مَعْكُوْفٌ	روکا ہوا
تَطَؤُا	صیغہ جمع مذکر حاضر تَطَاءُ۔ يَطَاءُ۔ وَطْأً روندنا تَطَؤُ۔ تَطَؤُانِ۔ تَطَؤُوْنَ۔ ھم کے ساتھ مل کر تَطَؤُ ہو گیا	تم روند ڈالو
مَعَرَّةٌ	اسم	خرابی
تَزَيَّلُوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی تَزَيَّلَ۔ تَزَيَّلَا تَزَيَّلُوْا مصدر تَزَيُّل	علیحدہ ہو گئے
لَوْ تَزَيَّلُوْا	لو۔ حرف شرط	اگر وہ ایک طرف ہو جاتے
عَذَّبْنَا	صیغہ جمع متکلم ماضی عَذَّبْتُ۔ عَذَّبْنَا	ہم نے عذاب دیا
لَعَذَّبْنَا		البتہ ہم عذاب دیتے
اَلِيْمًا	بروزن صفت مشبہ	الم والا۔ دردناک

حدیبیہ میں امتناع جنگ کا اصل سبب

(تفسیر) حدیبیہ کے موقع پر کفار نے مسلمانوں کے خلاف مسلسل شرارتیں اور ریشہ دوانیاں جاری رکھیں اور مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی زیارت اور عمرہ ادا کرنے سے روک دیا۔ قربانی کے جانوروں

کو بھی منیٰ تک نہ پہنچنے دیا اور مسلمان مجبور ہوئے کہ انہیں حدیبیہ ہی میں ذبح کریں۔ یہ سراسر زیادتی تھی اور عین ممکن تھا کہ جنگ چھڑ جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے مصلحتاً مسلمانوں پر اثبات قلب اور صبر و تحمل نازل فرمایا تاکہ یہ بغیر اشتعال اللہ کی ہدایت کے مطابق معاملات طے کرتے جائیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس موقع پر جنگ جاری ہو جاتی اور مسلمان کامیابی حاصل کر لیتے نیز مکہ بھی فتح ہو جاتا۔ مگر جس مصلحت کے تحت جنگ کو روک دیا گیا تھا وہ یہ تھی کچھ مسلمان مرد اور عورتیں مکہ میں ہی اپنے ایمان چھپائے بیٹھے تھے۔ اس لئے اگر مسلمان مکہ پر پیش قدمی کر دیتے تو عین ممکن تھا کہ کفار و مشرکین مکہ کے قتل کے ساتھ وہاں کے مسلمان بھی نادانستہ طور پر شہید ہو جاتے اور مسلمانوں کو اس اقدام پر سخت افسوس ہوتا۔ دشمن بھی یہ الزام تراشی کرتا کہ مسلمان تو لڑائی کے دلدادہ ہیں خواہ اس میں خود ان کے اپنے عزیز و اقارب ہی کیوں نہ ان کے اپنے ہاتھوں مارے جائیں۔ ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ جلد ہی کفار مکہ ہر طرف سے مایوس و بےبس ہو کر بغیر مزاحمت ہتھیار ڈالنے والے تھے۔ اسی طرح یہ سب اسلام قبول کر کے اللہ کی رحمت میں داخل ہونے والے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر امتناع جنگ ہی بہتر تھا۔ البتہ اگر وہ مسلمان کفار مکہ سے الگ ہو جاتے تو جنگ میں کچھ حرج نہ ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ ان کفار و مشرکین کو دردناک عذاب میں مبتلا کرتا۔

آیت ۲۶

خلاصہ مضمون :- کفار مکہ نے حدیبیہ کے سلسلے میں جذبات سے کام لیا۔ ناشائستہ امور کا ان سے ارتکاب ہوا لیکن مسلمانوں نے تقویٰ سے اس کا جواب دیا جو ان کے شایان شان تھا اور یہ باتیں کافروں کو کہاں نصیب تھیں۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

جب رکھی ان لوگوں نے جو کافر ہوئے بیچ (میں) دلوں اپنے کے کدورت

جس وقت کہ ان لوگوں نے جو کافر تھے اپنے دلوں میں تعصب کو جگہ دی

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى

تعصب نادانی کا پس اتارا اللہ نے اطمینان اپنا اوپر

(اور) تعصب بھی جاہلیت کا تو (اس وقت) اللہ نے اپنے رسول اور

رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ

رسول اپنے کے اور اوپر ایمان والوں کے اور ضروری قرار دی ان پر

مومنین پر اپنی طرف سے اطمینان نازل کیا اور ان کے لئے

كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ

بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ زیادہ حقدار ساتھ اس کے اور

تقویٰ کی بات کو لازم قرار دیا اور وہ ہی اس کے زیادہ حقدار اور اہل

اَهْلَهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

لائق اس کے اور ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا

تھے اور اللہ تو ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
جَعَلَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی جَعَلَ یَجْعَلُ جَعْلًا کر دینا	کر دیا۔ یہاں مراد رکھا۔ جگہ دی
حَمِيَّةَ	جَعَلَ کا مفعول ہے کسی چیز کی حمایت میں ضد کو کام میں لا	ضد کرنا۔ تعصب
جَاهِلِيَّة	اسلام سے پہلے زمانے کو جاہلیت کا زمانہ کہا جاتا ہے	جہالت۔ نادانی۔ بے علمی
اَلْزَمَ	صیغہ واحد مذکر غائب از مصدر الزام بروزن افعال اَلْزَمَ یُلْزِمُ۔ اِلْزَامًا۔ لازم کر دینا	لازم قرار دیا۔ ضروری کر دیا لازم کر دیا۔
تَقْوٰى	اسم۔ متقی۔ پرہیزگار	گناہوں سے بچنا
اَحَقّ	اسم تفضیل واحد از حق	زیادہ حقدار

مسلمانوں کا تقویٰ اور کفار کی ہٹ دھرمی

(تفسیر) حدیبیہ کے سلسلے میں کفار مکہ نے نہایت تعصب اور وہ بھی جاہلیت کے تعصب سے کام لیا اور نادانی سے پیش آئے ۔ نادانی بھی ایسی کہ مسلمانوں کو عمرہ نہ کرنے دیا ۔ یہ بھی کہ اگر کوئی مسلمان مکے سے مدینہ پہنچ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے ۔ اگلے سال عمرہ کیا جائے ۔ بِسْمِ اللّٰہ نہ لکھی جائے مُحَمَّد رَّسُولُ اللّٰہ کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے ۔ یہ سب باتیں کفار کی طرف سے جاہلیت اور تعصب کی تھیں ۔ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب باتیں مان لیں اور مسلمانوں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ۔ اور اسی پر ان کے دل مطمئن ہو گئے اور اللہ سے ڈر کر اور اس تقوے کی بنا پر جو مسلمانوں کے لئے اللہ نے مخصوص کر دیا تھا ۔ اصحاب رسول اللہ نافرمانی کرنے سے مجتنب رہے اور کعبے کے ادب پر نہایت ثابت قدمی سے قائم رہے اور کیوں نہ تقویٰ اختیار کرتے کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ماننے والے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ سچے اور سچے متقی اور پرہیز گار لوگوں کی جماعت ہی ایسے اشتعال انگیز حالات میں اپنے دلوں پر قابو پا سکتی ہے ۔ اور حقیقتِ اسلام اور مومن کی اصلی فطرت بھی یہی ہے کہ اپنے مالک حقیقی کا حکم سن کر خواہ اس کے جذبات کے مخالف ہی کیوں نہ ہو اپنی عزت و ذلت خودداری اور بے خودی کو بالائے طاق رکھ کر سر تسلیم خم کر دے ۔ اسی کا نام ہے اور مسلمان ہی اس تقوے اور توحید کے حقدار اور اہل ہو سکتے ہیں ۔

آیت ۲۷

خلاصہ مضمون :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ ہم خانۂ کعبہ میں داخل ہو رہے تھے ۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے اگلے سال حضور نے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کیا ۔ سر منڈوایا اور احرام کھول دیا ۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ

البتہ سچ دکھایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب جبکہ

البتہ اللہ نے اپنے رسول کو سچ خواب دکھایا ہے

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

البتہ تم داخل ہو رہو گے مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے

کہ تم ضرور خانۂ کعبہ میں اگر اللہ نے چاہا داخل ہو گے

اٰمِنِيْنَ لا مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لا

امن کے ساتھ بال مونڈتے ہوئے سروں اپنے کے اور کتروانے ہوئے

آرام کے ساتھ منڈواتے ہوئے اور کتروانے ہوئے اپنے سروں کو

لَا تَخَافُوْنَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ

بے کھٹکے پھر جانا جو نہ جانا تم نے پس کر دی

بے خوف کہ اس کو معلوم تھا جو تمہیں معلوم نہ تھا پھر

مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا (۲۷)

ورے اس سے فتح قریب

اس نے اس کے ورے قریب کی فتح مقرر کر دی

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
صَدَقَ	صیغہ واحد مذکر غائب۔ ماضی از مصدر صَدَقَ سچ بولنا۔ صادق۔ اسم فاعل	سچ بولا۔ یہاں مراد سچ کر دکھایا

الفاظ	گرائمر	معانی
اَللّٰهُ رَسُوْلَهُ	ہیں اللہ صَدَقَ کا فاعل اور رسول مفعول ہے	اللہ نے اپنے رسول کا
رُؤْيَا	اسم	خواب ۔ سپنا
لَتَدْخُلُنَّ	صیغہ واحد مذکر حاضر لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ فعل مضارع	اللہ ضرور داخل ہو گے تم
مَسْجِدَ الْحَرَامِ	حرمت والی مسجد	خانہ کعبہ
اٰمِنِيْنَ	اٰمِنٌ اسم فاعل کی جمع از اَمِنَ ۔ يَاْمَنُ ۔ اِمْنًا	امن کی حالت میں
مُحَلِّقِيْنَ	جمع مُحَلِّقٌ کی ۔ حلق کے معنی بال مونڈنا	بال مونڈتے ہوئے ۔
مُقَصِّرِيْنَ	جمع مُقَصِّرٌ کی قصر سے بال کترنا	بال کترتے ہوئے ۔

آنحضرت صلعم کا خواب دخول مسجد حرام کے متعلق

(تفسیر) سورت کے شروع میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ ہم مکے میں داخل ہو رہے ہیں اور بال منڈوا کر اور یا کتروا کر احرام سے حلال ہو رہے ہیں چنانچہ یہ خواب دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیان فرمایا ۔ اتفاق سے اسی سال عمرے کا ارادہ فرمالیا اور پندرہ سو صحابہ بھی ساتھ ہو لئے ۔ مگر نتیجہ یہ نکلا کہ کفار نے عمرہ کرنے اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا ۔ حضورؐ اور صحابہؓ واپس لوٹے ۔ صحابہؓ نے یہ خیال قائم کر لیا تھا کہ اسی سال عمرہ کریں گے ۔ چنانچہ بعض اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان سے مکے میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا کہ اسی سال کریں گے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں ۔ حضور نے فرمایا تو عمرہ ادا ہو کر رہے گا ۔ یقیناً امن و امان سے مکہ مکرمہ پہنچو گے اور بیت اللہ کا طواف کرو گے ۔ اور تم میں سے احرام سے حلال ہونے کے لئے کوئی بال منڈوائے گا اور کوئی کتروائے گا ۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد کسی قسم کا کھٹکا نہ رہے گا ۔ چنانچہ ۷ھ میں حضور مع اصحاب امن و امان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے عمرہ کیا اور بال منڈوا کر اور کتروا کر احرام سے باہر ہوتے اور اس طرح اللہ نے اپنے رسول کو جو خواب دکھایا تھا وہ بالکل یقین کے ساتھ تھا جو پورا ہوا ۔ رہا انشاء اللہ کے لفظ فرمانا

تو یہ تاکید اور یقین کے لئے ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے علم یقینی کے ساتھ جس کو وہی جانتا ہے خواب کی تعبیر پوری کردی جس کی تاخیر میں بے حد مصلحتیں تھیں اور اس سے پہلے ایک قریب کی فتح یعنی فتح خیبر سے سرفراز فرمایا جسے فتح مبین کہا گیا ہے۔

آیت ۲۸

خلاصہ مضمون :۔ اللہ نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ بندے ہدایت حاصل کریں اور آپ کا دین سب دینوں پر غالب آجائے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی

وہ جس نے بھیجا رسول اپنا ساتھ ہدایت

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین

وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ

اور دین حق کے تاکہ اوپر رکھے اس کو اوپر دین

دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ

كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾

کل کے اور کافی ہے اللہ گواہ۔

عطا کرے اور اللہ ہی حق ثابت کرنے والا کافی ہے۔

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
یُظْهِرَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع از باب افعال بر وزن اظہار ظاہر کرنا۔ غالب کرنا	غالب کرے۔ بلند کرے اوپر کرے۔

الفاظ	گرائمر	معانی
شَهِیْدًا	بروزن فعل شَہِدَ یَشْہَدُ - شَہَادَۃً گواہی دینا بروزن فعیل - صفت مشبہ	گواہی دینے والا - محافظ نگرانی کرنے والا - حق ثابت کرنے والا۔

دینِ اسلام سب دینوں پر غالب رہے گا

(تفسیر) اس آیت میں اللہ رب العالمین نے دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے - ایک تو یہ کہ جو دین حضور پُرنور کو عطا ہوا ہے وہ ہی اب سیدھا اور سچا دین ہے اور اپنے احکام - اصول عقائد اور نظام حیات کے اعتبار سے نہایت درست اور حیثیت سے نہایت مستحکم ہے دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ چنانچہ سب نے دیکھ لیا کہ اسلام کس طرح عرب پر چھا گیا اور مشرکین عیسائی اور یہودیوں کے دین سب اس کے سامنے جھک گئے۔ اور سینکڑوں برس تک اس دین کو اللہ نے سب دینوں پر غالب کیا۔ اس دین کو ماننے والوں نے دوسرے اہل مذاہب پر صدیوں تک نہایت شان و شکوہ کے ساتھ حکومت کی اور قرآن کے احکام کا اجرا رہا اور آئندہ بھی ایک وقت آئے گا کہ یہی دین محمدی ہر طرف چھا جائے گا اور اسی کی حکومت ہوگی اور جہاں تک حجت اور دلیل کا تعلق اس کے اعتبار سے دین اسلام ہمیشہ فتحیاب ہوا اور تمام غیر مذاہب کے علماء، علمائے اسلام کے سامنے شکست کھا کر بھاگے ہیں ۔ بہر حال یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ خود اس دین کی صداقت اور سچائی کا گواہ ہے اور وہی اپنے فضل سے دین اسلام حق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۲۹

خلاصہ مضمون :- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کفار کے مقابلے میں بھاری اور سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے۔ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی وجہ سے نشانات ہیں۔ وہ عبادت سے اللہ کی رضامندی کے طلب گار ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ

محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ ساتھ ہیں اس کے زورآور ہیں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر

عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا

اوپر کافروں کے رحمدل ہیں آپس میں تو دیکھے گا ان کو رکوع کرتے ہوئے

بھاری ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں تو انہیں رکوع کرتے

سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ

سجدہ کرتے ہوئے ڈھونڈتے ہوئے فضل اللہ کا اور رضامندی

اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا (کہ) وہ اللہ کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ

نشانی ان کی بیچ (ہیں) چہروں ان کے سجدوں کے نشان سے ہے

ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے سبب نشان نظر آتا ہے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی

وہ مثل ان کی بیچ (ہیں) توریت کے ہے اور مثل ان کی بیچ (ہیں)

وہ ان کی صفت توریت میں اور ان کی صفت انجیل

الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ

انجیل کے نکالی اس نے سوئی اپنی پس مضبوط کی کمر اس کی

میں ہے جس طرح کر نکالا اس نے اپنی سوئی کو پھر اس کو مضبوط بنایا

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ

پھر موٹی ہوئی پھر سیدھی ہو گئی اوپر تنے اپنے کے دل کھلاتی ہے

پھر موٹا کیا پھر سیدھی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی کہ کاشتکاروں

الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ

کاشتکاروں کا تاکہ غصہ دلائے ساتھ ان کے کفار کو وعدہ کیا

کے دلوں کو کھلا دیتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کفار کو جلن میں ڈال دے۔ وعدہ کیا

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

ان سے بخشش کا اور اجر بڑے کا

ان سے بخشش کا اور بڑے اجر کا

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اَشِدَّآءُ	جمع شدید کی جیسے خلیل کی جمع	سخت۔ بھاری۔ زور آور
رُحَمَآءُ	جمع رحیم کی۔ بہت رحمدل	رحم دل۔ نرم دل
رُكَّعًا	جمع راکع کی	رکوع کرنے والے
سُجَّدًا	جمع ساجد کی	سجدہ کرنے والے
يَبْتَغُوْنَ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع۔ طلب کرنا يَبْتَغِيْ يَبْتَغِيَانِ۔ يَبْتَغُوْنَ	طلب کرتے ہیں

الفاظ	گرامر	معانی
سِيْمَا	اسم	نشانی ۔ علامت
وُجُوْهُ	جمع وَجْهُ کی	چہرے
شَطْأُ	اسم	نوک دار باریک تنکا سوئی
اِسْتَغْلَظَ	صیغہ واحد فعل ماضی مصدر اِسْتِغْلَاظ باب اِسْتِفْعَال	غلیظ ہوا ۔ موٹا ہوا
اٰزَرَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی	مضبوط کیا ۔ طاقتور بنایا
اِسْتَوٰی	صیغہ واحد مذکر ماضی مصدر اِسْتِوَاءٌ پورا ہونا، برابر ہونا	پورا ہوا ۔ کھڑا ہوا ۔ بلند ہوا
سُوْق	جمع ساق کی	پنڈلی ۔ نال ۔ تنہ
يُعْجِبُ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی مصدر اعجاب ۔ باب افعال اَعْجَبَ ۔ يُعْجِبُ ۔ اِعْجَاب	حیرانی میں ڈالا ۔ خوش کیا
زُرَّاعَ	جمع زارع کی	کاشتکار ۔ کسان
يَغِيْظَ	غَاضَ ۔ يَغِيْظ ۔ غَيْظًا صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع ۔ غصّے میں ڈال دینا	غصّہ دلائے ۔ جلائے

اصحابِ رسول آپس میں مہربان اور کفار پر بھاری ہیں

(تفسیر) صلح حدیبیہ کی اہمیت اپنی جگہ نہایت ہی دقیق تھی ۔ اس موقع پر دراصل ایک طرف اللہ تعالیٰ دوسری طرف کفار تھے ۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے محمد صلّی اللہ علیہ وسلم نے دستخط کئے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے ان کے رسول ہونے پر مہر لگا کر اپنا قائم مقام اور نمائندہ ثابت کر رہے ہیں کہ محمد رسول ہیں ۔ نیز وہ اور ان کے صحابی کی نشان یہ ہے کہ وہ آپس میں نہایت مہربان اور رحمدل ہیں اور اس کے برعکس کفار کے مقابلے میں نہایت سخت گیر اور شدید ہیں ۔ یہ دوسری بات ہے کہ کفار کے ساتھ انسانیت کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہایت خوش اخلاق ہیں لیکن دین کے معاملے میں وہ کفار پر قطعاً نرمی یا ڈھیل سے کام نہیں لیتے ۔ یہ دونوں شانیں باہمی رحمدلی اور کفار کے مقابلے میں شدت کی صلح حدیبیہ کے موقع میں ظہور میں آ رہی تھیں ۔

ان کی دوسری شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ رکوع اور سجود میں منہمک۔ خالص اللہ کا فضل حاصل کرنے کے لئے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ ریاکاری ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ نمازوں میں منہمک ہونے کے باعث ان کی پیشانیوں سے نور چمکتا ہے۔ گویا دل میں نور ایمانی کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر چہروں پر جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ کی یہ نشانی کتب سابقہ توریت و انجیل میں بھی موجود ہے حتیٰ کہ وہ اہل کتاب جو منصف مزاج تھے وہ صحابہ کی یہ شان اور اسلامی ادائیں دیکھ کر یہ پکار اٹھتے تھے کہ یہ تو مسیح کے حواری ہیں۔

شروع شروع میں اسلام کا ظہور ہوا تو اس وقت ظاہر ہے کہ ابتدا بھی جس طرح کھیتی کی سوئی نکلتی ہے اور وہ ابتداءً کمزور ہوتی ہے۔ یہی حال اسلام کا تھا یکے بعد دیگرے لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے اور یہ اسلام کی کھیتی مضبوط۔ پختہ اور پروان چڑھتی گئی۔ عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی اور عہد مرتضوی میں اس کی شان بڑھتی چلی گئی۔

اس آیت میں تمام صحابہ کی تعریف اور شان بیان کی گئی بالخصوص اصحاب رضوان کی جو حدیبیہ کے موقع پر حضور پرُنور کے ہمراہ تھے۔ بہرحال اسلام کی کھیتی اپنے قدموں پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور اس کی رونق ایسی دلربا تھی کہ جس طرح لہلہاتی ہوئی کھیتی کو دیکھ کر کاشتکار کا دل کھل پڑتا ہے یہی حال اسلام کی کھیتی کی رونق کا ان صحابہ کے ذریعہ ہوا۔ مگر کفار کی آنکھیں اسلام کی اس چمک کی تاب نہ لاسکیں اور شپرہ کی طرح چندھیا گئیں۔ اسلام کی ترقی نے کفار کو حسد کے انگاروں پر لوٹنے کے لئے مجبور کر دیا اور وہ جل اٹھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے اور جو اچھے کام کرتے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا اتنا سچا ہے کہ اس سے زیادہ کوئی وعدے کا سچا نہیں ہو سکتا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا اللہ سے قول میں زیادہ سچا اور کون ہو سکتا ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ اور اس سے وعدے کا پورا کرنے والا زیادہ کون ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان اور عمل صالح کی توفیق ارزانی فرمائے اور اپنی مغفرت اور اجر عظیم سے شاد کام فرمائے۔ آمین۔

سورۃ الحجرات

تعارف: یہ قرآن پاک کی ۴۹ ویں سورت ہے اور ۲۶ ویں پارے میں واقع ہے اس میں کل ۱۸ آیات اور رکوع ہیں۔

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کا نام حجرات اس کی چوتھی آیت سے ماخوذ ہے۔ حجرات جمع ہے حجرۃ کی جس کے معنی کوٹھڑی یا چھوٹا کمرہ ہیں۔ آیت مذکورہ میں ازواج مطہرات کے حجروں کا ذکر ہے جن کے باہر کھڑے ہو کر عرب بدو آنحضرت کو گستاخانہ لہجے میں پکارنے لگے اور انہیں آداب معاشرت سکھائے گئے۔ اس واقعہ کی اہمیت کے پیش نظر پوری سورت کا نام "حجرات" رکھا گیا۔

زمانہ نزول: یہ سورۃ مدنی ہے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ۹ھ میں نازل ہوئی جبکہ فتح مکہ کے بعد عربوں کے وفود قبول اسلام کے لئے دربار نبوی میں حاضر ہو رہے تھے اور انہیں آداب معاشرت سکھانے کی ضرورت تھی۔

شان نزول: اس زمانے میں بنو تمیم کے کچھ بدو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ وہ اس حال میں آئے تھے کہ قحط کے ہاتھوں جانوں پر بنی تھی اور ان کا مقصد یہ تھا کہ حضور اکرمؐ سے مدد حاصل کریں۔ انہوں نے مسجد نبوی میں آکر اور ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر کھڑے ہو کر آنحضرتؐ کو نہایت بے ادبی سے پکارنا شروع کیا۔ پھر جب آپؐ تشریف لائے تو انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتایا اور کہا کہ "ہم نے بے چون و چرا اور بغیر مقابلہ کئے آپؐ کی اطاعت کی۔ لہٰذا ہم امداد کے مستحق ہیں۔" اس پر یہ سورت نازل ہوئی جس میں انہیں بالخصوص اور باقی مسلمانوں کو بالعموم بارگاہ رسالت اور اسلامی معاشرے کی آداب تعلیم دیئے گئے ہیں۔

مضامین: اس سورۃ کا مرکزی مضمون آداب معاشرت ہے۔ ان آداب کو دو حصوں میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق آنحضرتؐ کی ذات سے ہے اور دوسرے جو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں ہیں۔ ان کی تفصیل یوں ہے:-

۱۔ **بارگاہ رسالت کے آداب:** ابتدائی آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس

کے رسولؐ کا احترام پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے فیصلوں کا انتظار کیا کرو اور اپنی طرف سے جلد بازی نہ کیا کرو۔ نیز حضور اکرمؐ کے سامنے بلند آواز سے نہ بولا کرو۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضورؐ اندر تشریف رکھتے ہوں تو آوازیں نہ دو بلکہ آپؐ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو اور کلام میں شائستگی اختیار کرو۔ آنحضرتؐ کے فیصلوں کو دل و جان سے قبول کرو ورنہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔

۲۔ **اسلامی معاشرے کے آداب:** کسی کی خبر پر تصدیق کئے بغیر پیش قدمی مت کر دیا کرو۔ اگر مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو صلح کرا دیا کرو۔ حقارت کے ارادے سے کسی کا مذاق نہ اڑاؤ۔ نیز بُرے ناموں اور بُرے القاب سے کسی کو یاد نہ کرو۔ بدگمانی سے بچو۔ غیبت نہ کرو۔ دوسروں کی باتیں معلوم کرنے کے لئے تجسس میں نہ پڑو۔ معزز ہونے کا معیار اللہ کے نزدیک صرف تقویٰ ہے۔ امارت اور خاندانی بزرگی ہرگز نہیں ہے۔ اجر کے لئے صرف ایمان و عمل میں اللہ اور رسولؐ کے سامنے عاجزی و انکساری پیدا کرو کیونکہ تمہارا کوئی کام بھی اللہ اور رسولؐ پر احسان نہیں ہے بلکہ تمہاری اپنی بھلائی کے لئے ہے۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے جس نے تمہیں ہدایت کی توفیق عطا کی۔

غرضیکہ ایک اچھے معاشرے کے لئے جو اصلاحی اصول ہو سکتے ہیں وہ اس سورت میں بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

آیت : ۱

خلاصۂ مضمون: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل ذکرہ کے فیصلوں اور احکام کا انتظار کہ وہ کسی معاملے میں کیا فرماتے ہیں۔ تم پیش قدمی مت کرنا اور خلافِ ادب بات کرنے سے ڈرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ

اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت آگے بڑھو تم درمیان

اے ایمان والو اللہ اور اس کے

يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

دونوں ہاتھ اللہ اور اس کے رسول کے اور ڈرو تم اللہ سے

رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرو

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے

یقیناً اللہ سنتا ہے جانتا ہے

الفاظ ۔ گرائمر ۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
لَا تُقَدِّمُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ فعل نہی ۔ از مصدر تَقْدِیْم ۔ پیشقدمی کرنا ۔ آگے بھیجنا ۔ پیش پیش ہونا ۔ قَدَّمَ یُقَدِّمُ تَقْدِیْم ۔ لَا تُقَدِّمُوْا فعل نہی جمع حاضر	مت آگے بڑھو
بَیْنَ یَدَیْ	بین ۔ درمیان ۔ یَدَیْ تثنیہ ید ۔ بمعنی ہاتھ	دونوں ہاتھوں کے درمیان مراد سامنے
اِتَّقُوْا	صیغہ جمع امر حاضر واحد اِتَّقِ ۔ مصدر اِتِّقَاء ۔ ڈرنا ۔ پرہیز کرنا ۔	ڈرو تم
سَمِیْعٌ	صفت مشبہ	سننے والا
عَلِیْمٌ	صفت مشبہ	جاننے والا

اللہ اور رسولؐ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیئے

(تفسیر) اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس معاملے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آنے کی توقع اور امید ہو وہاں جلد بازی سے اپنی رائے پیش کرنا بے ادبی ہے ۔ ایسے مواقع پر خاموشی سے انتظار کرنا چاہیئے کہ اللہ اور اس کا رسول کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں ۔ اپنی خواہشات نفسانی اور خیالات کو پس پشت ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو کان لگا کر غور سے سنو اور ان کے فرمانے سے پہلے خود بولنے کی جرأت مت کرو ۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام سے بڑھ کر صحیح اور عمدہ فیصلہ کسی کا نہیں ہو سکتا اور یوں بھی اپنے بزرگوں اور داناؤں کے سامنے بڑھ کر بات کرنا خلاف ادب ہے ۔ اور خلافِ ادب بات کرنے سے اللہ سے ڈرنا چاہیئے وہ ہر بات کو سنتا اور جانتا ہے ۔

خلاصہ مضمون :۔ مسلمانوں کو آنحضورؐ کی آواز سے اپنی آوازوں کو بلند

اساتذہ اور والدین کے ساتھ بھی کلام کرنے میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیئے ورنہ سب تعلیم بیکار ہے۔

آیت ۳

خلاصۂ مضمون:۔ جو لوگ نرم آوازوں سے حضورؐ کے دربار میں کلام کرتے ہیں وہ پرہیزگار ہیں اور ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ	یَغُضُّوْنَ	اَصْوَاتَهُمْ
بیشک جو لوگ	نیچی رکھتے ہیں	آوازیں اپنی
یقیناً جو لوگ	اپنی	آوازوں کو

عِنْدَ	رَسُوْلِ اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ	الَّذِیْنَ
پاس	رسول اللہ کے	وہ	لوگ ہیں
رسولؐ اللہ کے پاس	نرم رکھتے ہیں	وہی	لوگ ہیں

امْتَحَنَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ	لِلتَّقْوٰی ط
امتحان لیا	اللہ نے	دلوں ان کے کا	واسطے تقویٰ کے
کہ اللہ نے	ان کے	دلوں کا	ادب کے لیے امتحان لیا ہے

لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّ	اَجْرٌ	عَظِیْمٌ ﴿۳﴾
واسطے ان کے	بخشش ہے	اور	اجر	بڑا
ان کے لیے	بخشش	اور	بڑا	بدلہ ہے

الفاظ - گرامر - معانی

الفاظ	گرامر	معانی
یَغُضُّوْنَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع غَضَّ نیچی رکھتے ہیں یَغُضُّ۔ غَضّاً نیچی رکھنا۔ یَغُضُّ۔ یَغُضَّان پست رکھتے ہیں یَغُضُّوْنَ	نرم رکھتے ہیں
عِنْدَ		پاس۔ نزدیک۔
اِمْتَحَنَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی۔ مصدر امتحان امتحان لیا۔ جانچا جانچنا اِمْتَحَنَ۔ یَمْتَحِنُ۔ اِمْتِحَاناً	خالص کیا
تَقْوٰی	اِسم	ڈر۔ پرہیز۔ خوف

حضورؐ کے سامنے آہستہ بولنا تقویٰ ہے

(تفسیر) گزشتہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز کو کلام کرتے وقت بلند کرنا جس طرح آپس میں بے باکی سے بولتے ہیں خلاف ادب اور اعمال حسنہ کے ضائع ہو جانے کا سبب ہے لہذا جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نرمی اور پست آوازی سے بات کرتے ہیں وہ متقی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ایسے بندوں کا امتحان لیا ہے اور ان کو تقویٰ اور ادب کے زیور سے آراستہ کر دیا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے تقوے کو آزما کر دلوں کو پرکھ لیا ہے کہ ان کے دل کہاں تک ادب اور تقوے سے آراستہ ہیں اور ایسے ہی لوگوں کے لیے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس سے بھی زیادہ بڑا اجر قیامت میں ملے گا جس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت ۴-۵

خلاصہ مضمون :- جو لوگ گھروں کے پیچھے سے آپؐ کو آوازیں دے کر

بلاتے ہیں وہ ناسمجھ ہیں۔ ان کو انتظار کرنا چاہیئے تھا تاکہ آپؐ
نکلتے اور پھر وہ لوگ آپؐ سے ملتے اور یہی بہتر تھا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ

بیشک جو لوگ ندا دیتے ہیں آپکو پیچھے سے

یقیناً جو لوگ آپؐ کو حجروں کے پیچھے سے

الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَ

حجروں کے اکثر ان کے نہیں عقل رکھتے ہیں اور

پکارتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے اور

لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

اگر تحقیق وہ صبر کرتے حتیٰ کہ نکلتے آپؐ طرف ان کی

اگر وہ لوگ انتظار کرتے تا آنکہ آپؐ ان کے پاس

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤

البتہ ہوتا بہتر واسطے ان کے اور اللہ بخشنے والا رحم والا ہے

آتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
يُنَادُوْنَ	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع نَادٰى ينادِي۔ يُنَادِيَانِ۔ يُنَادُوْنَ	پکارتے ہیں۔ ندا دیتے ہیں۔ آواز دیتے ہیں
وَرَآءَ		اس طرف۔ پیچھے
حُجُرَاتٌ	جمع حُجْرَةٌ کی	کمرہ

الفاظ	گرامر	معانی
مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ		حجروں کے پیچھے سے
صَبَرُوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی صَبَرَ۔ صَبَرَا۔ صَبَرُوْ۔ صَبْرًا۔ صبر کرنا	انہوں نے صبر کیا
لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا		اگر وہ صبر کرتے
تَخْرُجُ	صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع خَرَجَ۔ يَخْرُجُ۔ خَرْجًا نکلنا	آپؐ نکلتے

حضورؐ کو آواز دینے کے بجائے آپؐ کی باہر تشریف آوری کا انتظار کرنا چاہیئے

(تفسیر) اس آیت میں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ ایک اور ادب کی بات بتائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی تمیم آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ملنے کے لیے آئے اور آکر انہوں نے حجرۂ مبارکہ کے پیچھے سے آواز دینی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بالخصوص اور سب لوگوں کو عموماً نصیحت فرمائی کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے حجرے میں ہوں تو آوازیں نہ دیا کرو۔ بلکہ اطلاع کر دیا کرو اور پھر حضورؐ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کیا کرو۔ بنی تمیم کو بھی یہی مناسب تھا کہ وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے اور اتنی دیر صبر کرتے کہ حضور اندر سے اطلاع پا کر باہر تشریف لے آتے اور پھر گفتگو فرماتے۔ کیا معلوم حضورؐ کس کام میں مصروف ہیں۔ کیا عجب ہے کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ بہر حال بنی تمیم نے حجروں کے اس طرف سے حضور کو پکارنا شروع کیا اور کہا "یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَيْنَا" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس باہر آ جائے۔ یہ کہنا ایک قسم کی بے ادبی تھی لیکن یہ غلطی دراصل ناسمجھی

اور کم عقلی کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ جو ایک گونہ معاف ہے۔ بہرحال آنحضور کو تمام اُمت کے درد کا احساس اور خود اپنے مشاغل نبوت کا پاس ہے لہذا اگر اس طرح سے ہر کس و ناکس جب چاہے آکر پکار نے لگے تو پھر آپؐ کے لیے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہو جائے۔

آیت ۶

خلاصۂ مضمون:۔ اگر کوئی برا آدمی کوئی خبر کسی کو سناتے تو پہلے اس کو اچھی طرح جانچ لو مبادا تم غلطی کر بیٹھو اور پھر پچھتانا پڑے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ

اے	وہ لوگو کہ	ایمان لائے اگر	آئے	تمہارے پاس
اے	ایمان	والو	اگر	تمہارے پاس

فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا

کوئی گنہگار	ساتھ خبر کے پس	تحقیق کر لو	کہ	تم جا پڑو کسی قوم پر
کوئی بدکار	خبر لے کر آئے	تو تحقیق کر لیا کرو	ایسا نہ ہو کہ	تم کسی قوم پر

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿٦﴾

ساتھ نادانی کے	پس ہو تم	اوپر	اس چیز کے کہ تم نے کی	نادم
بے جانے جا پڑو	اور	اپنے کیئے	پر	پچھتاؤ

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
جَاءَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف	وہ آیا
إِنْ جَاءَ		اگر آئے

الفاظ	گرامر	معانی
فَاسِقٌ		بدکار گنہگار
نَبَأٌ	نبی خبر دینے والا	خبر
تَبَيَّنُوْا	صیغہ جمع امر حاضر تَبَيَّنَ ۔ تَبَيَّنًا ۔ تَبَيَّنُوْا ۔	تحقیق کر لیا کرو
اَنْ تُصِيْبُوْا	اصاب ۔ يُصِيْبُ اَصَابَةً ۔ جا لینا ۔ حملہ کرنا ۔	حملہ کر بیٹھو
تُصْبِحُوْا	اَصْبَحَ ۔ يُصْبِحُ ۔ اِصْبَاحًا ۔ ہو جانا	تم ہو جاؤ ۔

بدکار کی خبر پر بغیر تحقیق یقین مت کرو

(تفسیر) اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ معمولی معمولی باتوں سے بعض اوقات بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ کوئی فتنہ پرداز بدکار کوئی جھوٹی خبر بیان کرے اس لیے اس فتنے کے دروازے کو بند کرنے کے لیے رب العالمین نے فرمایا کہ کسی بدکار کی خبر کا اسوقت تک یقین مت کرو جب تک کہ اس کی تحقیق نہ کر لو ۔ ذرا سوچو تو سہی یونہی کسی غیر معتمد کی غلط بات پر یقین کر کے تم ان لوگوں پر چڑھ دوڑو جن کے خلاف اس فاسق نے آکر جھوٹی خبر دی ہے تو اس صورت میں تم ان کے خلاف حملہ کر بیٹھو اور پھر پتہ چلے کہ وہ بات غلط تھی اس لیے اسوقت تمھارا سر ندامت سے جھک جائے لہذا تحقیق کر لینا چاہیئے ۔

آیت ۔ ۸

خلاصہ مضمون :۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری ہر بات کو مان لیا کریں تو دشواری پیش آجائے ۔ اس لیے ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ حضورؐ کی اطاعت کرو ۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ط

اور	جان لو	کہ تحقیق	تم	میں	رسول	اللہ	ہیں
اور	جان لو	کہ بے شک	تم	میں	اللہ	کے	رسول ہیں

لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اگر اطاعت کریں تمہاری یعنی مانیں بہت سے معاملات کے البتہ تم تنگی میں گھر جاؤ

اگر وہ تمہاری بہت سی باتوں میں اطاعت کرنے لگیں تو تم تنگ ہو جاؤ

وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَ

اور لیکن اللہ نے پیارا بنایا طرف تمہاری ایمان کو اور

ولیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو پیارا بنایا اور

زَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

سجایا اسے بیچ دل تمہارے اور ناگوار ٹھہرایا طرف تمہارے کفر بدکرداری و بداعمالی

اسے تمہارے دلوں میں مزین کیا۔ اور تمہارے لیے ناگوار ٹھہرانا کفر اور بداعمالی اور نافرمانی کو

وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴿٧﴾

اور گناہ کو وہی ہیں وہ ہدایت پر چلنے والے

بنایا وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٨﴾

فضل اللہ سے اور نعمت اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کی وجہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اِعْلَمُوا	صیغہ امر حاضر۔ اِعْلَمْ۔ اِعْلَمَا۔ اِعْلَمُوْ۔ عِلْمًا۔ جاننا	جان لو
عَنِتُّمْ	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل ماضی عنت یعنت عَنَتًا تنگ جانا۔ تنگ ہو جانا	تنگ ہو جاؤ / تنگ جاؤ

الفاظ	گرامر	معانی
حَبَّبَ	صیغہ واحد مذکر فعل ماضی از مصدر تفعیل ۔ حَبَّبَ یُحَبِّبُ ۔ تَحْبِیْبًا ۔ محبوب بنانا	محبوب بنایا ۔ پیارا بنایا
زَیَّنَ	صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی زَیَّنَ ۔ یُزَیِّنُ تَزْیِیْنًا مزین کرنا ۔ خوبصورت کرنا	خوبصورت بنایا مزین کیا ۔
كَرَّهَ	صیغہ واحد مذکر غائب ماضی ۔ كَرَّهَ ۔ یُكَرِّهُ تَكْرِیْهًا ۔ مکروہ بنایا ۔ برا بنایا	
فُسُوق		بداعمالی
عِصْیَانُ		نافرمانی
رَاشِدُون	جمع راشد کی	ہدایت یافتہ ۔ راست رو

اطاعتِ رسول تقاضا ایمان ہے

(تفسیر) اس آیت میں ایک اور ادب کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا کسی مشورے اور تجویز کو عملی جامہ نہ پہنائیں اور تمہاری رائے پر عمل نہ کریں تو اس بات کا برا نہ مناؤ ۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر ہمارا رسول تمہاری ہر بات کو ماننے لگے تو اس صورت میں دین میں بڑی خرابی پیدا ہو جائے گی اور دین کا تمام نظام خراب ہو کر رہ جائے گا ۔ پیغمبر کا کام تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر چلے نہ یہ کہ تمہاری خواہشات پر چلے ۔ الحاصل یہ کہ تمہیں حق کے احکام اور پیغمبر کے فرمان پر چلنا چاہیئے نہ کہ حق کو اپنی خواہش کے تابع بناؤ ۔ اور پھر بات یہ ہے کہ اگر تمہاری رائے پر چلا جائے گا تو ہر کوئی اپنی خواہش کی تکمیل کی کوشش کرے گا تو پیغمبر کس کس کی بات پر عمل کرے گا ۔ اس لیے تمہیں خداوند تعالےٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے تمہارے دلوں میں ایمان کو پیارا بنا دیا اور کفر سے نفرت پیدا کر دی جن کے نتیجے میں تم سے یہ توقع ہے کہ تم ایسی بیہودہ باتوں کی طرف نہ جاؤ گے کہ پیغمبر کو اپنی خواہشات پر چلاؤ ۔ بھلا جس جگہ لوگوں میں اللہ کا رسولؐ موجود ہو وہاں کس کی خواہش اور رائے کو کیا دخل ہو سکتا ہے ۔

آج بھی اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے احکام موجود ہیں لہذا اپنی خواہشات پر چلنے کی اب بھی اجازت نہیں۔ ہاں اللہ ہر شخص کو جانتا ہے اور اس کی استعداد کا علم رکھتا ہے لہذا اپنی حکمت کے مطابق وہی صورت حال پیدا کرتا ہے جو جس کے لائق ہو۔ اور یہ اس کا فضل و کرم ہے۔

آیت ۹ - ۱۰

خلاصۂ مضمون:- مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں لہذا اگر ان میں لڑائی ہو جائے تو آپس میں صلح کرا دو۔ لیکن اگر کوئی نا انصافی سے دوسرے پر دست درازی کردیں تو ان کا مقابلہ کرو تا آنکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف آجائیں

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا

اور اگر دو گروہ ایمان والوں میں سے لڑیں پس صلح کرا دو

اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان دونوں کے

بَيْنَهُمَا ج فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى

دونوں کے درمیان پس اگر بغاوت کرے ایک دونوں میں سے اوپر

درمیان صلح کرا دو لیکن اگر کوئی ان دونوں میں سے دوسرے

الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ

دوسرے کے پس لڑو اس سے جو بغاوت کرتا ہے حتیٰ کہ واپس آئے

پر چڑھا چلا جائے تو تم سب اس شخص سے لڑو جو چڑھ آیا ہے یہاں تک کہ

اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا

طرف حکم اللہ کے پس اگر پھر آیا پس صلح کرا دو

وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آئے پس اگر وہ واپس آگیا تو ان دونوں

بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

دونوں کے درمیان ساتھ انصاف کے اور انصاف کرو بیشک اللہ

کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو یقیناً اللہ

يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ

دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو سوا اس کے نہیں کہ ایمان والے

انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے بجز اس کے نہیں کہ مومن

اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

بھائی ہیں پس صلح کرا دو درمیان دونوں بھائیوں اپنے کے اور ڈرتے رہو اللہ سے

بھائی ہیں لہذا اپنے دونوں بھائیوں میں صلح کرا دو اور اللہ سے ڈرتے رہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع

تاکہ تم رحم کیئے جاؤ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
طَآئِفَتٰنِ	تثنیہ طائفہ	دو گروہ
اِقْتَتَلُوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی از مصدر اقتتال بر وزن افتعال	آپس میں لڑیں
اَصْلِحُوْا	صیغہ جمع حاضر فعل امر از مصدر اصلاح بر وزن افعال	اصلاح کرو۔ صلح کرادو

نہیں کرنا چاہیئے بلکہ نرم آواز سے بات کرنی چاہیئے ورنہ اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ

اے وہ لوگو ایمان لائے مت بلند کرو آوازوں اپنی کو

اے ایمان والو تم اپنی آوازوں کو نبی

فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ

اوپر آواز نبی کے اور نہ زور سے بولو اس سے

کی آواز سے اونچی مت کرو اور نہ اس طرح زور

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ

ساتھ قول مثل زور سے بولنے بعض تمہارے کے واسطے بعض کے یہ کہ

سے بولو جس طرح تم میں سے بعض بعض سے بولتے ہیں

تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ⑵

ضبط ہو جائیں عمل تمہارے اور تم نہ شعور کرو

ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل اکارت ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
لَا تَرْفَعُوْا	فعل نہی صیغہ جمع حاضر۔ رفع۔ یَرْفَعُ۔ رَفْعًا امر حاضر۔ اِرْفَعْ۔ فعل نہی۔ لَا تَرْفَعْ۔	مت بلند کرو
اَصْوَات	جمع صوت۔ لَا تَرْفَعُوْا کا مفعول ہے	آوازیں
فَوْقَ	تحت کی ضد	اوپر

الفاظ	گرائمر	معانی
لَا تَجْهَرُوْا	فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ جَهَرَ - يَجْهَرُ - جَهْرًا - تڑخ کر بولنا۔	مت تڑخو۔ مت چلاؤ
تَحْبَطَ	صیغہ واحد مونث حاضر۔ حَبَطَ۔ يَحْبِطُ حَبْطًا اکارت ہو جانا	اکارت ہو جائیں بیکار ہو جائیں
اَعْمَال	جمع عمل کی۔ کام۔ تَحْبَطَ کا فاعل واقع ہے	سب کام
لَا تَشْعُرُوْنَ	صیغہ جمع مذکر حاضر مصدر شُعُوْرٌ۔ خبر ہونا شعور ہونا۔	تمھیں خبر بھی نہ ہو پتہ بھی نہ چلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند مت کرو

(تفسیر) اس آیت میں یہ ادب سکھلا دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب بیٹھا ہو تو کلام کرتے وقت آواز کو سرکار دو عالم کی آواز سے بلند کرو یعنی کلام میں شور کی سی کیفیت پیدا نہ ہو جاتے۔ اس لیے کہ کسی بزرگ کسی استاد۔ کسی پیر و مرشد کے سامنے ان کی آوازوں سے اپنی آوازوں کو بلند کرنا گستاخی ہے۔ لہٰذا حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آواز سے زیادہ اونچی آواز میں بولنا قطعی گستاخی ہے اور اس کا انجام ظاہر ہے کہ تمھارے اعمال بیکار ہو کر رہ جائیں گے اور دامن اچھے اعمال سے خالی ہو جاتے گا۔ گویا کہ کوئی کہ کوئی نیک کام کیا ہی نہ تھا۔ لہٰذا جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلفی میں گفتگو کرتے ہو اور آواز کی بلندی کا خیال نہیں رہتا اس طرح حضورؐ کی خدمت میں بیٹھ کر بلند آوازوں سے کلام نہ کرو۔

یہی ادب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی حدیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہ آداب ملحوظ رہنے چاہئیں۔ اور آپ کے بعد خلفاء۔ صحابہ۔ علمائے ربانی اور اولوالامر کے ساتھ ہونا چاہیئے کیونکہ ادب انسان کا بہترین جوہر ہے۔ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ اور حضور کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے سے تو ایمان ہی ضائع ہو جاتا ہے

الفاظ	گرامر	معانی
بَغَتْ	صیغہ واحد مونث غائب فعل ماضی از مصدر بَغْیٌ۔ بغی۔ بَغْیًا۔ بَغْوٌ۔ بَغَتْ۔	بغاوت کی چڑھ آیا
اِنْ بَغَتْ		اگر چڑھ آئے
تَفِیْءَ	صیغہ واحد مونث غائب۔ فعل مضارع۔ فاء یفیٔ۔ فَیْئًا۔ یفیٔ۔ یفیئان۔ یفیئون۔ تفیٔ تفیئان۔	واپس آجائے
اَقْسِطُوا	صیغہ جمع امر حاضر مصدر اقساط از باب افعال	انصاف کرو
اِخْوَۃٌ	جمع اخٌ کی	بھائی لوگ
اَخَوَی	تثنیہ اخٌ کا	دو بھائی

اصلاح بین المومنین

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ مدینے میں انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں عارضی اور وقتیہ ہنگامے سے متعلق ہے۔ حضورؐ نے اسی آیت کے مطابق دونوں میں صلح کرادی۔ اس آیت کے ماتحت ایک عام حکم بھی دے دیا گیا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہوں یا دو آدمیوں میں لڑائی ہو یا پھوٹ پیدا ہو جائے تو مسلمانوں کو تماشہ نہیں دیکھتے رہنا چاہیئے۔ بلکہ ان کے درمیان صلح کرادینی چاہیئے۔ لیکن اگر ایک فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو سب کو مل کر مظلوم کا ساتھ دینا چاہیئے تاکہ مسلمانوں کی برادری کے مظلوم کی حمایت میں متفق ہو جانے سے اس کے حوصلے پست ہو جائیں اور مظلوم کی مدد ہو جائے۔ جب ظالم ہتھیار ڈال دے اور صلح کی طرف آجائے اور اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکا دے تو دونوں میں پورے انصاف اور عدل سے کام لے کر صلح کرادو۔ ایسا نہ ہو کہ جس نے زیادتی کی ہے اس سے نفرت کا جذبہ تمہیں جادۂ عدل سے ہٹا دے۔ اسی طرح ظالم کے مرتبہ اور وجاہت کی جانبداری کا خیال آجائے اور مظلوم فریق سے ناانصافی ہو جانے

بہرحال دونوں میں ملاپ کرادو اور انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مسلمان آپس میں اسلامی بھائی ہیں اور یہ اسلامی اتحاد کے خلاف ہے کہ ان کو لڑتا دیکھ کر خاموش ہو رہو کیونکہ اس سے اتحاد میں جو اسلام کی روح ہے خلل پیدا ہو جاتے گا ہاں اس بات سے ڈرتے رہو کہ کسی کے ساتھ ناانصافی ہو جائے۔

آیت ۱۱

خلاصۂ مضمون: کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیئے اور کسی کا ایسا نام بھی نہیں رکھنا چاہیئے جس سے وہ چڑ جائے اور کسی کو عیب بھی نہیں لگانا چاہیئے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن

اے وہ لوگو جو ایمان لائے نہ تمسخر کرے کوئی قوم کسی قوم

اے ایمان والو تم میں سے کوئی قوم دوسری

قَوْمٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُونُوا۟ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

سے شاید یہ ہو کہ ہوں وہ بہتر اُن سے اور نہ

قوم کا مذاق نہ اڑائے شاید وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ

نِسَآءٌ مِّن نِّسَآءٍ عَسَىٰٓ أَن يَكُنَّ خَيْرًا

عورتیں عورتوں سے شاید یہ ہو کہ ہوں اچھی

عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں شاید وہ ان سے بہتر

مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَلَا

ان سے اور نہ عیب لگاؤ نفسوں اپنے کو اور نہ

ہوں آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور نہ ایک دوسرے

تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الْاِسْمُ

نام رکھو ساتھ برے القاب کے برا ہے نام

برے نام ڈالو ایمان کے بعد

الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ج وَمَنْ لَّمْ

گنہگاری کا بعد ایمان کے اور جس نے نہ کی

فسق کا نام رکھنا برا ہے اور جس نے توبہ

يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾

توبہ پس وہ لوگ وہی ظالم ہیں

نہ کی تو وہ لوگ بے انصاف ہیں

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
لَا يَسْخَرْ	سخر۔ یسخر۔ سخراً۔ تمسخر کرنا۔ مذاق اڑانا۔	تمسخر نہ کرے ٹھٹھا نہ کرے پھبتی نہ کسے
لَا تَلْمِزُوْا	صیغہ جمع حاضر فعل نہی لمز۔ یلمز۔ لمزاً عیب لگانا۔ طعنہ دینا۔ اَلْمِزْ۔ لَا تَلْمِزْ	مت طعنہ دو عیب مت لگاؤ
لَا تَنَابَزُوْا	صیغہ جمع مذکر حاضر فعل نہی تنابز۔ یتنابز۔ تنابز از باب تفاعل برا نام ڈالنا	برے نام مت ڈالو
لَمْ يَتُبْ	صیغہ واحد مذکر منفی فعل مضارع بلم بمعنی ماضی منفی	توبہ نہ کی تائب نہ ہوا

طعنہ زنی۔ عیب چینی اور برا نام دینے کی ممانعت

جب دو گروہوں میں جنگ ہوتی ہے تو ایک دوسرے کا مذاق اور تمسخر کیا جاتا ہے۔ پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔ طعنہ زنی کی جاتی ہے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالے جاتے ہیں۔ چڑانے کے لیے ایسے القاب اور نام رکھے جاتے ہیں جن سے جذبات مجروح ہوں لہذا باہمی اتحاد اور صلح کے لیے یہ ضروری ہے کہ کوئی ایک دوسرے پر پھبتی نہ کسے۔ طعنہ زنی نہ کرے۔ عیب نہ نکالے۔ برے القاب اور اسماء سے نہ پکارا جائے۔ گویا یہ نصائح اور احکام فرما کر معاشرے میں لڑائی کے باعث جو مذموم حرکات ظہور میں آتی ہیں ان کا سدباب کر دیا گیا ہے۔ ایسی باتوں سے رکنے کے باعث صلح وصفائی میں زیادہ دقتیں پیش نہیں آتیں۔ بھلا سوچو تو سہی کسی کے برے نام یا فاسق۔ یا فاجر وغیرہ کہہ کر پکارنے سے اپنے اخلاق کو ہی خراب کرنا ہے۔ مومن کو ایمان لے آنے کے بعد ایسے برے ناموں سے پکارنا خود گناہ ہے تاہم اگر پہلے اس قسم کی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے تو اب توبہ کر لو۔ اگر توبہ نہ ہو گی تو دراصل اب یہی لوگ بے انصاف ٹھہریں گے۔

آیت ۱۲

خلاصہ مضمون:۔ کسی سے بدگمانی مت کرو۔ کسی کے حالات کی جاسوسی میں مت لگو۔ غیبت مت کرو۔ اللہ سے ڈرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ

اے لوگو	جو	ایمان لائے اجتناب کرو تم	بہت	بدگمانی

اے ایمان والو۔ بہت سی بدگمانیوں سے

الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا

سے	بیشک	بعض	بدگمانیاں	گناہ ہیں	اور نہ کرو تم جاسوسی

بچتے رہو یقیناً بعض گمان گناہ ہیں اور تم بھید نہ ٹٹولو

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ

اور نہ غیبت کرے بعض تمھارا بعض کی کیا محبوب رکھتا ہے کوئی تمھارا

اور تم سے کوئی کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات

اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَ

یہ کہ کھائے وہ گوشت بھائی اپنے مردہ کا کہ مکروہ سمجھتے ہو تم اس کو

کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے کہ تم کو اس سے گھن آتی ہے اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

ڈرو تم اللہ سے بیشک اللہ توبہ کا قبول کرنے والا بڑا رحم والا ہے

تم اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
اِجْتَنِبُوْا	صیغہ جمع مذکر امر حاضر اِجْتَنِبْ۔ اِجْتَنِبَا۔ اِجْتَنِبُوْا۔ معدر اِجْتِنَاب۔ پرہیز کرنا	بچتے رہو تم اجتناب کرتے رہو تم۔
اِثْمٌ	اسم	گناہ
لَا تَجَسَّسُوْا	فعل نہی جمع حاضر تَجَسَّسْ مصدر سے لَا تَجَسَّسْ۔ لَا تَجَسَّسَا۔ لَا تَجَسَّسُوْا	مت جاسوسی کرو کھوج مت نکالو بھید مت ٹٹولو
لَا يَغْتَبْ	غیبت سے کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ اگر سامنے کہی جائے تو برا منائے۔	کوئی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرے
كَرِهْتُمُوْ	كَرِهَتْ۔ كَرِهْتُمَا۔ كَرِهْتُمُوْا۔ كُرْهًا۔ مکروہ سمجھنا۔ گھن کرنا	گھن کرو تم مکروہ سمجھو تم

الفاظ	گرامر	معانی
توابٌ	بروزن فَعَّالٌ صیغہ مبالغہ اور بغیر مبالغے کے بھی آتا ہے۔	بہت توبہ کو قبول کرنے والا۔ یا صرف توبہ کو قبول کرنے والا

بدگمانی، غیبت اور تجسّس کی ممانعت

(تفسیر) گزشتہ آیات میں باہمی اتفاق اور صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ جب مسلمانوں میں نا اتفاقی ہو تو ان میں صلح کرا دینی چاہیئے، اب ایسی چیزوں کا پتہ دیا گیا ہے جنکے باعث مسلمانوں میں پھوٹ پڑتی ہے اور ایک شخص یا ایک فریق دوسرے شخص اور فریق سے درگمانی کرنے لگتا ہے۔ حتی کہ ہر معاملے میں دوسری طرف سے بدگمانی ہی بدگمانی ہو جاتی ہے اور پھر باہم تہمتیں تراشنا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر نہ صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ مخالف پارٹی کے حالات اور راز ٹٹولنے اور پتہ چلانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایک دوسرے کی برائیوں سے زبان کو آلودہ کیا جاتا ہے کہ اگر وہ سن لے تو اسکو سخت ناگوار ہو۔ حالانکہ کسی مسلمان کی غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا جس سے انسان گھن اور نفرت کرتا ہے اس لیے غیبت نہایت ہی قبیح حرکت ہے۔ لہذا ان امور سے بچو گے تو آپس میں تفرقہ اور پھوٹ پیدا نہ ہوگی لہذا معاشرے کی اصلاح کا ان امور سے بچنا نہایت موثر ثابت ہو سکتا ہے۔ اور ان امور سے بچنے کا سب سے بڑا حربہ تقویٰ ہے۔ اللہ سے بندہ ڈرے تو ان امور کا ارتکاب نہ کرے اور اگر پہلے ان امور کا ارتکاب کر چکا ہے تو آئندہ کے لیے توبہ کرے۔ اگر توبہ سچے دل سے کرے تو پھر خداوند تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمائیں گے کیونکہ وہ مہربان اور رحم والا ہے۔

آیت ۱۳

خلاصۂ مضمون :۔ خاندان اور ذات پات تو باہمی تعارف کے لیے ہے۔ سید۔ شیخ ہونا کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ اللہ کے نزدیک تو وہ شخص زیادہ معزز ہے جو زیادہ متقی ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى

اے لوگو ہم نے پیدا کیا تم کو مرد اور عورت سے

اے لوگو ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا کیا

وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط

اور کیا ہم نے تم کو مختلف شعبوں اور قبیلوں میں تاکہ تمھارا تعارف رہے

اور تمھاری مختلف شاخیں اور قبیلے بنا دئے ہیں تاکہ تمھاری پہچان رہے

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ

بیشک زیادہ کریم تم میں نزدیک اللہ کے زیادہ تقویٰ والا ہے تمھارا یقیناً

یقیناً تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے

اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

اللہ جاننے والا خبر والا ہے

یقیناً اللہ جاننے والا اور خبردار ہے

الفاظ۔ گرامر۔ معانی

الفاظ	گرامر	معانی
خَلَقْنَا	صیغہ جمع متکلم ماضی مصدر خلق پیدا کرنا خَلَقْتُ خَلَقْنَا	ہم نے پیدا کیا
ذَكَرٍ	اسم	مذکر۔ مرد۔ نر
اُنْثٰى	اسم	مونث۔ عورت۔ مادہ
شُعُوْبًا	جمع شعبہ کی۔ بمعنی گھاٹی۔ درجہ۔ شاخ	یہاں مراد ذاتیں۔ خاندانی شاخیں

الفاظ	گرامر	معانی
قَبَائِلَ	جمع قبیلہ کی	کنبے۔ خاندان۔ قبیلے
اَتْقٰی	اسم التفضیل	زیادہ متقی

اللہ کو وہ شخص زیادہ معزز ہے جو زیادہ متقی ہے

تفسیر:۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص پر پھبتی کسنے، اس کا مذاق اڑانے، عیب جوئی کرنے کا سبب تکبر اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہوتا ہے۔ اور لڑائی کی وجہ خاندانی بزرگی ہوتی ہے۔ لیکن اگر دماغ سے غرور کو نکال دیا جائے اور اس کی جگہ انکساری آجائے تو مذکورہ بالا تمام بداخلاقیوں کا آسانی سے استیصال ہو جاتا ہے اس لیے معاشرے اور شخصی اصلاح کے لیے یہ تصور پیش کیا گیا کہ اپنے آپ کو سید شیخ۔ مغل یا پٹھان سمجھ کر دوسرے لوگوں کو ذلیل سمجھنا سخت نادانی ہے۔ پست لوگوں کے ساتھ نفرت نہایت جہالت ہے، یہ صدیقی۔ عثمانی۔ فاروقی۔ سید اور شیخ اور موچی جولاہے وغیرہ سب ایک ہی آدم اور حوا کی اولاد میں رہا قبائلی فخر یہ کوئی چیز نہیں نسلی شاخیں اور قبائل تو آپس میں امتیاز کے لیے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ شخص زیادہ مکرم۔ معزز اور محترم ہے جو سب سے زیادہ متقی۔ پرہیزگار اور گناہوں سے سب سے زیادہ بچنے والا ہے۔ اسلام نے اسی کو معیار شرافت و بزرگی قرار دیا ہے تاکہ ہر شخص تقوے اور پرہیزگاری میں کوشش کر کے اللہ کے نزدیک معزز بن سکے۔ رہا تقوے کا معاملہ تو وہ دل سے متعلق ہے۔ اور دل کی باتوں سے اللہ تعالے خوب واقف اور باخبر ہے۔

آیت ۱۴

خلاصۂ مضمون:۔ ایمان تو دل سے کسی چیز کے اعتقاد کرنے کا نام ہے فقط زبان سے مومن کہہ دینے سے مومن نہیں ہوتا۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا

کہا گاؤں کے گنواروں نے ایمان لائے ہم کہہ دیجئے نہیں ایمان لائے تم

گنوار لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ کہیئے کہ تم مومن نہیں بنے

وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ

ولیکن تم کہو اسلام لائے ہم اور ابھی نہیں داخل ہوا ایمان

لیکن تم کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی تمہارے دلوں میں

فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بیچ دلوں تمہارے کے اور اگر اطاعت کرو تم اللہ اور رسول اس کے کی

ایمان رچا نہیں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

نہ کاٹ لیگا تم سے تمہارے اعمال میں سے کچھ بیشک اللہ

تو تمہارے اعمال میں سے وہ کچھ بھی تو کم نہ کریگا یقیناً اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

بخشنے والا رحم والا ہے

معاف کرنیوالا مہربان ہے

الفاظ۔ گرائمر۔ معانی

الفاظ	گرائمر	معانی
اَعْرَابُ	جمع عرب کی	بدو لوگ۔ دیہاتی اجاڑ۔ گنوار

الفاظ	گرائمر	معانی
لَا يَلِتْ	لَاتَ ۔ يَلِيْتُ ۔ لَيْتًا ۔ گھٹانا ۔	نہ گھٹائیگا
اَعْمَال	جمع عمل کی	مراد نیک کام
غَفُوْرٌ	اللہ کا اسم صفاتی	بخشنے والا
رَحِيْمٌ	اللہ کا اسم صفاتی	رحم کرنے والا

مومن کے اخلاق عمدہ ہوتے ہیں

تفسیر:۔ یہاں پر ایمان کی ایک خاص صفت بیان فرماتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں ایمان راسخ ہو جائے اور دل کو احاطہ کرے تو پھر اس سے ہر قسم کی بد اخلاقی کی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔ وہ نہ کسی پر پھبتی کستا ہے۔ نہ کسی کی برائی کرتا ہے۔ نہ کسی پر بدگمانی کرتا اور نہ تہمتیں تراشتا ہے نہ کسی کے راز ہائے سربستہ کی جاسوسی میں پڑتا ہے یہ بدو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی مومن ہوتے کہ تمھارے دل میں ایمان رس بس اور گھل مل جاتا تو اس قسم کی حرکتیں ظہور میں نہ آتیں۔ ہاں تم امنا کے بجائے اسلمنا کہو یعنی ہم بظاہر مسلمان ہو گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی تمھارے دلوں میں جڑیں قائم نہیں ہوئیں۔ لہذا اگر تم اب بھی اطاعت اختیار کرو گے اور فرمانبرداری کی راہ پر چلو گے تو گزشتہ کوتاہیوں کی وجہ سے تمھارے عمل میں سے کچھ وضع نہ کیا جائے گا یعنی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ ان کوتاہیوں کو خدا تعالیٰ بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

آیت ۱۵ تا ۱۸

خلاصہ مضمون:۔ مومن اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لاکر جان و مال سے جہاد کرتا ہے اور وہی سچا مومن ہوتا ہے۔ اور ...

ایمان لانا بھی اللہ کا احسان ہے۔ اس لیے ایمان لانے پر اللہ پر احسان نہیں کرنا چاہیئے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اس کے سوا نہیں کہ مومن لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے ساتھ اللہ اور رسول اس کے کے

بجز اس کے نہیں کہ ایمان والے لوگ وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

پھر نہ کیا شبہ انہوں نے اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے

اور ان کو کوئی دغدغہ نہ رہا اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جانوں اپنے کے بیچ راہ اللہ کے وہی لوگ وہ ہیں

اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہی لوگ (در اصل) سچے مومن

الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ

سچے کہہ دیجئے کیا جتلاتے ہو تم اللہ کو ساتھ دینداری اپنی کے

ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وہ تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جانتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ

اور اللہ ساتھ ہر چیز کے جاننے والا ہے احسان رکھتے ہیں اوپر آپ کے

اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے وہ لوگ آپ پر احسان دھرتے ہیں

اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ

کہ وہ اسلام لائے کہہ دیجئے مت احسان رکھو تم اوپر میرے اسلام اپنے کا

کہ وہ اسلام لے آئے کہہ دیجئے تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ دھرو

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

بلکہ اللہ احسان رکھتا ہے اوپر تمہارے کہ ہدایت دی تم کو واسطے ایمان کے

بلکہ اللہ تم پر احسان کرتا ہے کہ تم کو ایمان کی راہ سمجھائی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اگر ہو تم سچے بے شک اللہ جانتا ہے

اگر تم سچے (مومن) ہو یقیناً اللہ آسمانوں

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ

غیب آسمانوں کا اور زمین کا اور اللہ

اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اللہ تو

بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

دیکھنے والا ہے ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو

جو کچھ تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

الفاظ - گرامر - معانی

الفاظ	گرامر	معانی
لَمْ يَرْتَابُوْا	صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع جحد بلم۔ اِرْتَابَ، يَرْتَابُ اِرْتِيَابًا۔ شک کرنا۔ يَرْتَابُ۔ يَرْتَابًا۔ يَرْتَابُوْ	نہ شک کیا انہوں نے
جَاهِدُوا	صیغہ جمع مذکر فعل ماضی۔ جَاهَدَ۔ جَاهَدَا۔ جَاهِدُوا۔ مصدر مجاھدۃ۔ کوشش کرنا	جہاد کیا انہوں نے کوشش کی انہوں نے
لَا تَمُنُّوا	صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فعل نہی۔ مَنَّ۔ يَمُنُّ۔ مَنًّا۔ احسان دھرنا	احسان مت کرو تم احسان مت دھرو تم
هَدَاكُم	هدى صیغہ واحد مذکر غائب۔ فعل ماضی هَدَى يَهْدِي۔ هَدْيًا ہدایت دینا	تم کو ہدایت دی تم کو دین کا سیدھا رستہ بتایا
غَيْب	اسم	پوشیدہ بات جو کسی کو معلوم نہ ہو

سچے مومن وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں

تفسیر:۔ گزشتہ آیت میں دیہاتیوں کا ذکر تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کی برائی، غیبت، طعنہ زنی اور ان پر پھبتی کستے اور یہ بداخلاقیاں نتیجہ تھیں ایمان کی کمزوری کا۔ گویا وہ لوگ مسلمان تو تھے لیکن مومن نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں فرماتے ہیں کہ سچے مومنین کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر پختہ طور پر دل سے ایمان لاتے ہیں کہ (ا) کی کسی تہ میں ایمان کے بارے میں کوئی شبہ اور دغدغہ نہیں رہتا۔ خالص ایمان ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ کی راہ میں جان اور مال سے جہاد کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں یہ سچے مومن ہونے کی نشانی ہے۔

پھر سچے مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے اسلام لانے کا اللہ اور اس کے رسول پر احسان نہیں

کرتا ۔ بخلاف ان کے کہ یہ گنوار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ تم مجھ پر ایمان لانے کا احسان مت کرو ۔ بلکہ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمھیں ایمان لانے کا راستہ سمجھایا ۔ اگر تم سچے مومن ہو تو اللہ کا احسان مانو ۔ وہ تمھاری سب باتوں اور دل کی کیفیت کو جانتا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی مخفی اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور تمھارے اعمال پر بھی اس کی پوری نظر ہے ۔

تاریخِ اسلام

(خلافتِ راشدہ)

سنہ ۱۱ھ تا سنہ ۴۱ھ

بمطابق

سنہ ۶۳۲ء تا سنہ ۶۶۱ء

خلافتِ راشدہ

جناب رسُولِ خداؐ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بالترتیب مسلمانوں کے خلیفہ اور ملّتِ اسلامیہ کے امیر مقرر ہوئے۔ ان چاروں جلیل القدر صحابہ نے رسالتمآبؐ کے نقشِ قدم پر چلنے اور نظامِ حکومت کو اسلامی اصولوں کے مطابق سرانجام دینے کی کوشش کی۔ اس لئے ان کو خلفائے راشدین اور ان کے عہدِ حکومت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں۔

خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ٦٣٢ء تا ٦٣٤ء بمطابق ١١ھ تا ١٣ھ

خلافت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ٦٣٤ء تا ٦٤٥ء بمطابق ١٤ھ تا ٢٣ھ

خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ٦٤٥ء تا ٦٥٦ء بمطابق ٢٤ھ تا ٣٥ھ

خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سنہ ٦٥٦ء تا ٦٦١ء بمطابق ٣٥ھ تا ٤٠ھ

ابتدائی حالات :- حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور صدیق و عتیق القاب
تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر آپ کا نام عبدالکعبہ تھا جسے بعد میں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے بدل کر عبداللہ تجویز فرمایا۔ آپ قریش کی ایک مشہور شاخ قبیلہ تیم بن مرہ سے تعلق رکھتے تھے
چھٹی پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا تھا۔ والد کا نام ابوقحافہ
عثمان بن عامر اور والدہ کا نام امّ الخیر سلمیٰ بنت صخر تھا۔

حضرت ابوبکرؓ ۵۷۲ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رسول اللہؐ سے دو سال چھوٹے
اور بچپن ہی سے آپ کے گہرے دوست تھے۔ آپ ہمیشہ سے پاکباز، ایماندار، سخی اور
خوش اخلاق تھے۔ آپ نیکی، پرہیزگاری، دیانتداری اور راست بازی کے باعث "صدیق"
کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ جب جوان ہوئے تو کپڑے کا کاروبار کرنے لگے اور
ایک دولتمند تاجر کی حیثیت سے قریش میں نمایاں اثر و رسوخ کے مالک ہوئے۔ آپ کو زمانہ
جاہلیت کے فضول اشغال سے نفرت تھی۔ عام لوگوں میں ان کی دانائی اور معاملہ فہمی بہت
مشہور تھی۔ اسی وجہ سے آپ اکثر قاضی اور سفیر کے فرائض سر انجام دیتے رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو ابوبکر صدیقؓ بالغ مردوں

ہیں پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ایمان لانے کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ساری عمر گذار دی اور آپ کے رفیق خاص رہے۔ اسلام کیلئے جان و مال نثار کرنے میں سب سے آگے رہے۔ دعوت و تبلیغ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس راہ میں جسقدر بھی مصائب و مشکلات آئیں ان سب کا بڑی خندہ پیشانی اور جرأت سے مقابلہ کیا۔ ان کی کوششوں سے ان کے بہت سے دوست احباب ایمان لے آئے جن میں حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت بلالؓ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان اسقدر پختہ تھا کہ حضورؐ کی ہر بات پر بلا غور و فکر ایمان لے آتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ میری بات سن کر سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے اور عمل کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ بات حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت ابوبکر صدیقؓ آنحضرتؐ کے ساتھ تھے اور تین روز تک آپؐ کے ساتھ رہے۔ اس دوران پیش آنے والی بیشمار تکالیف برداشت کیں۔ آپ تمام غزوات میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب رہے۔ اور کسی موقع پر بھی جانی و مالی قربانیوں سے دریغ نہ کیا جنگِ حنین کے موقعہ پر آپ نے گھر کی ہر چیز لاکر آنحضرتؐ کے قدموں پہ ڈھیر کر دی۔ آپ کی بیٹی حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کے حرم میں تھیں۔ آپ نے اپنی دولت کا زیادہ حصہ اسلام کی اشاعت اور ترقی پر خرچ کیا۔ مسجد نبویؐ کیلئے زمین خرید کر دی۔

۹ھ میں مسلمانوں کا جو قافلہ حج کیلئے گیا تو آپ اس کے امیر مقرر کئے گئے تھے آپ نے حکم کے مطابق مناسکِ حج لوگوں کو سکھائے۔ حجتہ الوداع کے موقعہ پر بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ حج کے بعد جب آنحضرتؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہی، امامت کے فرائض سرانجام دینے کیلئے کہا جو ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔ بیماری کے دوران ایک روز جب حضورؐ کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی تو آپؐ آہستہ آہستہ مسجد نبوی تشریف لے گئے اُسوقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے لیکن آنحضرتؐ نے انہیں روکا اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ اُسوقت مدینہ سے باہر ایک بستی میں تشریف فرما تھے۔ جب واپس آئے تو مسجد نبوی کے دروازے پہ بڑا ہجوم تھا حضرت عمرؓ پر عجیب حالت طاری تھی اور وہ جوش و اضطراب میں کہہ رہے تھے کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ فوت ہو گئے ہیں تو میں اُسے قتل کر دوں گا۔ آپ یہ سُن کر سیدھے حضورؐ کے مکان پر پہنچے اور واپس آکر لوگوں سے کہا:۔

"اے لوگو! اگر تم محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو بیشک وہ فوت ہو چکے ہیں اور اگر تم خدا کو پوجتے تھے تو بیشک وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا"

اس کے بعد آپ نے سورہ آل عمران کی ایک آیت پڑھی کہ محمدؐ تو صرف اللہ کے رسولؐ ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول ہو گزرے ہیں۔ آپ کی یہ باتیں سُن کر حضرت عمرؓ کو حضورؐ کی وفات کا یقین ہو گیا اور شدتِ غم سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ یہ وقت مسلمانوں پر انتہائی کٹھن تھا اور ڈر تھا کہ منافقین اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ اس موقعہ پر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دانشمندی سے معاملات کو درست کیا اور مسلمانوں کو اپنے حواس قائم رکھنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی کو بھی جانشین یا نائب مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ عام جمہور پہ چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ اپنی پسند کے مطابق کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ لیکن آپؐ کے وصال کے فوراً بعد ہی چند افراد کی غیر ذمہ دارانہ باتوں سے معاملہ ایک پیچیدہ صورت اختیار کر گیا۔

اس وقت مدینہ کے انصار دو قبیلوں میں منقسم تھے ایک اوس اور دوسرے خزرج مدینہ میں خزرج کی اکثریت تھی۔ اس قبیلہ کے سردار سعدؓ بن عبادہ تھے۔ چنانچہ رسول خداؐ کی وفات کے فوراً بعد جبکہ ابھی تجہیز و تکفین کا سلسلہ جاری تھا انصارِ مدینہ کے چند سرکردہ افراد سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر خلافت کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ ان میں خزرج کے رئیس سعدؓ بن عبادہ بھی شامل تھے۔

سقیفہ بنی ساعدہ خزرج کے رئیس سعدؓ بن عبادہ کے مکان کے متصل ایک کھلی چھت والی نشست گاہ تھی جو دارالمشورہ کا کام بھی دیتی تھی۔ اس مقام پہ جمع ہو کر بنی خزرج نے دعویٰ کیا کہ مدینہ میں ان کی اکثریت ہے اور ان کی اسلام کیلئے خدمات دوسروں سے

زیادہ ہیں اس لئے رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہم میں سے ہونا چاہیئے ۔ ان سب کا رجحان سعد بن عبادہؓ کو امیر بنانے کی طرف تھا ۔ سعد بن عبادہؓ نے ایک تقریر بھی کی اور کہا کہ خلافت پر ہمارا حق ہے اور ہم یہ حق ہر قیمت پر حاصل کریں گے ۔ اس امر پر ایک انصاری بولے کہ اگر مہاجرین نہ مانے اور انہوں نے کہا کہ وہ پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وسلّم کے رشتہ دار ہیں اور خلافت پر ہمارا حق ہے تو انہیں ہم کیا جواب دیں گے ۔ اس پر ایک اور انصاری کہنے لگے ۔ اگر یہ بات ہے تو ایک امیر ہم میں سے اور ایک اُن میں سے ہو جائے ۔

انصار کا دوسرا قبیلہ اوس اس کے خلاف تھا ۔ اس طرح اگر ان دونوں قبیلوں میں کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر دیا جاتا تو دوسرے کو ناگوار گذرتا ۔ اور خلافت ایک ایسا مسئلہ تھا جس کے ساتھ اُمّت کا مستقبل وابستہ تھا ۔ اس میں تساہل برتنا منافقین کو من مانی کارروائی کرنے کا موقعہ دینے کے برابر تھا ۔ مسلمانوں میں انتشار و اختلاف کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی بعض انصار کا یہ خیال تھا کہ ایک امیر انصار اور دوسرا قریش میں سے ہونا چاہیئے ۔ اس صورت میں نظامِ حکومت کے درہم برہم ہونے اور ملّتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کا تار پود بکھر جانے کا اندیشہ تھا ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب انصار کے اس اجتماع کی خبر ملی تو آپ فوراً حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو ہمراہ لیکر سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے ۔ وہاں دو خلیفے مقرر کئے جانے پر حضرت عمرؓ اور حباب بن منذر خزرجی کے درمیان سخت کلامی بھی ہو گئی ۔ اس پر حضرت عبیدہؓ نے انصار سے کہا "اسلام کے سب سے پہلے محافظ تم ہی تھے اور اب تم کو اس کی بربادی میں پہل نہیں کرنی چاہیئے" یہ سُن کر ایک انصاری نے کہا "ہم نے جو کچھ اسلام کی ترقی کیلئے کیا ہے وہ سب محض اطاعتِ رسولؐ اور رضائے الٰہی کیلئے کیا ہے جو ہمیں اجر دینے والا ہے" یہ سُن کر انصار خاموش ہو گئے اور اس بات کے حامی ہو گئے کہ خلافت کا حق صرف اہلِ قریش کو ہی ہے ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو بڑی سنجیدگی اور شفقت سے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے سب سے پہلے ان کی اسلامی خدمات کو تسلیم کیا اور ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ موجودہ حالات میں عرب قریش کے علاوہ کسی اور خاندان کی سرداری قبول نہیں کریں گے اور رسولِ خداؐ کی قرابت داری کی وجہ سے ان کا حق بھی فائق ہے ۔ انصار و مہاجرین میں سے بہت سے افراد نے حضرت ابو بکرؓ کے اس بیان کی تائید کی ۔ یہ مرحلہ طے ہو جانے پر کہ خلیفہ قریش میں سے ہوگا دوسرا مرحلہ پیش آیا کہ کس کو منتخب کیا جائے ۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ میں سے کسی ایک کو [illegible] کی پیشکش

کی تجویز پیش کی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ آپ ہم سب میں محترم اور بلند مرتبہ ہیں۔ یہ سن کر تمام حاضرین نے (سوائے سعد بن عبادہ کے) اسی وقت بیعت کر لی اور کسی صحابی نے بھی اس انتخاب کی مخالفت نہ کی۔ حضرت علیؓ نے بھی بعد میں بیعت کی مگر آپ نے ان سے کوئی باز پرس نہ کی۔ دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی اور آپ کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی فہم و فراست سے ملتِ اسلامیہ کے سر سے بھیانک خطرہ ٹل گیا اور حالات بہت جلد معمول پر آ گئے۔

انتخاب کی نوعیت:۔ حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب عین اسلامی طریقوں سے عمل میں آیا۔ یہ انتخاب عربوں کے قدیم رسم و رواج اور دستور کے مطابق تھا۔ عرب اپنے سردار کے انتخاب کے وقت دو باتوں کا خیال رکھتے تھے اول عمر رسیدہ اور تجربہ کار انسان ہو اور دوسرے وہ شجاعت، دیانت، امانت اور عقل و فہم میں بھی ممتاز ہو اور لوگوں میں مقبول ہو۔ حضرت ابوبکرؓ میں یہ سب باتیں موجود تھیں۔ آپ تمام صحابہ میں معمر تھے اور بردباری، استقلال، فہم و فراست، خدا ترسی اور سیاسی تدبر میں ممتاز تھے۔ رسول اللہ کے سچے خادم اور وفادار صحابی تھے اور امورِ سلطنت اور شریعت کے تقاضوں سے پوری طرح واقف تھے۔ وہی اس نازک موقعہ پر اسلامی سلطنت کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے۔

خطبۂ خلافت

سقیفہ بن ساعدہ میں بیعت اور دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت کے بعد آپ نے خطبۂ خلافت ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس میں آپ نے اپنے نصب العین کو بیان کیا جس پر آپ بعد میں کاربند رہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں اگرچہ میں سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو میری اصلاح کرو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق دلاؤں اور تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے

دوسروں کا حق دلاؤں ۔ جب تک میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری فرمانبرداری لازم نہیں۔"

خطبۂ خلافت کی اہمیت :۔ یہ خطبہ اسلامی جمہوریت کی اساس قرار دیا جاسکتا ہے ۔ اس خطبہ میں وہ اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جن پر نہ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عمل کیا بلکہ آنے والے خلفاء کیلئے بھی مشعل راہ کا کام دیتے رہے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے واضح کر دیا کہ :۔

۱۔ اسلامی حکومت عوام کی فلاح و بہبود کیلئے ہوتی ہے ۔ عوام کو اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے اور حکام کی کج روی کو روکنا چاہیئے ۔

۲۔ حکومت کا کام عوام کی حفاظت کرنا ہے تاکہ کوئی کمزوروں پر زیادتی نہ کرسکے ۔ حکومت کو انصاف کے معاملہ میں کسی کے ساتھ ذرّہ بھر رعایت نہیں کرنی چاہیئے ۔

۳۔ اسلامی ریاست میں احکام خداوندی پر عمل ہونا چاہیئے ۔ اگر خلیفہ بھی اُن کو نظر انداز کر دے تو لوگوں پر اس کی اطاعت واجب نہیں ۔

۴۔ دنیا میں وہی قوم عزت کی زندگی بسر کرسکتی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے تیار رہے اور بدکاری سے بچی رہے ۔

زمانۂ خلافت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافت سنبھالتے ہی بڑے نازک مسائل کا سامنا کرنا پڑا ۔ یہ وقت بہت آزمائش کا تھا ۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی ۔ اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے اپنے سیاسی تدبّر اور معاملہ فہمی سے ان مشکلات پر قابو پا لیا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں باغی قبائل کو دائرۂ اسلام میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا ۔ اس کے علاوہ اسلامی فتوحات کا شاندار باب بھی انہیں کے عہدِ خلافت میں شروع ہوا ۔ حضرت ابوبکرؓ کو آغازِ خلافت میں جن بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

۱۔ بیرونی خطرات :۔ جنگِ موتہ کے بعد شمال کی جانب سے شامی سرحدیں بالکل غیر محفوظ ہوگئی تھیں اور کسی وقت بھی بیرونی حملہ ہوسکتا تھا ۔

اس کے علاوہ جنگِ موتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی نہایت اہم معاملہ تھا۔

۲۔ فتنہ ارتداد: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سارے عرب میں پھیلی تو بعض قبائل جن کے دلوں میں اسلام نے پوری طرح گھر نہیں کیا تھا اسلام سے منحرف ہو گئے۔

۳۔ ادائیگی زکوٰۃ سے انکار: بہت سے قبائل ایسے تھے جنہوں نے زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا۔ اگرچہ وہ اسلام کے دیگر ارکان پر پابند تھے لیکن زکوٰۃ کو محکومی تصور کرتے ہوئے اس سے صاف انکار کر دیا۔

۴۔ جھوٹے نبیوں کا ظہور: بہت سے جھوٹے نبی مثلاً طلیحہ، مسیلمہ، اسود عنسی اور سجاح نمودار ہو گئے اور لوگوں کو فریب دے کر اسلام سے برگشتہ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ان مسائل کے حل کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے۔

شہیدانِ موتہ کا انتقام

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری علالت کے دوران شہیدان موتہ کا انتقام لینے کیلئے ایک لشکر تیار کیا تھا جس کا سپہ سالار اپنے آزاد کردہ غلام زید کے سترہ سالہ بیٹے اسامہؓ کو مقرر کیا تھا۔ اس لشکر کو بھیجنے کا مقصد شام کے رومیوں اور عیسائیوں پر واضح کرنا تھا کہ مسلمان جوابی کارروائی کر سکتے ہیں۔ آپ کے انتقال کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لشکر کو روانہ ہونے کا حکم صادر کر دیا۔ یہ وقت بہت نازک تھا۔ باہر سے قبائل کے ارتداد اور بغاوت کی خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں اور مدینہ خود خطرے میں تھا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ لشکر کی روانگی کو ملتوی کر دیا جائے یا اسامہؓ کی جگہ کسی اور تجربہ کار جرنیل کو مقرر کیا جائے۔ مگر آپ نے دونوں باتیں رد کر دیں اور کہا کہ میری جرأت کہاں ہو سکتی ہے کہ میں رسولِ خداؐ کے فرمان میں رتی بھر بھی تبدیلی کر دوں۔ خدا کی قسم یہ لشکر ضرور جائیگا خواہ میں مدینہ میں اکیلا ہی رہ جاؤں۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق یہ لشکر روانہ ہوا۔ اس لشکر میں بہت سے عمر رسیدہ اور تجربہ کار صحابہؓ حضرت اسامہؓ کی کمان میں چل رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ خود اسامہؓ کو مدینہ سے باہر تک چھوڑنے آئے اور مدینہ سے باہر آپ نے اسامہؓ کو بہت سی ہدایات دیں۔ مثلاً:-

" خیانت نہ کرنا ۔ مال نہ چھپانا ، بے وفائی نہ کرنا ، کسی کے اعضا نہ کاٹنا بچوں ، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا ، پھلدار درختوں کو نہ کاٹنا ، کھانے کے علاوہ کسی اور غرض سے جانوروں کو ذبح نہ کرنا ، گوشہ نشین مذہبی رہنماؤں کو تکلیف نہ دینا ، کھانے کو اللہ کا نام لے کر شروع کرنا ، تم کو کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جن کے سروں پر شیطان نے گھونسلا بنا رکھا ہے ان کو تلواروں سے کاٹ دینا ، وہی کرو جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ۔ یاد رہے کہ آپؐ کے حکم کی ذرا بھی خلاف ورزی نہ ہونے پائے "

یہ ہدایات حاصل کر کے حضرت اسامہؓ یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو روانہ ہوئے اور چالیس دن کے بعد یہ لشکر اپنا کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے کے واپس آ گیا ۔ مسلمانوں نے اس لشکر کا پرجوش خیر مقدم کیا ۔

اثرات :- ہر چند کہ صحابہ کی اکثریت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کو خلافِ مصلحت سمجھتی تھی ۔ مگر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فیصلہ کئی لحاظ سے نہ صرف درست بلکہ نتیجہ خیز ثابت ہوا ۔

۱ - ایک تو یہ کہ اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرنے سے باغی قبائل کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ابھی کافی مستحکم ہیں ۔ ورنہ وہ ایسے نازک حالات میں اتنا بڑا لشکر مدینہ سے باہر نہ بھیجتے ۔ چنانچہ اس لشکر کی واپسی کے بعد وہ دب گئے ۔

۲ - جو مسلمان اس لشکر کو روانہ کرنے میں تامل کر رہے تھے وہ بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فراست کے قائل ہو گئے ۔

۳ - اگر آپؓ صحابہؓ کے کہنے کے مطابق لشکر کو نہ بھیجتے تو اس سے احکام رسولؐ سے سرتابی کی ایک مثال قائم ہو جاتی اور اس طرح سنتِ نبوی میں مزید تبدیلیوں کی راہ کھل جاتی ۔

فتنہ ارتداد

رسولِ خداؐ کی ہر دلعزیزی اور نصب العین میں عظیم کامیابی کو دیکھ کر عرب میں بہت سے حاسد پیدا ہو گئے ۔ ان میں سے متعدد اشخاص نے آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا لیکن

حضورؐ کے وقار اور رُعب کی وجہ سے پوری طرح منظرِ عام پر آنے کی جرأت نہ کرسکے۔ آپؐ کے وصال کے بعد ان مرتدین نے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی انتہائی کوشش کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کیلئے یہ موقعہ بڑا نازک تھا۔ کیونکہ اگر وہ نرمی اختیار کرتے تو یہ وباء زیادہ بڑھتی اور سختی بھی ممکن نہ تھی۔ کیونکہ فوج دیگر قبائلی بغاوتوں کو فرو کرنے میں مصروف تھی۔ چنانچہ آپ نے تدبر سے کام لیتے ہوئے چند دن خاموشی میں گذارے۔ جونہی فوج ان بغاوتوں کو دبا کر واپس آئی تو آپ نے ان کی جھوٹی نبوتوں کو سختی سے کچل دیا۔ عرب میں فتنہ ارتداد پھیل جانے کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں :۔

۱۔ **اسلامی طرزِ زندگی:** اکثر قبائل جو فتح مکہ کے بعد اسلامی قوت سے مرعوب ہوکر اسلام لائے تھے اسلامی طرزِ زندگی کے خوگر نہیں ہوئے تھے۔ وہ شراب، چوری اور جوا جیسے فعلوں کے عادی تھے اسلئے اسلام کی عائد کردہ مذہبی اور اخلاقی قیود انہیں بہت گراں معلوم ہو رہی تھیں۔ رسولِ خداؐ کی وفات کے بعد جب نبوت کے ان جھوٹے مدعیوں نے انہیں سبز باغ دکھائے تو وہ آسانی سے ان کے فریب میں آگئے۔

۲۔ **زکواۃ :۔** قبولِ اسلام کے بعد جب ان پر زکواۃ فرض کی گئی اور زکواۃ کی فراہمی کیلئے آدمی مقرر کئے گئے تو زکواۃ کی ادائیگی انہیں ناگوار گذری۔ اُسے وہ اپنی مغلوبیت اور باعثِ ذلت خیال کرتے تھے۔ اس کے برعکس جھوٹے دعوے داروں کے پاس کوئی واضح پروگرام نہ تھا۔ وہ صرف دنیاوی جاہ وحشمت کے متمنی تھے۔ اس لئے بہت سے قبائل نے اُن میں شمولیت اختیار کرکے انہیں تقویت پہنچائی۔

۳۔ **نامکمل اسلامی تعلیم :۔** جو قبائل مدینہ سے زیادہ دُور تھے اور انہیں اسلام قبول کئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ وہی زیادہ تر اس آتشِ فتنہ کی لپیٹ میں آئے۔ آنحضرتؐ کی وفات پر وہ سمجھے کہ اسلام کا رہنما نہیں رہا۔ اس وجہ سے وہ فتنہ پر آمادہ ہوگئے۔

۴۔ **سیاسی اتحاد میں دشواری :۔** طلوعِ اسلام سے پیشتر عرب میں کوئی مرکزی حکومت قائم نہ تھی۔ تمام ملک مختلف قبائل میں تقسیم تھا۔ اسلام نے اگرا نہیں ایک مرکز میں متحد کردیا مگر قتل وغارت کے ان عادی عربوں کو ایک منظم حکومت کے تحت پُرامن رہنا وبال تھا۔ چنانچہ وہ باغی ہوکر مقامی نبیوں کے ساتھ مل گئے۔

۵۔ مکّار لوگوں کی خام خیالی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال کامیابی دیکھ کر چند جھوٹے مدعیانِ نبوّت پیدا ہو گئے۔ یہ سب بڑے شعبدہ باز اور مکّار تھے۔ انہوں نے مکر وفن سے بہت سے لوگوں کو فریب دینے میں کامیابی حاصل کر لی۔

۶۔ غیر مسلموں کی سازشیں: عرب میں ابھی تک یہودیوں اور عیسائیوں کی کافی تعداد آباد تھی۔ یہ لوگ اگرچہ اعلانیہ طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کی ہمّت نہیں رکھتے تھے لیکن خفیہ طور پر مسلمانوں سے بدلہ لینے کے درپے تھے چنانچہ انہوں نے بھی ان فتنہ پردازوں کو خوب اُبھارا۔

۷۔ بیرونی امداد: مسلمانوں کے ان باغی قبائل اور مدعیانِ نبوّت کو بیرونی ممالک سے بہت امداد مل رہی تھی جس نے ان کے حوصلے بلند کرنے میں مدد دی۔

مدعیانِ نبوّت کی سرکوبی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام فتنوں کو دبانے کیلئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔ موتہ کی مہم کے بعد سب سے پہلے ان مدعیانِ نبوّت کی طرف توجّہ دی جنہوں نے تمام عرب میں جگہ جگہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ ان جھوٹے نبیوں میں طلیحہ بن خویلد، مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

طلیحہ بن خویلد اسدی: قبیلہ بنی اسد کا یہ سردار دُنیاوی شہرت کا بہت دلدادہ تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی (حجتہ الوداع سے واپس آنے کے بعد) نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ بنو اسد کے علاوہ بنی طے اور بنی غطفان کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح اس کی قوت زیادہ مستحکم ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ مگر حضور کے وصال کے باعث یہ لشکر مہم کو سر کئے بغیر واپس آ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد دیگر قبائل کے لیسے افراد بھی اس کی جمعیّت میں شامل ہوتے رہے جو اسلامی عبادات کو بارِ گراں سمجھتے تھے۔ بنی اس

اور بنی غطفان کا سارا قبیلہ اس کے دام میں آگیا۔ اپنی اس عسکری قوت کے بل بوتے پر اس نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت اسامہؓ کے لشکر کی واپسی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ بنی طے کے لوگ اپنے سردار عدی بن حاتم کے سمجھانے سے بنو اسد سے علیحدہ ہو گئے۔ اسلامی لشکر اور طلیحہ کے لشکر میں بزاخہ کے مقام پر سخت جنگ ہوئی جس میں طلیحہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ اپنی بیوی کے ہمراہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ بنی اسد اور بنی غطفان نے دوبارہ اطاعت قبول کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد طلیحہ بھی تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں عراقی محاذ پر اسلامی لشکر میں شامل رہا۔

مسیلمہ کذاب :- نجد کے علاقہ یمامہ میں بنو بکر کی شاخ بنو حنیفہ کا طاقتور قبیلہ آباد تھا جو آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر رسول اللہؐ کی بیماری کی خبر سن کر ان کے ایک سردار مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنو حنیفہ اس کے فریب میں آکر اسلام سے پھر گئے۔ یہ شخص بدصورت، پستہ قد اور فریبی تھا۔ اپنے اس جھوٹے دعوے کی بنا پر کذاب کہلاتا ہے۔ اس نے آنحضرتؐ کی نقالی کرتے ہوئے اپنی نماز اور چند آیات گھڑ لی تھیں۔ اس کے بعد رسول اللہؐ کو خط لکھا کہ اگر آدھا ملک میرا اور آدھا ملک آپ کا کی شرط منظور رہے تو میں نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک ہونے کو تیار ہوں۔ اس کے جواب میں رسالتمآبؐ نے یہ آیت روانہ کی:-

"زمین خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے - اور عاقبت پرہیزگاروں کیلئے ہے۔"

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اس نے دیگر قبائل کو بھی ورغلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا اور اپنے علاقہ میں اقتدار اور طاقت کا اضافہ کر لیا۔ نبوت کی ایک اور مدعیہ سجاح جو مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے اپنا مرکز بنانے کی خواہش تھی (لیکن اپنے اس عزم کو عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہ کر سکی) نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ شادی کر لی۔

سجاح عیسائی قبیلہ تغلب سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے اپنے قبیلے اور دوسرے عیسائی قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ بنی تمیم کا سردار مالک بن نویرہ بھی اس کا ساتھی بن گیا۔ لیکن بنی تمیم کی اکثریت نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ

نہ پہنا سکی۔ دونوں کی شادی کے بعد ان کی متحدہ قوم اسلام کیلئے بہت بڑا خطرہ بن گئی۔

حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابی جہل اور شرجیلؓ کو فوجی دستے دیکر روانہ کیا اور ساتھ ہی ہدایت بھی کی کہ یہ دونوں دستے مل کر حملہ کریں۔ لیکن عکرمہ نے جوشِ جہاد میں شرجیلؓ کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا۔ جو اُس وقت چالیس ہزار سپاہیوں سمیت عقربہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ عکرمہؓ کی جلد بازی کے باعث مسلمانوں کو شکست ہوئی جس کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بہت رنج ہوا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کو اس کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا۔ راستے میں شرجیل کا لشکر بھی شامل ہو گیا۔ خالد بن ولیدؓ نے اسلامی لشکر کو مہاجرین و انصار اور قبائل عرب دو حصوں میں تقسیم کر دیا تا کہ غیرت اور جوش برقرار رہے۔ ابتدا میں مسیلمہ کا پلّہ بھاری نظر آتا تھا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو اس طریقے سے لڑایا کہ دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اس نے ایک باغ میں پناہ لی۔ اسلامی فوج باغ میں داخل ہو گئی اور خونریز لڑائی کے بعد ہزار ہا مرتدین کو قتل کر دیا۔ مسیلمہ کذاب کو وحشی نامی ایک حبشی (جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا) نے نیزہ مار کر گرا دیا اور ایک دوسرے مسلمان نے اپنی تلوار سے اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ سجاح بھی اپنے عقائد فاسدہ سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی۔ اس جنگ میں جسے "جنگِ یمامہ" بھی کہتے ہیں۔ جوشِ جہاد میں بہت سے حفّاظِ قرآن شہید ہو گئے جن کا تمام ملّتِ اسلامیہ کو بہت دُکھ ہوا۔

اَسود عنسی:۔ تیسرا مدعیانِ نبوّت اَسود عنسی تھا۔ اسود عنسی ملک یمن کا باشندہ تھا۔ یمن میں قحطانی لوگ آباد تھے۔ ان کے گورنر باذان کے قبولِ اسلام کے بعد تمام یمنی اسلام لے آئے تھے۔ اَسود بھی انہی لوگوں کے ایک قبیلے عنس کا سردار تھا۔ اس نے رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی زندگی میں شورش برپا کر دی اور آپ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے شعبدے دکھا دکھا کر بہت سے لوگوں کو اپنا مرید کر لیا۔ جب قوت خاصی مستحکم ہو گئی تو اس نے نجران کے مسلمان گورنر کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر یمن کے گورنر کو قتل کر کے یمن پر خود قابض ہو گیا۔ صنعاء اور حضرموت کے علاقوں پر قابض ہو کر قوت حاصل کر لی۔

آنحضرتؐ نے اپنی وفات سے چند روز قبل اہلِ یمن کو لکھا کہ اسود عنسی جھوٹا ہے اس لئے اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ فیروز نامی ایک شخص نے رات کے اندھیرے میں اسے قتل کر دیا اور صبح کے وقت اس کے مکان پر کھڑے ہو کر اذان دی۔ کہا جاتا ہے کہ جس روز اس کے قتل کی اطلاع مدینہ پہنچی تو اُس روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وفات پائی۔ آپؐ کی وفات کی خبر جب یمن پہنچی تو اسود

کے چند حامیوں نے اس کی نبوّت کا پھر فتنہ شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے فوجی دستے بھیجکر
ان شورش کا قلع قمع کر دیا اور صنعاء اور حضرموت کو مرتدین سے پاک کر دیا۔
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی ثابت قدمی، استقلال اور اطاعتِ رسولؐ سے اسلام پر چھائے
ہوئے ان خطرات کو زیر کر لیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں ایک نیا عزم اور جوش بھر دیا اور اس طرح،
انہوں نے ایک اسلامی ریاست کے صحیح ناظم ہونے کا حق ادا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے لشکروں
کی تیاری، قائدینِ لشکر کا انتخاب اور لشکر کی نقل و حرکت کے متعلق ضروری ہدایات کے سلسلہ
میں جس دانشمندی کا ثبوت دیا وہ تاریخ اسلام میں ایک عظیم کارنامہ ہے۔ ان کے
حسنِ تدبیر سے سرکش قبائل ایک مرتبہ پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو کر مدینہ کی مرکزی حکومت کے ماتحت
ہو گئے۔

منکرینِ زکواۃ کی سرکوبی

مدعیانِ نبوّت سے نپٹنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منکرینِ زکواۃ کی طرف توجہ دی۔
بعض قبائل نے تو کھلم کھلا بغاوت کر کے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا ساتھ دیا۔ مگر بعض دوسرے
قبائل ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام کے دوسرے ارکان یعنی نماز، روزہ اور حج وغیرہ تو تسلیم
کر لیا مگر زکواۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اسلام سے پیشتر ہر قبیلہ خود مختار ہوتا تھا۔ اب وہ ایک
مرکزی حکومت کے ماتحت تھے جو اُن سے زکواۃ کا مطالبہ کرتی تھی۔ یہ لوگ اسے خراج سے تعبیر
کرتے تھے جو اُن کے نزدیک محکومی کی علامت تھی۔ اس پر بعض قبائل نے مدینہ وفد بھیج کر حضرت ابو بکرؓ
سے مطالبہ کیا کہ ان سے زکواۃ وصول نہ کی جائے۔ چونکہ اس وقت مدینہ کو خود باغیوں سے خطرہ تھا۔
اس لئے صحابہ کرام کی اکثریت اس بات کے حق میں تھی کہ ان لوگوں کو رعایت دیدی جائے۔ مگر ابو بکرؓ
نے اس مشورے کو سختی سے رد کر دیا اور فرمایا۔

"خدا کی قسم! اگر یہ لوگ زکواۃ کے اونٹ کی رسی بھی ادا کرنے سے انکار
کریں گے تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔۔۔

اگر آج ان لوگوں کو زکواۃ کے سلسلہ میں رعایت دیدی گئی تو کل یہ لوگ اسلام کے بنیادی
اصولوں سے منحرف ہو جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے خلاف بھی لشکر بھیجا۔ جنہوں نے زکواۃ
دینے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ کے ان سخت احکام کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سے باغی قبائل نے خود

مدینہ آکر زکوٰۃ کی رقم ادا کردی اور اس طرح یہ فتنہ جہاں تھا وہیں دب گیا۔

قرآن پاک کا جمع کرنا

مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ اور ستر کے قریب قار
شہید ہو گئے تھے جو عرب و عجم تک قرآن پاک کی تعلیم پہنچانے کے ضامن تھے۔ لہٰذا ان کی شہاد
امت مسلمہ کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان تھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حفاظ قرآن کی شہادت کا یہ عا
دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ اگر قرآن پاک کے حفاظ اسی طرح جام شہادت نوش فرما
رہے تو قرآن پاک کے بہت سے اجزاء ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے۔ لہٰذا یہ بہتر ہوگا کہ قرآن پا
کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر لیا جائے۔ پہلے تو حضرت ابو بکرؓ نہ مانے مگر بعد میں جمع قرآن کی مصلح
ان کے ذہن میں آگئی اور انہوں نے زید بن حارثؓ کو (جو کاتب وحی رہ چکے تھے) چند صحابہؓ
ہمراہی میں اس کام پر مامور کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے فرمان سے زیدؓ کے پاس وہ تمام نوشتے
پہنچائے گئے جو آنحضورؐ نے خاص اہتمام سے لکھوائے تھے۔ اس طرح دوسرے صحا
کرام کے پاس جو مسودات تھے وہ اکٹھے کر لئے گئے۔ زید بن حارثؓ نے قرآن پاک کے
ان مختلف حصوں کو بڑی محنت اور توجہ سے جمع کر کے ایک کتاب کی شکل دیدی۔ یہ صحیفہ حضر
ابو بکرؓ کے پاس محفوظ رہا جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمرؓ حضرت
سپرد کر دیا۔ قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کرانا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے

فتوحات

حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے مختصر دور حکومت میں نہ صرف اندرونی مشکلات کو دبا
میں کامیاب رہے بلکہ ایران اور روم کی عظیم سلطنتوں کے خلاف فتوحات کا سلسلہ شروع کر د
اس طرح عرب اپنے آبائی وطن سے باہر نکل کر دنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گئے۔ ان
مختلف قوموں اور تہذیبوں سے واسطہ پڑا۔ ان کے باہمی میل جول سے تہذیب و تمدن اور علم
فنون کی نئی نئی شاہراہیں کھلتی گئیں ۔ ان دو محاذوں کے علیحدہ علیحدہ واقعات

ذیل ہیں ۔

(۱) فتوحاتِ عراق: وادئ عراق کی زرخیز سرزمین سلطنتِ ایران کا حصہ تھی۔ اس وقت ایران پر ساسانی خاندان کی حکومت تھی جو زرتشت مذہب کی پیروکار تھی۔ ایرانی ایک متمدن قوم تھے جو علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں خاصے ماہر تھے۔ اپنے مقابلے میں وہ عربوں کو تمدنی لحاظ سے وحشی اور پسماندہ اور سیاسی لحاظ سے کمزور سمجھتے تھے۔ عہد صدیقی میں ایرانیوں اور عربوں کی باہمی جنگوں کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ حضورؐ نے غیر ملکی سربراہوں اور سرداروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ شاہِ ایران خسرو پرویز نے اس دعوت نامے کو پھاڑ کر آنحضرتؐ کے متعلق توہین آمیز فقرے کہے صرف یہی نہیں بلکہ حضورؐ کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ آپؐ نے اس کی سرکشی پر فرمایا کہ اس نے جس طرح یہ دعوت نامہ چاک کیا ہے اس کی سلطنت بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خسرو پرویز کے الفاظ مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ سے کم نہ تھے۔

۲۔ اسلام سے صرف عرب کے گوشوں کو منور کرنا مقصود نہ تھا بلکہ ایک عالمگیر دعوت تھی جسے تمام دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری تھا۔

۳۔ اسلام نے تمام قبائل کو جو پہلے آپس میں دست و گریباں رہتے تھے متحد کر کے واحد اور مضبوط قوم بنا دیا۔ اس طرح عرب میں ایک عظیم حکومت کی تشکیل ہوئی جسے ایرانی حکومت اپنے لیے خطرہ محسوس کرتی تھی۔

۴۔ جنگ کی فوری وجہ یہ تھی کہ عراقی سرحد کے قریب قبیلہ بنو بکر کی ایک شاخ شیبان آباد تھی جو عرصہ دراز سے ایرانیوں کے ظلم و ستم سہتی چلی آتی تھی۔ اس قبیلہ کے سردار مثنیٰ بن حارثہ نے بحرین کے مرتد لوگوں کو مغلوب کرنے میں مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ بعد میں یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا اور ایرانیوں کے خلاف حضرت ابوبکرؓ سے مدد چاہی۔ خلیفہ اوّل اس وقت سازشوں کو کامیابی کے ساتھ ختم کر چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خالد بن ولید کو اٹھارہ ہزار فوج دے کر مثنیٰ کی امداد کیلئے روانہ کر دیا۔

جنگِ ذات سلاسل:۔ حضرت خالد بن ولید فوج لیکر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ ابلہ کے مقام پر مثنیٰ کی فوج آکر ان میں شامل ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے

عراق کے حاکم ہرمز کو تحریر کیا "اسلام قبول کر لو یا جزیہ دو۔ ورنہ تمہیں ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑیگا جو موت سے نہیں ڈرتی۔ بلکہ وہ موت کی اتنی آرزو رکھتے ہیں جتنی تم زندگی سے رکھتے ہو"

ہرمز نے یہ خط مدائن کی طرف شاہِ ایران کے پاس روانہ کر دیا اور خود ایک عظیم لشکر لیکر اسلامی فوج پر حملہ کر دیا۔ ایرانیوں نے شکست کھائی اور ہرمز انفرادی جنگ میں حضرت خالدؓ کے ہاتھوں مارا گیا ایرانی سپاہی مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے دریائے فرات تک انکا تعاقب کیا۔ سرزمینِ عراق میں مسلمانوں کی یہ پہلی فتح تھی۔ یہ جنگ اس لحاظ سے بھی خاص اہمیت رکھتی ہے کہ اس میں ایرانی سپاہیوں کے بعض دستوں کو زنجیروں سے باندھا گیا تھا تاکہ وہ میدانِ جنگ سے نہ بھاگ سکیں (اسی لئے اسے ذات السلاسل کہ زنجیروں والی) جنگ کہتے ہیں۔

جنگ مذار: جب ایرانی دربار میں ہرمز کا خط موصول ہوا تو شاہِ ایران نے فوراً قارن کی ماتحتی میں ایک لشکر ہرمز کی امداد کیلئے روانہ کیا۔ اس لشکر کے پہنچنے سے پیشتر ہی ہرمز شکست کھا کر مارا جا چکا تھا۔ جب اس کی اطلاع قارن کو پہنچی تو وہ مذار کے مقام پر رُک گیا۔ جنگ سلاسل کے شکست خوردہ سپاہی بھی اس فوج میں آن شامل ہوئے۔ حضرت خالدؓ خود مقابلے کیلئے بڑھے۔ مذار کے مقام پر خونریز جنگ کے بعد قارن مارا گیا۔ اور ایرانی فوج شکست کھا گئی۔ اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی سپاہی ہلاک ہوئے۔

جنگ دلجہ: یکے بعد دیگرے ایرانی فوج کی ان تباہیوں کی خبر ایرانی دربار میں پہنچی تو شہنشاہِ ایران سخت غضبناک ہوا۔ اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کیلئے ایک بہترین لشکر اپنے بہترین سپہ سالاروں اندرزگر اور بہمن جادویہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ان سپہ سالاروں نے عرب مجاہدین کا مقابلہ کرنے کیلئے عربوں کے عیسائی قبیلوں کو اپنی فوج میں شامل کرنا ضروری خیال کیا۔ دلجہ کے مقام پر بڑی خونریز جنگ ہوئی حضرت خالدؓ نے عسکری چال چلتے ہوئے اپنی فوج کے چند دستے آس پاس نشیبی علاقوں میں چھپا دیئے۔ جب ایرانی فوج لڑتے لڑتے تھک گئی تو مسلمانوں کے ان تازہ دم دستوں نے اچانک حملہ کر کے دشمن کا کچومر نکال دیا۔ اندرزگر بھاگ نکلا اور صحرا کی خاک چھانتا ہوا مارا گیا۔

ان فتوحات کے بعد خالدؓ بنو بکر کے عیسائی قبیلوں کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ انہوں نے جنگ دلجہ میں ایرانی فوج کی مدد کی تھی۔ بہمن جاذویہ بھی اپنی فوج کے ہمراہ ان قبائل کے دوش بدوش لڑے لیکن اس متحدہ فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکے بعد اسلامی فوج نے آگے بڑھ کر شہر

حیرہ کا محاصرہ کرلیا۔ اہلِ شہر نے مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے اطاعت قبول کرلی اور ایک لاکھ نوّے ہزار درہم سالانہ خراج ادا کرنا منظور کرلیا۔ اس کے بدلے میں خالدؓ نے شہر کی حفاظت کا ذمّہ قبول کرلیا۔ مسلمانوں کا یہ حُسنِ سلوک دیکھ کر اردگرد کے بہت سے قبائل نے بھی انہی شرائط پر صلح کرلی۔ خالد بن ولیدؓ نے حیرہ کو اپنا صدر مقام بنا کر اردگرد کے علاقوں کی تسخیر جاری رکھی اور انبار اور عین التمر کے علاقے فتح کئے۔ اسی دوران عیاض بن غنمؓ نے جسے ابوبکر صدیقؓ نے شمالی عراق میں عیسائیوں کی شرپسندی کو کچلنے پر مامور کیا تھا خالد بن ولیدؓ سے عالم دومۃ الجندل کے خلاف امداد مانگی۔ خالدؓ قعقاع بن عمرو کو اپنا نائب مقرر کرکے خود عیاض کی مدد کو پہنچے۔ دومۃ الجندل کے عیسائی قلعہ بند ہوگئے لیکن بعد میں شکست قبول کرلی۔ اس کے بعد خالدؓ حیرہ واپس آگئے۔ یہاں ابوبکرؓ کا یہ حکم پہنچا کہ شام کی طرف پیشقدمی کرو۔ اور یرموک میں مقیم اسلامی فوج کے ساتھ مل جاؤ چنانچہ آپ آدھی فوج مثنیٰ کی نگرانی میں چھوڑ کر شامی محاذ پر روانہ ہوگئے۔ جب ایرانیوں کو معلوم ہوا کہ عراق میں مسلمانوں کی آدھی فوج رہ گئی ہے تو ایرانی سردار ہرمز نے دس ہزار فوج لیکر عراق پر چڑھائی کردی لیکن مثنیٰ نے بابل کے مقام پر ہرمز کو شکست دی۔

(ب) فتوحاتِ شام: شام کا علاقہ سلطنتِ روم کا ایک حصّہ تھا۔ اہلِ شام کی اسلام دشمنی کی ابتدا آنحضرتؐ کے زمانے میں ہوچکی تھی سریہ موتہ اور تبوک کی مہمیں اسی ضمن میں پیش آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے بعد شام پر فوج کشی ضروری خیال کیا گیا۔ اس کی وجوہات مندرجہ ذیل تھیں:۔

۱۔ سب سے پہلی وجہ مذہبی رقابت ہے۔ کیونکہ اہلِ روما عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ اور اسلام کے فروغ سے سب سے زیادہ چوٹ عیسائی مذہب پر پڑی۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

۲۔ اہلِ شام مسلمانوں کیلئے پریشانی کا باعث بنے ہوئے تھے اور ان کی جنگی تیاریوں کی وجہ سے مدینہ کا مستقبل خطرہ میں رہتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن سعیدؓ کو شام کی طرف اسلامی سرحد کی حفاظت پر مامور کردیا جس پر اہلِ شام بہت سیخ پا ہوئے۔

۳۔ مسلمانوں کیلئے شام کا ملک سیاسی اور تجارتی دونوں لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

۴۔ **فوری وجہ:** خالد بن سعیدؓ نے عیسائیوں کی فوجی تیاریوں کے باعث خلیفہ اول سے لڑائی کی باقاعدہ اجازت حاصل کرلی اور انہیں اندرونِ ملک دھکیل دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ

نے خالد بن سعیدؓ کی امداد کیلئے عکرمہؓ بن ابوجہل کو شام روانہ کیا۔ جب خالد بن سعیدؓ کو اس کمک کی روانگی کی اطلاع ملی تو انہوں نے تمام ہدایات کو پس پشت ڈال کر اور انجام سے بے نیاز ہو کر آگے بڑھنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی جرنیل باہان کے ہاتھوں مرج السفار کے مقام پر اسلامی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ عکرمہؓ نے بروقت پہنچ کر اسلامی فوج کو مزید تباہی سے بچا لیا۔

جب ان حالات کی خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خطرہ کے فوری سدباب کیلئے شام پر لشکر کشی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ آپ نے اسلامی لشکر فراہم کر کے اسے چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ حمص کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو فلسطین کی طرف عمرو بن العاص کو، دمشق کی طرف یزید بن ابوسفیان کو، اردن کی طرف شرجیل بن حسنہ کو روانہ کیا۔ اسلامی فوج کی کل تعداد ۲۷ ہزار کے قریب تھی۔

ہرقل والی شام کو جب ان پیش قدمیوں کی اطلاع ملی تو اس نے بھاری تعداد میں علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ اس کی یہ کوشش تھی کہ اسلامی فوج ایک مرکز پر اکٹھی نہ ہونے پائے۔ اس لیے جب اسلامی فوج داخل ہوئی تو انہیں جگہ جگہ رومی دستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ صورت حال سے دربار خلافت کو آگاہ کیا اور مزید امداد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراقی مہم کو ادھوری چھوڑ کر شام کی طرف پیشقدمی کا حکم دیا۔ چنانچہ حکم پاتے ہی حضرت خالدؓ نے عراق کا انتظام مثنیٰ کے حوالے کیا اور خود نو ہزار فوج کے ہمراہ شام کا رخ کیا۔ راستے میں سب سے پہلے بصرہ کا معرکہ پیش آیا۔ بصرہ کے غسانی حکمران جو رومیوں کے طرفدار تھے شکست کھائی اور جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ ایک بے آب و گیاہ اور لق و دق صحرا کو پانچ روز کی مسافت کے بعد عبور کر کے اجنادین پہنچ گئے۔

جنگ اجنادین:... قیصر روم کو جو ان دنوں حمص کے شہر میں مقیم تھا جب یہ معلوم ہوا کہ اسلامی فوجیں ایک مرکز پر جمع ہو رہی ہیں تو اس نے ایک عظیم لشکر اپنے بھائی تھیوڈورس کی سرکردگی میں مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ مشہور رومی جرنیل بھی اپنی تمام فوجی قوت ایک مرکز پر جمع کر کے متحدہ طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

خالد بن ولیدؓ جب اجنادین کے مقام پر اسلامی لشکر میں شامل ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اسلامی فوج اگرچہ ایک مرکز پر جمع ہو چکی ہے لیکن مختلف سپہ سالاروں کے زیر ہدایت ہے۔ جو عسکری

نقطۂ نگاہ سے غلط تھی۔ چنانچہ انہوں نے تمام سپہ سالاروں کو ایک جگہ متحد کیا اور فوج کی از سرِ نو تنظیم کر کے انہیں مختلف دستوں میں تقسیم کیا۔

۳۰ جولائی ۶۳۴ء کو طرفین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی۔ رومی فوج ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب تھی بہت بری طرح نرغے میں آ گئی۔ میدانِ جنگ جو رومیوں نے منتخب کیا تھا۔ ایک طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے اور دوسری طرف دریا تھا مسلمانوں نے ان کے بھاگنے کے راستے ختم کر دیئے۔ ایک لاکھ سے زائد رومی دریا میں غرق ہو کر مر گئے اور بہت سے قتل ہوئے۔ مسلمان شہداء کے قتل کی تعداد تین ہزار کے قریب تھی۔

جب ہرقل کو اس شکست کی خبر ملی تو وہ حمص سے چلا گیا اور ملک شام کو مخاطب کر کے کہنے لگا "اے شام تجھے یہ میرا آخری سلام"۔

اجنادین کی فتح سے فلسطین اور شام کا راستہ مسلمانوں کیلئے کھل گیا۔ ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی اطلاع موصول ہوئی۔ نیز حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابوعبیدہؓ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا حضرت خالدؓ نے یہ اطلاع چند روز فوج سے پوشیدہ رکھی۔ جب کامل فتح ہو گئی تو اس خط کا اعلان کر دیا اور حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر تسلیم کر کے خود ایک سپاہی کی طرح خدمت انجام دینے لگے۔

وفات: جمادی الثانی ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوئے۔ پندرہ دن بیماری میں مبتلا رہے۔ زمانۂ علالت میں امامت کے فرائض حضرت عمرؓ ادا کرتے رہے۔ آخر ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ کو پیر کے روز وفات پائی۔ خدا کی قدرت انتقال کے وقت عمر ۶۳ سال تھی جو رسولِ کریمؐ کی عمر تھی اور دن بھی پیر تھا۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوئے آپ نے دو سال تین ماہ اور دس دن امورِ خلافت کو انجام دیا اور نظام سلطنت کو رسولِ کریمؐ کے قائم کردہ طریقے کے مطابق انتہائی کامیابی سے چلایا۔

سیرت و کردار

حضرت ابوبکر صدیقؓ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے رفیق ہونے کے باعث قابلِ قدر اوصاف کے مالک تھے۔ ان کی زندگی کا بہت زیادہ حصہ آپ کے ساتھ گذرا۔ آغاز

طفولیت ہی سے وہ نہایت نیک اور خوش اطوار تھے۔ دورِ جاہلیت میں جب قتل و غارت، قمار بازی شراب نوشی، بت پرستی اور دیگر بری رسومات عام تھیں آپ فطری طور پر ایسی تمام برائیوں سے گریز کرتے تھے۔ اسلام لانے سے پیشتر ایک صاحب ثروت تاجر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور از حد دیانتداری کے ساتھ یہ کام سر انجام دیتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام غزوات میں حصہ لیا اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ حضورؐ کی زندگی میں آپ کو دست راست کی حیثیت حاصل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مہاجرین و انصار آپ کی خلافت پر متفق ہو گئے تو اس وقت حالات نہایت انتہائی دگرگوں تھے۔ مدینہ چہار طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ دیگر صحابہؓ کے علاوہ حضرت علیؓ جیسے دانشمند اور بہادر کے پاؤں میں بھی لغزش آ گئی۔ چنانچہ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کردار کا زبردست عزم و استقلال اور استقامت کا صحیح رخ معلوم ہوا۔ ان کی خلافت کی عمر سوا دو سال ہے۔ لیکن اس قلیل مدت میں فتنہ ارتداد کو دبا دیا اور اسلامی فتوحات کی داغ بیل ڈال کر اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کا عہد خلافت دورِ رسالت کا تتمہ تھا۔ جس میں آپ نے جملہ مذہبی اور سیاسی امور کو رسول اللہؐ کے احکام کی روشنی میں سر انجام دیا اور عرب میں اسلامی حکومت کو ہمیشہ کیلئے مستحکم کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے بھی تمام صحابہؓ میں افضل تھے۔ آپ قرآن پاک کی تفسیر بڑی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اسرارِ نبوت اور رازِ حقیقت سے اس قدر واقف تھے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام نکات و رموز دوسرے صحابہ کی نسبت جلدی سمجھ لیتے تھے۔ آپ فن حدیث کے بھی موجد ہیں اور قرآنِ پاک کو ایک جگہ جمع کرنے کا عظیم کارنامہ بھی آپ ہی نے سر انجام دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہم امور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشورہ لیتے بلکہ بعض اوقات تو تمام رات مشورہ دں میں گذر جاتی۔ اسی لئے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ رسولِ پاکؐ کے سب سے بڑے راز دان حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسولِ خدا سے دریافت کیا کہ آپ کو مردوں میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"ابوبکرؓ اپنی صحبت اور مال کی وجہ سے میرا سب سے بڑا محسن ہے"۔

"میں نے ہر شخص کے احسان کا بدلہ دیدیا ہے۔ صرف ابوبکر صدیقؓ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ انہیں قیامت کے دن دے گا"۔

کسی صحابیؓ کے متعلق آنحضرتؐ کے یہ الفاظ اس کی فضیلت کی انتہا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں حضرت ابوبکرؓ کو امامت کے فرائض سرانجام دینے کا فخر حاصل ہوا۔ اور آنحضرتؐ نے بھی آپ کی امامت میں بھی نماز ادا فرمائی۔

اخلاق و عادات :۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایام جاہلیت میں بھی جبکہ بت پرستی، قتل و غارت، قمار بازی اور شراب نوشی جیسی برائیاں عام تھیں۔ آپ فطری طور پر ان سے نفرت کرتے تھے۔ نہایت عمدہ اخلاق و اطوار کے مالک تھے۔ ان اوصاف کو آنحضرتؐ کی مسلسل صحبت نے اور بھی جلا بخشی۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد اپنا تن، من اور دھن سب اسلام کی بہتری کیلئے وقف کر دیا۔ دیگر صحابہؓ نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ صدقات، خیرات یا اسلام کیلئے دوسری امداد کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جائیں لیکن ان کی کوشش کے باوجود حضرت ابوبکرؓ ان سے بڑھ جاتے۔

اگرچہ حضرت ابوبکرؓ ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن تکبر اور فخر و غرور نام کو نہ تھا مسلمانوں کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرتے۔ محلہ والوں کے اکثر کام انہوں نے اپنے سپرد لے رکھے تھے۔ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو محلہ کی ایک لڑکی نے عرض کیا، اب ہماری بکریاں کون دوہا کرے گا۔ آپ نے سن کر جواب دیا کہ "خلافت خدمتِ خلق میں رکاوٹ نہیں بنے گی"۔ جب کوئی آپ کے سامنے تعریفی کلمے کہتا تو آپ فرماتے کہ "آپ لوگ مجھے اتنا بڑا کیوں سمجھتے ہیں۔ میں تو ایک معمولی انسان ہوں اور اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوں"۔ جب آپ نے اسامہؓ کا لشکر روانہ کیا تو اُسے مدینہ سے باہر تک پا پیادہ چھوڑنے کیلئے آئے۔ حضرت اسامہؓ نے بہت کوشش کی کہ آپ بھی سوار ہو جائیں لیکن آپ نے یہ جواب دیا کہ میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ میں اس لشکر کے ساتھ پیدل چل رہا ہوں۔

امورِ خانہ کے متعلق آپ بھی نہایت سادہ زندگی بسر کرتے معمولی لیکن صاف لباس پہنتے گھر کا سامان بھی صرف ضروریات کی اشیاء تک محدود تھا۔ اہلِ خانہ سے نہایت شفقت اور محبت سے

پیش آتے۔ سادگی اور انکساری ہونے کے باوجود رُعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ اہل خانہ بھی کوئی غلطی ہونے کے احتمال سے خوفزدہ رہتے۔ آپ حضرت عائشہؓ سے بہت پیار کرتے تھے۔

خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی آپ کی طبیعت میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ غریبوں اور مجبوروں کی خدمت کا جذبہ کچھ اور بڑھ اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے ذاتی آرام اور فائدہ کا کبھی خیال نہ کیا ایک خلیفہ کے وسیع اختیارات کو دین و ملّت کی فلاح و بہبود کیلئے استعمال کیا۔ باوجود دولتمند ہونے کے فقیرانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ جب امورِ سلطنت میں کام کی زیادتی کی وجہ سے معاش کا سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو آپ نے ضروریات کیلئے بیت المال سے رقم حاصل کرنی شروع کر دی۔ لیکن یہ معمولی رقم بھی طبیعت پر بوجھ بنی۔ چنانچہ وفات سے پہلے وصیّت کر دی کہ جو وظیفہ میں نے بیت المال سے حاصل کیا ہے وہ بھی میری زمین بیچ کر ادا کر دیا جائے۔ آپ کی یہ وصیّت سُن کر حضرت عمرؓ نے کہا "ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء پر بہت بڑی ذمّہ داری ڈال دی ہے"۔

نرم دل اور پرہیزگار ہونے کے باوجود شجاعت اور مردانگی آپ کا اعلےٰ وصف تھا۔ عہدِ خلافت میں فتنہ ارتداد اور منکرین زکواۃ کی شورش جو اسلام کیلئے ایک عظیم خطرہ تھی ان کو اپنی شجاعت اور فہم و فراست کی بدولت سر کر لیا۔ عدل و انصاف کا از حد خیال تھا اور امورِ سلطنت کو پوری تندہی سے سرانجام دیتے تھے۔

نظام حکومت

مجلسِ شوریٰ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی نظام حکومت کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ اس سے پہلے آپ کو حکومت کا تجربہ نہیں تھا لیکن خدا تعالےٰ نے نظم و نسق درست کرنے کی بیشمار صلاحیتیں آپ کو عطا کر دی تھیں۔ وسیع اختیارات ہونے کے باوجود آپ امورِ مملکت کے تمام کام مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے سرانجام دیتے تھے۔ مجلسِ شوریٰ میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ

اور حضرت زید بن ثابتؓ جیسے اصحاب موجود تھے جو اپنی دینداری، فہم و ادراک، اعتماد اور بصیرت و فراست کی وجہ سے تمام عرب میں مشہور رہتے۔ اسلامی حکومت کی بنیاد رکھتے ہی جن فتنوں نے سر اُٹھایا تھا اس کی شدت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مجلس شوریٰ کے چند ممبران نے مصلحت کی تجویز پیش کی۔ لیکن اسلامی حکومت پر داغ لگانے والی کسی بھی مصلحت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس چیز نے ثابت کر دیا کہ آپ مضبوط کردار کے مالک اور اعلیٰ منتظم تھے۔

مُلکی انتظام:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب عنانِ حکومت سنبھالی تو بیرونی فتوحات شروع نہ ہونے کے باعث علاقہ صرف عرب تک ہی محدود تھا۔ چنانچہ آپ نے اندرونی شورشوں کو دبانے کے ساتھ ساتھ نظمِ حکومت کی طرف توجہ دی انتظامی حکومت کے پیشِ نظر ملک کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ہر ایک حصہ پر عہدِ رسالت کے تربیت یافتہ اشخاص کو حاکم یا امیر مقرر کیا امیر مقرر کرتے وقت نصیحت کرتے اور اُسے اللہ اور رسولؐ کی پیروی کی تلقین کرتے کہ رشتہ داری یا قرابت داری کے خیال سے دُور رہے۔ یہ امیر اپنے اپنے علاقوں میں عدل و انصاف، نظم و نسق اور نہی عن المنکر کے ذمہ دار تھے۔ زکواۃ، عشر، خراج، جزیہ اور مالِ غنیمت سے جو آمدنی ہوتی تھی اُسے حکومت کے کاموں میں خرچ کرتے تھے اور جو باقی بچ رہتا اُسے عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ خزانہ کو بیت المال کہتے تھے۔

اگرچہ حضرت ابوبکرؓ عام معاملات میں بڑے حلیم الطبع اور نرم مزاج انسان تھے لیکن ملکی نظم و نسق کے معاملے میں وہ کوئی نرمی برتنے کیلئے تیار نہ تھے۔ اور جب بھی سختی کی ضرورت پیش آئی آپ نے بے مثال استقلال اور مضبوطی کا ثبوت دیا۔ تمام اعمال پر کڑی نگاہ رکھتے۔ جب کبھی بدعنوانی یا خبر ملتی دربارِ خلافت سے آدمی بھیج کر فوراً اس کا محاسبہ کیا جاتا۔ مجرموں کو جرم کی نوعیت کے مطابق سزا ملتی۔

فوجی انتظام:۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں بھی کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ بلکہ حسبِ ضرورت مسلمان خود ہی شوقِ جہاد کے پیشِ نظر اس مہم میں شامل ہو جاتے تھے۔ البتہ ان فوجی دستوں کو روانہ کرتے وقت حضرت ابوبکرؓ ان پر ایک امیر مقرر فرما دیتے تھے، اور اُسے خاص اخلاقی ہدایات دیتے تھے۔

ذمیوں کی حفاظت:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ حکومت میں ذمیوں کو مذہبی، معاشرتی اور شہری آزادی حاصل تھی۔ اسلامی حکومت ان کے جان و مال کی پوری طرح محافظ تھی۔ اس حفاظت کے عوض ان سے ایک معمولی سا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے جزیہ

کہتے ہیں مفلس اور بیروزگار ذمیوں پر یہ جزیہ بھی معاف کر دیا جاتا تھا۔

خارجہ حکمتِ عملی:۔ فتنہ ارتداد اور دیگر شورشوں کو کچلنے کے بعد بھی حضرت ابوبکرؓ کو پوری طرح انتظامِ سلطنت کی طرف توجہ دینے کا موقع نہ مل سکا اور اپنے وقت کی دو سب سے بڑی سلطنتوں روم اور ایران سے ٹکر لینے پر مجبور ہو گئے۔ حالانکہ آپ کا ارادہ فوری طور پر اس طرف توجہ دینے کا نہیں تھا۔ مگر جب لڑائی ناگزیر ہو گئی تو دشمن کا مردانہ وار مقابلہ کرنا ضروری تھا اور تقاضائے تدبّر و سیاست بھی یہی تھا کہ سرحدوں سے آگے بڑھ کر دشمن کو روکا جائے۔ تاکہ مدینہ اس کی تاخت سے محفوظ رہے۔ روم اور ایران کی سلطنتیں ترقی یافتہ تھیں اور ان کی افواج بھی وقت کے مطابق جدید اسلحہ سے لیس تھیں۔ اس کے برعکس عرب ایک ترقی پذیر ملک تھا عربوں کی ترقی ہمسایہ ملکوں کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی کیونکہ وہ اسے اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ ناگزیر ہو گئی۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ اور باشندگانِ مدینہ کا بے مثال ایثار اور تعاون سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ کیونکہ وہ فتنہ ارتداد میں پورا پورا تعاون اور مدد نہ کرتے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور کی شاندار اور بے نظیر فتوحات کا سلسلہ شروع نہیں ہو سکتا تھا۔

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بحیثیت خلیفہ انتخاب کیسے عمل میں آیا۔ آپ کو خلیفہ بنتے ہی کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ (۱۹۶۴ء)

۲۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے عہدِ خلافت میں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ اور آپ نے ان پر کیونکر قابو پایا۔ (۱۹۶۹ء)

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسلامی خدمات پر ایک مفصّل نوٹ لکھیئے۔ (۱۹۶۵ء سپلیمنٹری)

۴۔ پیغمبرِ اسلام کے قابلِ قدر خلیفہ کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار کے خاص خاص واقعات بیان کیجئے۔

۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنۂ ارتداد کو دبانے کیلئے جو اقدامات کئے اور اس کے جو نتائج نکلے ان کا تذکرہ کیجئے۔

خلیفۂ دوم

حضرت عُمر فارُوق

مدّتِ خلافت

۶۳۴ء تا ۶۴۵ء | ۱۳ھ تا ۲۳ھ

دس سال چھ ماہ اور چار دن

ابتدائی حالات:

آپ کا نام عمر بن خطاب اور لقب فاروق تھا۔ آپ قریش کی شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کے والد ایک سخت مزاج آدمی تھے جن کی سختیوں نے ان کو بہت جفاکش اور محنتی بنا دیا تھا۔ جسمانی اعتبار سے بھی بہت مضبوط اور بارُعب تھے۔ شہسواری، نیزہ بازی، شمشیر زنی اور پہلوانی ان کے مشغلے تھے اور اس میں انہوں نے بہت نام پیدا کیا۔

حضرت عمرؓ کو بچپن ہی سے علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ اپنی محنت اور خداداد ذہانت کی بدولت کافی حد تک لکھنا پڑھنا سیکھ گئے۔ جب بڑے ہوئے تو تجارت کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کیا اور اس کیلئے دُور دراز علاقوں کا سفر کر کے وسیع تجربات حاصل کئے۔ فنِ خطابت اور حق گوئی میں مشہور تھے۔ تجارتی لین دین کے معاملے میں بڑی فہم و فراست سے کام لیتے۔

قبولِ اسلام:

آپ کا قبولِ اسلام تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ شروع میں آپ بھی دیگر اہلِ قریش کی طرح اسلام کے سخت

مخالف تھے اور مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے بھی دشمن بن گئے اور ایک روز آپؐ کو شہید کرنے کی غرض سے گھر سے نکلے۔ راستے میں معلوم ہوا کہ بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُن کر عمرؓ بہت غصے میں آئے اور بہن کے گھر پہنچے۔ اتفاقاً بہن اُس وقت تلاوتِ قرآن میں مصروف تھی۔ عمرؓ کو دیکھ کر بہن نے قرآن پاک کے اوراق چھپا لئے۔ حضرت عمرؓ نے غصے کے عالم میں بہن کو اتنا مارا کہ وہ لہو لہان ہو گئی۔ مگر پھر بھی بہن اسلام پر ثابت قدم رہی۔ بہن کے صبر نے اثر دکھایا اور حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ مجھے وہ اوراق دکھاؤ۔ حضرت عمرؓ کے اصرار پر بہن نے وہ اوراق دکھائے اور چند آیات سنائیں تو حضرت عمرؓ اس قدر متاثر ہوئے کہ زبان سے بے ساختہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پکار اُٹھے اور اسی حالت میں حضرت ارقم مخزومی کے گھر پہنچے جہاں اُس وقت رسُولِ پاکؐ چند صحابہ کی معیّت میں تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ کو پہلے تو تشویش ہوئی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا کہ اگر آج عمرؓ نیک ارادے سے آئے ہیں تو ٹھیک ورنہ میں انہی کی تلوار سے ان کا سر کاٹ دُوں گا جب عمرؓ قریب پہنچے تو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اَے عمرؓ! کس نیّت سے آئے ہو عمرؓ نے جواب دیا۔" اسلام قبول کرنے" یہ سُن کر صحابہؓ کو اتنی خوشی ہوئی کہ سب نے بے اختیار زور دار نعرہ لگایا جس سے مدینہ کے درودیوار گونج اُٹھے۔

اسلام کے لئے ابتدائی خدمات:۔

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کو بہت تقویّت پہنچی۔ اُنہوں نے ایمان لانے کے بعد علی الاعلان نماز ادا کی اور کسی کو روکنے کی ہمّت نہ ہو سکی۔ اس سے پہلے لوگ کفّار کے خوف سے خفیہ طور پر ایمان لاتے اور خفیہ طور پر اپنی نمازیں ادا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی اس جرأت پر آنحضرتؐ نے آپ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ ہجرت کے موقعہ پر بھی دیگر مسلمان چھپ کر مدینہ پہنچے تھے لیکن آپ اعلانیہ کفّار کو دعوت دیکے گئے کہ جس کی ہمّت ہو مجھ سے مقابلہ کرے اور مجھے روکے لیکن کسی کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ طبیعت میں عجلت اور جوش اعتدال سے زیادہ تھا۔

حضرت عمرؓ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے

جنگِ بدر میں اپنے کئی عزیزوں کو قتل کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرح آپ بھی رسول اللہؐ کے خاص معتمد تھے اور رسول اللہؐ آپ کی رائے اور مشورہ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اسلام کی راہ میں آپ ہمیشہ اپنا جان و مال قربان کرتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ بنانے میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ اور اُن کے عہد میں مشیرِ خاص کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

اِنتخاب

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب بیمار ہوئے تو حضرت عمرؓ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ علالت کی شدّت کے باعث جب آپ زندگی سے مایوس ہو گئے تو جانشین کی فکر دامنگیر ہوئی۔ آپ کے عہدِ خلافت میں اکثر معاملات حضرت عمرؓ کے مشورے سے طے ہوتے تھے اس لئے آپ کو حضرت عمرؓ سے بہتر کوئی جانشین نظر نہ آیا۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو بلا کر اسکے بارے میں صلاح مشورہ کیا اور حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا اور اس کے متعلق رائے طلب کی۔ بعض صحابہؓ نے ان کے مزاج کی درشتی اور سخت گیری کے متعلق خدشہ ظاہر کیا۔ ایک صحابیؓ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "آپ جان بوجھ کر درشت مزاج اور سخت گیر حاکم ہم پر مسلّط کر رہے ہیں کل خدا کو کیا جواب دینگے" آپ نے جواب دیا "میں خدا سے کہوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے جو ان میں سب سے بہتر ہے"۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کی سخت گیری کے متعلق تمام صحابہؓ کو اطمینان دلایا۔ تمام صحابہؓ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمانؓ سے وصیّت نامہ لکھوایا۔ آپ نے یہ بھی حکم دیا کہ عوام کی رائے معلوم کرنے کیلئے اس کو مسلمانوں میں مشتہر کریں۔ اس کے بعد آپ نے خود اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو اس نامزدگی کی اطلاع دی اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں نے کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا بلکہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے جو میری دانست میں اس منصب کیلئے سب سے بہتر ہے"

تمام مسلمانوں نے اس انتخاب کو پسند کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

عہدِ فاروقی کی فتوحات

حضرت عمر فاروقؓ کا عہد اسلامی فتوحات کا ایک زرّیں دور ہے۔ آپ جس وقت منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو عراق و شام میں جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ان مہموں کی طرف توجہ دی اور ایران و روم کی عظیم سلطنتوں کی قوت کو پاش پاش کر دیا۔

فتوحاتِ عراق و ایران:-

حضرت خالد بن ولیدؓ کو عراقی محاذ سے بدل کر شام کے محاذ پر روانہ کر دیا گیا تھا جس سے عراق کے محاذ پر اسلامی قوت کمزور پڑ گئی۔ چنانچہ مثنیٰ بن حارثہؓ مزید امداد حاصل کرنے دربارِ خلافت پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو مثنیٰ کی امداد کرنے کی وصیت فرمائی۔ قبائل عرب بیعت کیلئے مدینہ حاضر ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس محاذ پر شرکت کیلئے اُبھارا۔ بنو ثقیف کے سردار ابو عبیدہ نے خود کو اس خدمت کے لئے پیش کیا۔ چنانچہ انہیں چند ہزار سپاہ کا سردار مقرر کر کے عراق کی طرف روانہ کر دیا۔

ایران میں اس وقت ملکہ پوران دخت حکمران تھی۔ اُسے ایرانی فوج کی پیہم شکستوں کے باعث اپنے مقبوضات کی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ اس نے مشہور ایرانی سپہ سالار رستم کو مسلمانوں کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اس نے نرسی اور جابان دو جرنیلوں کی سرکردگی میں دو علیحدہ علیحدہ لشکر مسلمان فوج کے مقابلہ کیلئے روانہ کئے۔ ابو عبیدہ پیش قدمی کرتے ہوئے ان پر حملہ آور رہے۔ نمارق کے مقام پر جابان کی فوجوں کو شکست ہوئی اور کسکر کے مقام پر نرسی فوج کو تتر بتر کر دیا گیا ایرانی فوج کی ان شکستوں کے باعث رستم بہت سیخ پا ہوا۔ اور بہمن جادویہ کو ایک زبردست لشکر معہ ہاتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ ایران کا قومی جھنڈا درفش کاویانی بھی اس فوج کے ہمراہ تھا۔

جنگِ جسر ۱۳ھ:

مروحہ کے مقام پر اسلامی اور ایرانی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا درمیان میں دریائے فرات موجزن تھا۔ ابو عبیدہ نے تجربہ کار سرداروں کے مشورہ کے باوجود جوشِ شجاعت میں دریائے فرات کو عبور کر کے ایرانی فوج پر حملہ کر دیا۔ ان کا یہ اقدام ایک سنگین غلطی تھا۔ کوہ پیکر ہاتھیوں اور ایرانی تیر اندازوں نے اسلامی فوج کو سخت نقصان پہنچایا۔ ان کے گھوڑے بھی ہاتھیوں کو دیکھ کر بدکنے لگے ستم بالائے ستم کسی

نے پُل کو توڑ دیا تاکہ مسلمان واپس پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ افراتفری میں بہت سے مسلمان دریا میں ڈوب کر شہید ہو گئے۔ نو ہزار کے لشکر میں سے صرف تین ہزار باقی بچے۔ پُل کو عربی میں جسر کہتے ہیں اس لئے یہ جنگ جسر کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب حضرت عمرؓ کو اس ہزیمت کی خبر پہنچی تو انہوں نے مزید فوج روانہ کر دی۔ ملکہ نے بھی مہران ہمدانی کو بارہ ہزار فوج کے ہمراہ مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ اس دفعہ ایرانی حملہ آور ہوئے۔ مثنیٰ نے انہیں بویب کے مقام پر شکست دی اور ہزاروں ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس فتح سے فرات کے مغربی علاقوں میں عربوں کا تسلّط دوبارہ قائم ہو گیا۔

جنگِ قادسیہ ۱۴ھ:

بویب کی شکست نے ایرانی سیادت میں ہلچل مچا دی، ملکہ بوران دخت کو معزول کر کے یزدگرد کو شاہی تخت پر بٹھا دیا۔ یہ ایک ساسانی نسل کا پُرجوش نوجوان تھا۔ اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فوجی نظام کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور مسلمانوں سے مقابلہ کیلئے زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عمرؓ کو جب ان تیاریوں کا علم ہوا تو انہوں نے تمام قبائل کو جہاد میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت عمرؓ خود اس لشکر کی کمان کرنا چاہتے تھے لیکن چند وجوہات کی بنا پر مدینہ سے باہر جانا مناسب خیال نہ کیا۔ چنانچہ ایک جلیل القدر صحابی سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایران کی طرف روانہ کیا اور انہیں فوج کی نقل و حرکت اور انتظام کے متعلق تفصیلی ہدایات دیں۔ انہیں قادسیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالنے اور لڑائی سے پیشتر ایک وفد ایرانی دربار میں بھیجنے کے احکامات روانہ کئے۔ چنانچہ چودہ آدمیوں کا ایک وفد مدائن پہنچا اور شاہ یزدگرد کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے کی شرائط پیش کیں۔ ایرانیوں کی ہٹ دھرمی کے باعث اس وفد کو ناکام واپس لوٹنا پڑا۔

ایرانیوں کا عظیم لشکر رستم کی ماتحتی میں درفش کاویانی لہراتا ہوا مدائن سے قادسیہ کی طرف روانہ ہوا۔ اسلامی فوج جس کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی پہلے ہی قادسیہ کے میدان میں پہنچ چکی تھی۔ ایرانی فوج کی کل تعداد تین لاکھ کے قریب تھی پہلے انفرادی جنگ اور اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوئی جو تین روز تک جاری رہی۔ لڑائی کا پہلا روز "یوم ارماث"، دوسرا "یوم اغواث" اور تیسرا جو فیصلہ کن ثابت ہوا "یوم العماس" کے نام سے موسوم ہے۔ اس جنگ میں ایرانیوں نے کوہ پیکر ہاتھیوں کے غول شامل کر رکھے تھے جنہیں دیکھ کر اسلامی فوج کے گھوڑے بدکنے لگے اور مقابلہ میں سخت دشواری پیش آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ نے چند نوجوانوں کو ان ہاتھیوں کی آنکھوں پر حملہ کر کے انہیں

منتشر کرنے کا حکم دیا۔ اس حملے سے ہاتھی غضبناک ہو کر واپس پلٹے اور اپنی ہی فوج کو روندنے لگے طرفین نے بہادری کے جوہر دکھا کر قدیم بہادروں کے کارنامے مات کر دیئے۔ اس دوران مسلمانوں کو شام کی طرف سے کمک پہنچ گئی جس سے جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔ ایک زوردار حملہ کے بعد ایرانی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ تمام رات معرکہ گرم رہا۔ آخر ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ میدانِ جنگ لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ رستم کے قتل ہو جانے کے بعد باقی ماندہ ایرانی فوج بھی بھاگ نکلی۔ تقریباً ایک لاکھ ایرانی سپاہی مارے گئے اور بیشمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

یہ لڑائی تاریخ عالم کی چند ایک فیصلہ کن جنگوں میں سے ہے۔ اس نے ایرانی حکومت کی تقدیر کا فیصلہ کر دیا اور ان کا تمام غرور خاک میں ملا دیا۔ عراق و ایران کا تمام ملک مسلمانوں کی پیش قدمی کیلئے کھل گیا۔

حضرت سعدؓ نے قادسیہ میں کچھ روز قیام کرنے کے بعد بابل پر چڑھائی کی اور ایرانیوں کی ہزیمت خوردہ فوج جو وہاں بڑی تعداد میں جمع ہو گئی تھی منتشر کر دیا۔

مدائن کی تسخیر: ایران کا دار السلطنت مدائن دریائے دجلہ کے کنارے آباد تھا جب تک یہ مقام ایرانی قبضہ میں رہتا ایران کے دیگر مفتوحہ علاقوں میں شورشوں اور بغاوتوں کا خطرہ تھا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے ادھر کا رخ کیا۔ دریائے دجلہ کے تمام پل ایرانی فوج نے توڑ دیئے تھے۔ اس وقت دریا طغیانی پر تھا۔ لیکن اسلامی فوج نے جرأت ایمانی کی بدولت اسے بڑے اطمینان کے ساتھ عبور کر لیا۔ ایرانی یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کو کوئی مافوق الفطرت مخلوق سمجھتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ معمولی سی مزاحمت کے بعد ایرانی پایۂ تخت پر قبضہ کر لیا۔ یہاں انہیں شاہی محلات میں بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ مسلمانوں نے ایوانِ کسریٰ میں جمع ہو کر صلوٰۃ الظفر ادا کی۔ مدائن کی فتح سے عراق کا پورا ملک ان کے قبضے میں آ گیا۔

جنگ جلولا ۱۶ھ: مدائن سے نکلنے کے بعد ایرانی جلولا میں قلعہ بند ہو گئے جو عراق کی شمالی سرحد پر مستحکم مقام تھا۔ اسکے چاروں طرف ایک مضبوط فصیل تھی۔ اس کی حفاظت کیلئے ایرانیوں نے مزید خندقیں کھود لیں۔ حضرت عمرؓ نے ہاشم بن عتبہ کو بارہ ہزار فوج کے ہمراہ جلولا روانہ کیا۔ انھوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی ماہ کے مسلسل محاصرہ اور خونریز لڑائیوں کے بعد اسے تسخیر کر لیا۔ بیشمار ایرانی سپاہ ماری گئی۔ اس کے بعد اسلامی فوج نے پیش قدمی کرتے ہوئے الجزائر کا علاقہ اور خوزستان کے بہت سے

شہر یکے بعد دیگرے فتح کر لئے۔ جب یزدگرد کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ایران کے اہم صوبہ، خوزستان پر قبضہ کر لیا ہے تو اُس نے ایک بار رد کرنے کی آخری کوشش کی۔ ڈیڑھ لاکھ فوج فراہم کر کے مقابلہ کیلئے روانہ کی۔

جنگِ نہاوند: اس عظیم ایرانی فوج نے ابرز پہاڑ کے دامن میں نہاوند کے مقام پر ڈیرہ ڈالا۔ جب ان زبردست جنگی تیاریوں کی خبر مدینہ پہنچی تو حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو تیس ہزار جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ ایرانیوں کی خواہش کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ مگر یہ سفارت بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ ۲۱ھ میں طرفین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی جس نے معرکہ قادسیہ کی یاد تازہ کر دی۔ تیس ہزار ایرانی ہلاک ہوئے۔ اسلامی سپہ سالار نعمانؓ بھی شہید ہو گئے مگر میدان بالآخر عربوں کے ہاتھ رہا۔ جنگِ نہاوند کی شکست کے بعد ایرانی زور ختم ہو گیا اور وہ دوبارہ اس ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کیلئے نہ آ سکے اس لئے عرب مؤرخین اس فتح کو "فتح الفتوح" کہتے ہیں۔

ایرانی زور ٹوٹ جانے کے باوجود مسلمان ملکی انتظام کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ کیونکہ ایرانی شہنشاہ کی موجودگی میں نئی نئی فوجیں تیار کر کے مقابلہ کے لئے آتے رہتے تھے اور مفتوحہ علاقوں میں فتنہ و فساد پھیلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس فتنہ کے سدِ باب کیلئے ایران کے الحاق کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کیلئے متعدد فوجی دستے ایران کے مختلف صوبوں کی طرف روانہ کئے۔ سب سے پہلے اصفہان پر چڑھائی کی، اور اصفہان، رے، ہمدان فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لئے۔ اس کے بعد خراسان کی طرف توجہ دی، یزدگرد وہیں مقیم تھا۔ چنانچہ یہ اسلامی حملہ کی خبر سن کر شہر بشہر بھاگتا ہوا ترکستان کی طرف نکل گیا۔ شاہِ ترکستان نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور بہت سی فوج کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ کیا۔ لیکن ابتدائی جھڑپوں میں خاقان ایسا بد دل ہوا کہ بغیر فیصلہ کن جنگ لڑے واپس چلا آیا۔ یزدگرد فتح سے ناامید ہو کر ترکستان کے پایۂ تخت فرغانہ میں مقیم ہو گیا۔ چند سال بعد حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں کسی شخص نے اسے قتل کر دیا۔ یزدگرد کے قتل کے بعد ساسانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور تمام حکومت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔

عراق و ایران کی تسخیر میں عربوں کے تقریباً دس برس صرف ہوئے۔ ایران چونکہ ایک قدیم اور منظم سلطنت تھی۔ وہاں کے لوگ صدیوں سے متحدہ قوم کی حیثیت سے خود مختار

زندگی بسر کرتے چلے آرہے تھے۔ اس لئے دوسری مہموں کی نسبت یہاں زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سخت مقابلوں کے باوجود اسلامی فوج کی تعداد تیس اور پینتیس ہزار کے درمیان رہی۔ مسلمانوں کو بیشمار مالِ غنیمت حاصل ہوا جس سے ان کی اقتصادی حالت مستحکم ہوگئی۔

شام کی فتح

شام کی مہم کا آغاز بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں ہوچکا تھا۔ ان کے انتقال کے وقت مسلمانوں نے شام کے مرکزی شہر دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ خلیفہ ثانی کے حکم سے ابو عبیدہ بن الجراح کو خالد بن ولیدؓ کی جگہ فوج کا سپہ سالار نامزد کیا گیا۔ چھ ماہ کے مسلسل محاصرے کے بعد ایک رات خالد بن ولیدؓ خندق عبور کرکے قلعہ کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئے اہلِ شہر نے اس غیر متوقع حملہ سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ سے باہر حضرت ابوعبیدہؓ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے جان و مال اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی اور جب تک وہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے اور امن و امان سے رہیں گے مسلمان ان کی حفاظت کرتے رہیں گے اس دوران حضرت خالدؓ نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو اس حقیقت کا علم ہوا، تو بھی انہوں نے شرائط کو برقرار رکھا اور اہلِ شہر کو امان دیدی گئی۔ دمشق کی فتح کے بعد مسلمانوں نے اردن اور حمص کو آسانی کے ساتھ فتح کرکے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔

جنگِ یرموک ۱۵ھ

دمشق اور شام کے بہت سے علاقے رومیوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد قیصرِ روم ہرقل جو ان دنوں انطاکیہ میں مقیم تھا پوری قوت کے ساتھ عربوں کے ساتھ مقابلہ پر تیار ہوگیا۔ اس غرض کیلئے ہر طرف سے فوجیں جمع کیں۔ جب حضرت ابوعبیدہؓ کو ہرقل کی اس پرجوش تیاری کا علم ہوا تو تمام اسلامی سرداروں نے اپنی منتشر فوجوں کو یکجا کرکے رومیوں کا متحدہ طور پر مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حمص، دمشق اور دیگر شہروں کو خالی کر دیا گیا۔ انہیں جزیہ کی رقم بھی یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اس وقت ہم تمہاری حفاظت سے پوری طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اسلامی اصول کے اس واقعہ سے عیسائی اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے مسلمانوں کو اپنے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے اردن کی سرحد پر یرموک کے مقام پر فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور ایک ایسے میدان میں ڈیرے ڈالے جو تین اطراف سے گہری وادیوں میں گھرا ہوا تھا۔ چوتھی جانب کھلی تھی۔ چنانچہ مسلم فوج وہاں خیمہ زن ہوئی۔ رومی فوج کی تعداد دو لاکھ اور اسلامی فوج ، چالیس ہزار کے قریب تھی۔ یرموک کے میدان میں دونوں فوجیں دو ماہ تک ایک دوسرے کے آمنے سامنے ڈیرے ڈالے پڑی رہیں۔ رومیوں کے سردار باہان نے مال و زر کا لالچ دینے کی بہت کوشش کی۔ اس کے مقابلہ میں ابو عبیدہؓ نے انہیں اسلام یا جزیہ کی پیشکش کی لیکن یہ تمام گفت و شنید ناکام ثابت ہوئی۔ آخر ۱۵ھ میں حضرت خالدؓ نے اسلامی فوج کو چھتیس حصوں میں تقسیم کیا اور ان کی صفوں کو حسب موقع ترتیب دیا۔ رومیوں کا ابتدائی حملہ اتنا سخت تھا کہ اسلامی فوج کے دائیں اور بائیں بازو نے بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ دائیں بازو کی مسلمان عورتوں نے جب یہ حالت دیکھی تو خیموں کی طنابیں اکھیڑ لیں اور مسلمانوں کو غیرت دلائی۔ عکرمہ بن ابو جہل نے چار سو مجاہدین سے موت کی بیعت لی اور دشمن پر حملہ کر کے سب نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان بیشمار قربانیوں اور حضرت خالدؓ کی بروقت امداد سے فوج کا دایاں بازو دوبارہ سنبھل گیا۔ بایاں بازو بھی افسران اور صحابہ کرامؓ کی ثابت قدمی کے باعث مستحکم ہو گیا۔ گھمسان کا معرکہ ہوا جس میں آخر کار رومیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہزاروں آدمی نشیبی وادی میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ سپہ سالار تھیوڈورس بھی ہلاک ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ رومی قتل ہوئے۔

جنگ یرموک سے رومیوں کی قوت ٹوٹ گئی اور شام کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ قیصر روم نے حسرت کے ساتھ اس زرخیز ملک کو الوداع کہا اور اپنے دارالسلطنت قسطنطنیہ چلا آیا۔ اس فیصلہ کن جنگ کے بعد شام کے دیگر شہر معمولی مزاحمت کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو شام کی عربی افواج کی سپہ سالاری سے معزول کر کے ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو مقرر کیا۔ کیونکہ انہیں بعض معاملات میں حضرت خالدؓ کی روش پسند نہ تھی۔

فتح بیت المقدس: یرموک کی فتح کے بعد عربوں نے بیت المقدس کی طرف توجہ دی ۔۔۔ یہ شہر تقدس کے لحاظ سے مسلمانوں ، عیسائیوں اور یہودیوں کیلئے بڑا اہم تھا۔ جنگ یرموک سے پیشتر حضرت عمرو بن العاصؓ فلسطین کے کئی شہر فتح کر کے اس تاریخی شہر کا محاصرہ کر چکے تھے۔ رومیوں نے اس شہر کی حفاظت کیلئے ہر ممکن اقدامات کر رکھے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ بھی شام کی دیگر مہموں سے فارغ ہو کر اس مہم میں شامل ہو گئے۔ محاصرہ کی شدت

نے اہلِ شہر کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ صلح کی درخواست دی کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ خود صلح کا معاہدہ کریں۔ چنانچہ اس شرط کی اطلاع دربارِ خلافت کو روانہ کی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس مذہبی شہر کو بلا کشت و خون فتح کرنے کی غرض سے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ اپنے ایک غلام کی معیّت میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ سواری کیلئے صرف ایک اونٹ تھا جس پر آقا اور غلام باری باری سفر کرتے تھے۔ اسلامی مساوات کی اس سے عمدہ مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ انتہائی سادگی کے عالم میں شام کی سرحد جابیہ کے مقام پر قیام فرمایا۔ اسی جگہ تمام عرب افسران سے ملاقات کی اور صلح کا معاہدہ تحریر کیا گیا۔ اہلِ شہر کو امان نامہ لکھ کر دیدیا گیا۔ شہر پر اسلامی فوج کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ شہر کے مقدس اور تاریخی مقامات کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے اور وہاں کئی دن ٹھہرے رہے۔

جزیرہ کی فتح: بیت المقدس کی فتح کے بعد اب صرف ساحلی جزیرہ باقی رہ گیا تھا جس پر مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اہلِ جزیرہ نے ہرقل کی طرف قاصد روانہ کیا کہ اگر شام پر لشکر کشی کا ارادہ کریں تو ہم آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ ہرقل نے ایک بڑی فوج حمص روانہ کی۔ جزیرہ کی تیس ہزار فوج بھی اس میں آن شامل ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس متحدہ لشکر کو شکست دی۔ شام پر دوبارہ قبضہ کرنے کیلئے قیصر کی یہ آخری ناکام کوشش تھی۔

شام و فلسطین کی فتح کے بعد شہنشاہِ روم ہرقل کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ مسلمان اگر چاہتے تو بڑی آسانی کے ساتھ پیش قدمی جاری رکھ سکتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے مزید پیش قدمی روک کر مفتوحہ علاقوں کے انتظام کی طرف توجّہ دینا ضروری خیال کیا۔

طاعون عمواس:

۱۸ھ میں عرب میں سخت قحط پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے سدِّ باب کیلئے ہر ممکن اقدامات کئے۔ بیرونی ممالک سے غلّہ منگوا کر تقسیم کیا گیا۔ اسی سال شام میں طاعون پھوٹ پڑا۔ اس وباءِ عام میں پچیس ہزار مسلمان لقمۂ اجل بن گئے جن میں حضرت ابو عبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ اور یزید بن ابی سفیانؓ اور دوسرے بہت سے ممتاز لوگ شامل تھے۔ یہ طاعون سب سے پہلے بیت المقدس کے نزدیکی شہر عمواس میں نمودار ہوا تھا اس لئے طاعونِ عمواس کے نام سے مشہور ہوا۔

فتح مصر

شام اور فلسطین کی طرح مصر بھی روم کے ماتحت تھا۔ یہاں کے باشندے قبطی کہلاتے تھے جن کا مذہب عیسائی تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے مصر پر حملہ کی اجازت چاہی۔ کیونکہ مصر رومی فوج کا ایک اہم مرکز تھا جس سے ہمسایہ ممالک شام اور فلسطین میں مسلمانوں کی حکومت محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو انکار کیا مگر بعد میں اجازت دیدی۔ ۱۹ھ میں اسلامی لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کی سرکردگی میں مصر کی جانب روانہ ہوا۔

سب سے پہلے مصر کی سرحدی چوکی فرما کے علاقے میں جنگ ہوئی جو ایک ماہ تک مختلف جھڑپوں کی صورت میں جاری رہی۔ آخر رومی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد اسلامی فوجوں نے بلبیس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ یہاں سے رومی فوجوں کو ہٹاتے ہوئے بابلیون کے مضبوط قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں ایک جلیل القدر صحابی زبیر بن العوامؓ امدادی فوج لیکر آن شامل ہوئے جس سے امدادی لشکر کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ اس کے مقابلہ میں رومی اور قبطی فوج اب بھی پچیس ہزار سے زائد تھی۔ یہ محاصرہ سات ماہ تک جاری رہا۔ ایک روز زبیرؓ چند صحابہؓ کے ہمراہ فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ سخت مقابلہ کے بعد قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا رومی فوجیں شکست کھا کر سکندریہ کی طرف بھاگ گئیں۔ اس فتح کے بعد دریائے نیل کا تمام مشرقی علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ مسلمانوں نے یہاں فسطاط کا شہر بھی آباد کیا۔

فتح سکندریہ ۲۵ھ: بابلیون میں چند روزہ قیام کے بعد عمرو بن العاصؓ نے سکندریہ کا رخ کیا۔ یہ شہر بحیرہ روم کے کنارے پر ایک خوبصورت اور مضبوط بندرگاہ تھی۔ علمی و تجارتی لحاظ سے اسے دنیا میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ مقوقس حاکم مصر مسلمانوں کے ساتھ صلح کرنے پر رضامند تھا مگر قیصر روم نہ مانا اور ایک گراں فوج سمندر کے راستے سکندریہ میں اتار دی۔ یہاں شہر سے باہر رومیوں سے کئی معرکے ہوئے جن میں رومی شکست کھاتے رہے۔ آخر مقوقس نے اہل مصر کی بہتری مسلمانوں کی اطاعت قبول کرنے ہی میں دیکھی۔ چنانچہ ۲۱ھ میں فریقین کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ رومی فوجیں شہر خالی کر کے چلی گئیں اور شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے برقہ اور طرابلس کی تسخیر کر کے تمام مصر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

حضرت عمرؓ کی شہادت:۔ تاریخ عالم میں حضرت عمرؓ جیسے عظیم اور فاتح انسان کی مثال نہیں ملتی جس نے اتنی قلیل مدت میں دنیا کی دو عظیم ترین سلطنتوں کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہو اور بیشمار علاقوں کو فتح کر لینے کے بعد اُن میں بہترین نظم ونسق قائم کیا ہو۔ ایک مغربی مفکّر کے قول کے مطابق "اگر اس زمانے میں حضرت عمرؓ جیسا ایک اور حکمران مسلمانوں کو مل جاتا تو آج روئے زمین پر اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔" بہرحال اگر قدرت حضرت عمرؓ کو حکومت کرنے کا کچھ اور موقعہ عطا کرتی تو دنیا کا نقشہ یقیناً آج کی دنیا سے مختلف ہوتا۔

اس وقت اسلامی حکومت بلادِ عرب سے نکل کر چہار طرف تیزی سے پھیل رہی تھی۔ ایران اور روم کی سلطنتیں زیر ہو چکی تھیں۔ ایک شقی القلب غلام ابو لولو فیروز نے آپ کو شہید کر دیا۔ جس کی وجہ نہایت معمولی تھی۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے ایرانی غلام ابو لولو فیروز کو یہ شکایت تھی کہ اُس کا آقا اُس سے زیادہ محصول لیتا ہے۔ تحقیق پر یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے اُسے سمجھایا لیکن وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اور ایک صبح جب آپ مسجد نبوی میں امامت فرما رہے تھے آپ پر حملہ کر کے ایسا کاری زخم لگایا کہ آپ جانبر نہ ہو سکے اور چار روز کے بعد رحلت فرما گئے اس وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ وفات سے پہلے آپ نے چھ صحابہ کی ایک کمیٹی بنا دی۔ جس کے سپرد یہ ذمّہ داری تھی کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ چُن لیں۔

حضرت عمرؓ کا نظام حکومت

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت صرف فتوحات ہی کیلئے مشہور نہیں بلکہ آپ کا بینظیر نظم حکومت بھی آپ کے حیرت انگیز تدبّر اور حکمت عملی کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ کے عہدِ حکومت میں اسلامی سلطنت بہت وسیع ہو گئی تھی۔ لیکن آپ نے اس وسیع سلطنت کے نظم ونسق کے ایسے اصول اور قواعد مرتّب کئے کہ تمام آرام و آسائش سے زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ نے اپنی سلطنت کے مختلف عناصر کو ایک سانچے میں ڈھالا اور ایسے آئین وضع کئے جو بعد میں ایک مثالی حکومت کی اساس قرار پائے۔ اس لئے اس لحاظ سے انہیں اسلامی سیاسی نظام کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔

مجلسِ شوریٰ: حضرت عمرؓ کی حکومت میں جمہوریّت اور آمریّت دونوں کی بہترین خصوصیات موجود تھیں۔ آپ نے امیرالمومنین کا لقب

اختیار کیا اور تمام دنیوی اور دینی امور کی نگرانی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مگر تمام امورِ سلطنت صحابہ کرام کے مشورے سے طے کرتے تھے۔ اگرچہ آخری فیصلہ خود ہی طے کرتے تھے لیکن ہر ایک اہم معاملے میں مشورہ لینا ضروری خیال کرتے تھے۔ آپ نے کبھی مطلق العنان حکمران بننے کی کوشش نہ کی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مجلسِ شوریٰ کی تشکیل کی تھی۔ یہ مجلس معزز صحابہ پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور مجلس بھی تھی جس میں خاص خاص مہاجرین اور انصار شامل تھے۔ بعض اہم معاملات تمام مسلمانوں کے سامنے بھی پیش کئے جاتے تھے اور ان سے رائے طلب کی جاتی تھی۔ آپ غیر مسلموں سے مشورہ لینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ ہر شخص کو آزادیٔ رائے حاصل تھی۔ ہر شخص حکومت پر نکتہ چینی کر سکتا تھا۔ اگرچہ خلیفہ حاکمِ اعلیٰ تھا مگر ذاتی حیثیت سے اسے دوسرے شہریوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی۔ حضرت عمرؓ معمولی آدمیوں کی طرح رہتے تھے۔ آپ کو بھی وہی وظیفہ ملتا تھا جو غزوہٴ بدر میں شریک ہونے والے اصحابہ کو ملتا تھا۔ آپ کے پاس کوئی دربان یا سرکاری ملازم نہ تھا۔ ہر شخص آپ سے ہر وقت مل سکتا تھا۔ ان کو اپنی ذمّہ داری کا اتنا احساس تھا کہ اسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ رعایا کی خبرگیری کرنا اپنا سب سے بڑا فرض خیال کرتے تھے۔

ملکی تقسیم :

حضرت عمرؓ نے تمام مفتوحہ علاقوں کے اکثر انتظامی اداروں کو بحال رکھا مگر وہاں کے غیر منصفانہ طریقوں کو بدل دیا۔ آپ نے تمام اسلامی سلطنت کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا تھا۔ صوبے یہ تھے۔ مکّہ، مدینہ، شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ، فلسطین، خراسان اور آذربائیجان۔ ہر صوبے میں والی، کاتب، دیوان، صاحب الخراج، صاحب بیت المال، صاحب شرطہ اور قاضی مقرّر تھے۔ یوں تو والی (گورنر) ہی فوج کا اعلیٰ افسر ہوتا تھا۔ مگر کبھی کبھی علیحدہ سپہ سالار بھی مقرّر کیا جاتا تھا۔ صوبے اضلاع میں تقسیم تھے اور ہر ضلع میں عامل افسر خزانہ اور قاضی مقرّر تھے۔ وہ وہاں کا نظم و نسق چلاتے تھے۔

عہدیداروں کا تقرّر :

حضرت عمرؓ حاکموں اور عاملوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرتے تھے۔ ہر عامل کو مقرّر کرتے وقت پروانہ جاری کیا جاتا تھا جس میں اس کے اختیارات اور فرائض درج ہوتے تھے جسے وہ اپنی تقرّری کی جگہ پر جا کر عوام کے سامنے پڑھ کر سناتا تھا۔ ہر عہدہ دار سے قسم لی جاتی تھی کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، عمدہ کپڑا نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازہ پر

دربان نہ رکھے گا اور ضرورت مند لوگوں کو ہر وقت اپنے پاس آنے دیگا۔

اس کے علاوہ تقرری کے وقت ہر عامل کے مال و اسباب کی ایک فہرست تیار کی جاتی تھی اگر اس کی واپسی پر اس کا مال و اسباب زیادہ نکلتا تو اس کا احتساب کیا جاتا اور زائد مال ضبط کر لیا جاتا ہر سال حج کے موقعہ پر بڑے افسروں کو مکتین حاضر ہونے کا حکم تھا۔ وہاں ان کے خلاف شکایات سنی جاتی تھیں۔ اگر کسی کے خلاف کسی قسم کی شکایت ہوتی تو اسے سخت سے سخت سزا دی جاتی حضرت عمرؓ نے شکایات کی تحقیقات کیلئے ایک کمیشن بھی بنا رکھا تھا۔ آپ کی اس سخت نگرانی کے باعث حکام ہمیشہ ڈرتے رہتے تھے۔ آپ کی باز پرس سے بہت کم عامل بچ سکے۔ عیاض بن غنم کو قیمتی کپڑا پہننے پر سزا دی۔ خالد بن ولیدؓ کو معزول کیا۔ سعد بن ابی وقاص کے مکان کی ڈیوڑھی گروا دی۔

بیت المال:۔ حضرت عمرؓ نے مدینہ میں ایک مرکزی بیت المال اور صوبے کے اہم ترین مقام پر صوبہ کا بیت المال قائم کیا۔ آپ نے بیت المال کیلئے کشادہ اور مضبوط عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اگرچہ مرکزی بیت المال رسول اللہؐ اور ابو بکرؓ کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ مگر اس میں کچھ جمع نہ رہتا تھا۔ آپ نے باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ آمدنی اخراجات کے اصول وضع کئے۔ بیت المال کا حساب کتاب رکھنے کیلئے ایماندار اور لائق افسر مقرر کئے ہر صوبے کی آمدنی وہاں بیت المال میں جمع ہوتی اور وہاں کے اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ مدینہ کے خزانہ میں داخل کر دیا جاتا۔ بیت المال کی آمدنی عموماً ان امور پر صرف ہوتی تھی:۔

(۱) سرکاری ملازمین کی تنخواہیں (۲) فوج کے مصارف (۳) عوامی وظیفے ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق وظیفہ ملتا تھا (۴) رفاہ عامہ (۵) سرکاری عمارتوں کی تعمیر (۶) قیدیوں کی کفالت (۷) خلیفہ کو اختیار تھا کہ ملکی اور دینی ضرورت پر جس طرح چاہے خرچ کرے۔

محکمہ مال گذاری:۔ حضرت عمرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے مملکت اسلامیہ میں محکمہ مال گذاری کو تشکیل کیا۔ پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو علاقے فتح ہوتے تھے فاتحوں میں بطور جاگیر تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس طریقہ کار کو بند کر دیا اور تمام مفتوحہ علاقہ کو حکومتِ اسلامیہ کی ملکیت قرار دے دیا۔ آپ نے سابقہ سخت قوانین جو اسلامی قبضہ سے پہلے رائج تھے منسوخ کر دیئے۔ آپ نے تمام علاقے کی پیمائش کرائی اور پیداوار کے لحاظ سے زمینوں کا لگان مقرر کیا۔ پرانی شاہی جاگیروں کو ضبط کر کے ان کی آمدنی رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ عام زمینیں کاشتکاروں کو دے دیں۔

جو شخص کسی بنجر زمین کو قابلِ کاشت بناتا تھا وہ اس کی ملکیت ہو جاتی تھی۔
زراعت کو فروغ دینے کیلئے آبپاشی کا انتظام کیا۔ کئی نہریں کھدوائیں، بند بندھوائے، تالاب اور کنوئیں بنوائے۔ آپ نے جو نہریں بنوائیں اُن میں نہر ابوموسیٰ اور نہر سعد دریائے دجلہ سے نکالی گئیں اور نہر امیر المومنین دریائے نیل سے دریائے قلزم تک نکالی گئی۔

ٹکسال:۔ عرب میں ہمیشہ غیر ملکی سکّے جاری تھے۔ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے چاندی کے سکّے ڈھلوائے اور ان پر عربی عبارت کندہ کروائی۔ یہ درہم کہلاتے تھے اسی مقصد کیلئے آپؓ نے ٹکسالیں قائم کیں۔

صیغہ عدالت:۔ حضرت عمرؓ اپنے عادلانہ نظم و نسق کی وجہ سے بہت ممتاز ہیں آپ کو عدل و انصاف کا بہت خیال تھا اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت گوارا نہ کرتے تھے۔ اپنے عزیزوں تک کو سخت سزائیں دلوائیں۔ ابتدا میں صوبہ یا ضلع کا افسر ہی مقدموں کا فیصلہ کرتا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے علیحدہ محکمہ انصاف (قانون قضا) مقرر کیا اور قابل دیانتدار اور خدا ترس قاضی مقرر کئے جن کو معقول تنخواہیں ملتی تھیں۔ تاکہ وہ کسی لالچ کے بغیر مقدمات کا فیصلہ کریں۔ قاضی قرآن و سنّت کی روشنی میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔ آپ صرف معزز اور متقی آدمیوں کو قاضی مقرر کرتے تھے۔ اُن کو سوائے عدل و انصاف کے کوئی اور پیشہ اختیار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ آپ نے عدالتوں کی راہنمائی کیلئے اصول وضع کئے تاکہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو۔ مقدمات عموماً مسجدوں میں پیش کئے جاتے تھے۔ غیر مسلموں کیلئے ان کی اپنی عدالتیں تھیں۔ کوئی شخص چاہے وہ کتنے ہی بڑے قبیلے کا ہو انصاف کی زد سے بچ نہیں سکتا تھا ایک مقدمہ کے سلسلے میں آپ خود بھی عدالت میں پیش ہوئے۔

پولیس اور جیل خانے:۔ امن و امان قائم رکھنے اور جرائم کا سدِباب کرنے کیلئے حضرت عمرؓ نے پولیس کا ایک مستقل محکمہ (صیغہ احداث) قائم کیا۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے جیل خانے تعمیر کرائے جہاں مجرموں کو قید کیا جاتا تھا۔ بعض جرائم کی سزا آپ نے بدل کر قید کر دی تھی۔

محکمہ بریدہ:۔ حضرت عمرؓ نے سرکاری خطوط، فوجی مراسلات اور مالِ غنیمت کو ایک مقام سے دوسری جگہ پہنچانے کیلئے ڈاک کا محکمہ قائم کیا۔ اس کیلئے تیز رفتار اونٹ اور گھوڑے مہیا کئے۔ آپ کا ڈاک کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ آپ کو ملک کے ہر گوشے سے

خبریں ملتی رہتی تھیں۔

فوجی انتظام:- حضرت عمرؓ سے پہلے فوج کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا۔ آپ نے اپنی خلافت کے دوسرے سال محکمۂ فوج قائم کیا۔ وہ لوگ جو فوجی خدمت کے قابل تھے ان کا رجسٹر میں بھی اندراج کیا جاتا اور ان کی اسلامی خدمت کے اعتبار سے وظیفے مقرر تھے۔ ایک معمولی سپاہی کی تنخواہ سو درہم مقرر ہوتی تھی۔ غلاموں کو ان کے آقا کے برابر وظیفہ ملتا تھا۔ ان کی بیویوں اور بچوں کو وظیفے ملتے تھے۔ ہر سپاہی کو ماہانہ راشن ملتا تھا۔ فوج دو حصوں میں تقسیم تھی ایک باقاعدہ اور دوسری رضاکار پہلی قسم کی فوج ہر وقت تیار رہتی تھی اور دوسری فوج ضرورت کے وقت طلب کی جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کیں یہ جنہ کہلاتی تھیں۔ یہ فوجی مراکز مدینہ، بصرہ، کوجہ، دمشق، موصل، فسطاط اور حمص وغیرہ میں تھے۔ جہاں فوجیوں کے رہنے کیلئے مکانات، گھوڑوں کیلئے اصطبل اور چراگاہوں وغیرہ کا انتظام تھا۔ ان مقامات پر فوجیوں کا حساب کتاب رکھنے کیلئے علیحدہ دفاتر تھے۔ رسد اور سامانِ جنگ مہیا کرنے کا معقول انتظام تھا سپاہیوں کی تربیت اور جسمانی صحت کا خیال رکھا جاتا تھا۔ شروع شروع میں قریش اور انصار ہی فوج میں بھرتی کئے جاتے تھے۔ مگر بعد میں مفتوح لوگوں کو بھی بھرتی کیا جانے لگا۔ فوج پیادہ اور شہسواروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ شہسوار فوج کے بازوؤں پر متعین کئے جاتے تھے۔ فوج زرہ بکتر پہن کر تلواروں، تیروں اور تبروں سے لڑتے تھے۔ محاصرہ کے وقت منجنیقوں، دبابوں اور دیگر قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ہر فوج کا ایک سپہ سالار ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے افسر مثلاً خزانچی، محاسب، قاضی، مترجم اور طبیب بھی شامل تھے۔ جمعہ کو عام تعطیل ہوتی تھی اور اس کے علاوہ اتفاقی چھٹی بھی ہوتی تھی۔ چار ماہ کے بعد گھر جانے کی اجازت تھی۔ خبر رسانی اور جاسوسی کا باقاعدہ انتظام تھا۔ فوجوں کی نقل و حرکت کی خبر خلیفہ کو برابر ملتی رہتی۔ سڑکوں اور پلوں کی مرمت کا کام بھی ذمی سرانجام دیتے تھے۔ فوجیوں کو مفتوحہ علاقوں میں کاشتکاری کی اجازت نہ تھی۔ عورتیں اور بچے بھی جنگ میں شریک ہو سکتے تھے۔ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور بچے پانی پلاتے تھے۔ حضرت عمرؓ فوجیوں کا بڑا خیال رکھتے تھے، ان کو برابر ہدایات دیتے تھے۔ سپاہی کی صحت کی آپ کو ہر وقت فکر رہتی۔ اس لئے بہترین جگہوں پر فوجی چھاؤنیاں قائم کرتے تھے۔ موسم بہار میں فوجیوں کو سرسبز و شاداب اور صحت افزا مقامات پر بھیجتے تھے ــــــــ

سپہ سالاروں کی کڑی نگرانی کرتے اور اُن کی سستی و غفلت کو کسی حالت میں بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

علوم و فنون میں ترقی: حضرت عمرؓ کے عہد میں ہر قسم کے علوم و فنون نے بے انتہا ترقی کی۔ اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم عام تھی جس میں آزاد اور غلام بچوں میں کوئی تفریق نہ کی جاتی تھی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ مروجہ فنون کو سکھلانے کا بھی باقاعدہ انتظام تھا۔ غیر عرب بچوں کو عربی سکھانے کا بہترین انتظام تھا۔ دور دور کے ممالک سے لوگ مدینہ منورہ آتے اور علم حاصل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مجلس قرأ قائم کی جس میں خود بھی شریک ہوتے تھے۔ اس مجلس کا مقصد غیر عربی مسلمانوں کو قرآن پاک کی صحیح قرأت بتانا اور مختلف سورتوں اور آیاتوں کی صحیح تفسیر بیان کرنا تھا۔ حضرت عمرؓ نے علم فقہ حاصل کرنے کی ہمیشہ ترغیب دیا کرتے تھے اور تمام فقہی مسائل ہمیشہ صحابہ کرامؓ کے مشورے سے طے کرتے تھے تاکہ کسی قسم کے اختلافات کی نوبت نہ آئے۔

سن ہجری کا آغاز: آپ سے پہلے کوئی اسلامی سن وجود میں نہیں آیا تھا۔ غیر معمولی فتوحات کے باعث اور حکومت کا کاروبار چلانے کیلئے کیلنڈر کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ نے یہ مسئلہ مجلس مشاورت میں پیش کر کے سن ہجری کو مروج کر دیا جو آج تک رائج ہے۔

ذمیوں سے سلوک

ذمی سے مراد وہ غیر مسلم رعایا ہے جن کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی۔ یہ لوگ مفتوحہ علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ فوج میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے ان کی حفاظت کیلئے ایک خاص قسم کی رقم لی جاتی تھی جسے جزیہ کہتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیشتر فتوحات ہوئی تھیں، اور ان علاقوں کے ذمیوں سے جو عمدہ سلوک حضرت عمرؓ نے کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی

حضرت عمرؓ کے عہد میں عرب کی ہمسایہ سلطنتوں کے بیشتر علاقے فتح ہوئے۔ عربی تسلط سے پہلے غیر اقوام تو درکنار خود اُن کی ہم قوم رعایا سے ان سلطنتوں کا سلوک اچھا نہ تھا۔ گو اہل شام رومیوں کے ہم مذہب تھے مگر ان کی حالت بہت خراب تھی اور انہیں اپنی ملکیتوں پر کوئی حقوق نہ تھے وہ غلامانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جس طرح ملکیت ایک شخص سے دوسرے شخص کے قبضہ میں چلی جاتی ہے

اسی طرح یہ لوگ بھی بحیثیت غلام ایک مالک سے دوسرے مالک کے ہاتھوں میں چلے جاتے تھے۔ یہودیوں کی حالت تو اور بھی خراب تھی۔ کیونکہ وہ اُن کے ہم مذہب نہیں تھے۔ اسی طرح ایران میں مقیم عیسائیوں کی حالت بہت خراب تھی۔ لیکن جب یہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تو ان سے ایسا عمدہ سلوک کیا گیا کہ ان کی حالت ایک دم بدل گئی اور ان کے ساتھ اس طرح معاہدے کئے گئے جیسے کسی ہم پایہ قوم سے کئے جاتے ہیں۔ ان کیلئے قانون ہی وضع نہیں کئے گئے بلکہ ان پر عمل بھی کیا گیا۔

ذمیوں کو برابر کے حقوق دیئے گئے۔ مسلمانوں اور ذمیوں کے حقوق کو مساوی قرار دیا گیا اور ان کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا اس کے الفاظ یہ تھے:۔

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اہلِ ایلیا کو دی۔ یہ امان جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور اُن کے تمام اہلِ مذہب کیلئے ہے۔ نہ ان کے گرجوں میں سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں کو اور نہ ان کے مال میں کمی آئے گی مذہب کے معاملے میں ان پر قطعاً جبر نہیں کیا جائے گا۔"

اسی طرح دیگر ذمیوں سے بھی معاہدے کئے گئے۔ چنانچہ جرجان، موقان اور آذربائیجان کے معاہدوں کے الفاظ یہ تھے:۔

"جان و مال، مذہب اور شریعت کو امان ہے۔"

ان معاہدوں کی پوری پوری پابندی کیلئے آپ نے گورنروں کو سخت تاکید کی تھی اور اکثر اس سلسلہ میں باز پرس کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو فتح شام کے بعد یہ فرمان بھیجا کہ "مسلمانوں کو منع کرنا کہ ذمیوں پر ظلم نہ کریں، نہ ان کو نقصان پہنچائیں، نہ ان کا مال بے وجہ کھائیں اور جس قدر شرطیں ان سے کی گئی ہیں سب وفا کی جائیں۔"

ذمیوں کو ہر طرح مسلمانوں کے برابر درجہ دیا گیا۔ ان کی جان و مال مسلمانوں کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ اگر کوئی مسلمان ذمی کو قتل کر دیتا تو اس کے قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال سے غریب، اپاہج اور نادار مسلمانوں کو وظیفے دینے شروع کر دیئے تھے حضرت عمرؓ نے ذمیوں کو بھی ایسے وظیفے دیئے۔ ایسے لوگوں کو مساکین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ذمی کاشتکاروں پر شرح لگان بہت تھوڑی تھی۔ پھر بھی آپ کو ہمیشہ یہ فکر رہتی تھی کہ ان سے لگان

سختی سے نہ وصول کیا جا رہا ہو۔ اس کی وجہ سے گورنروں کو بار بار تاکید کرتے تھے کہ لگان وصول کرتے وقت ذمیوں پر کسی قسم کی سختی نہ کریں۔ اپنی تسلی کی خاطر جب عراق سے لگان کی رقم آئی تو کوفہ اور بصرہ سے دس دس معتبر اشخاص کو بلا کر پوچھا کہ ان پر سختی تو نہیں کی گئی۔ وفات سے تین روز پہلے مالگزاری کے افسروں کو بلا کر بار بار پوچھتے رہے کہ شرح لگان سخت تو نہیں ہے اور یہ بھی تاکید کرتے رہے کہ لگان کی وصولیابی میں سختی ہرگز نہ کریں۔

ذمیوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل تھی۔ آزادانہ طور پر مذہبی جلوس نکالتے تھے۔ اور اپنے مذہبی تہوار مناتے تھے۔ اسلام کی اشاعت تو حضرت عمرؓ کا اولین فرض تھا مگر یہ صرف زبانی تبلیغ تک محدود تھا۔ کسی بھی ذمی کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا جاتا تھا اور نہ کسی قسم کی سختی روا رکھی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ ذمیوں کے ساتھ سلوک میں اس درجہ فراخ دل تھے کہ اگر انہوں نے اسلام کے خلاف سازش بھی کی تو انہیں معاف کر دیا گیا۔ اس طرح کے جرائم تو آج دنیا کی متمدن اقوام بھی معاف کرنا گوارا نہیں کرتیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے کمال رواداری کا ثبوت دیکر ذمیوں کی غداری تک کو معاف کر دیا۔ ملک شام میں شہر عرادس کے ذمی رومیوں سے درپردہ ساز باز کرتے تھے۔ جب امیرالمومنین کو اس بات کا علم ہوا تو وہاں کے حاکم عمر بن سعدؓ کو لکھا کہ ان کی تمام زمین، جائداد اور مال کا حساب کر کے ان کی دوگنی قیمت ادا کر دو اور ان سے کہہ دو کہ عرادس سے نکل جائیں۔ اگر وہ اس بات پہ راضی نہ ہوں تو ایک سال کی مہلت دو اور پھر جلا وطن کر دو۔ یہودیوں کو جب مسلسل سازشوں کی بنا پر خیبر سے نکالا گیا تو ان کی زمینوں کی قیمت ادا کر دی۔ نجران کے عیسائیوں کو عرب سے نکالا تو عراق میں اسی قدر زمینیں دیں اور دو سال کا جزیہ معاف کر دیا۔

غرض کہ حضرت عمرؓ کا ذمیوں کے ساتھ سلوک اپنی مثال آپ ہے۔ مفتوحہ اقوام کے حقوق کی حفاظت کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن ذمیوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے ساتھ عدل و انصاف اور ہر قسم کی رواداری کرنا عمرؓ کا ہی کام تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذمی آپ کے عہد میں جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ جو مسلمان نہ ہوئے وہ پُرامن شہری بن کر مملکتِ اسلامیہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

خلفائے راشدین میں حضرت عمرؓ سب سے ممتاز ہیں۔ آپ بڑے بلند اخلاق اور نیک نہاد

تھے - آہنی ارادے کے مالک تھے - خود بھی بڑی سختی سے سُنتِ رسولؐ کی پیروی کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے - آپ کو آنحضرتؐ کی ذات سے بڑی محبت اور عقیدت تھی - اگر کوئی شخص، گستاخانہ لہجہ میں آنحضرتؐ سے بات کرتا تو آپ تلوار نکال لیتے - اس محبت کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آنحضرتؐ کا وصال ہوا تو آپ کو یقین نہ آیا اور تلوار نکال کر کہنے لگے کہ جس کسی نے بھی کہا کہ رسُولِ خداؐ فوت ہو چکے ہیں میں اُس کا سَر قلم کر دُوں گا - جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سمجھایا کہ حضُور پاکؐ فوت ہو چکے ہیں تو شدتِ غم سے بیہوش ہو گئے -

آپ کے اندر ایک مردِ مومن کے تمام اوصاف موجود تھے - آپ بے حد ذہین، دُور اندیش اور دلیر شخص تھے - صاف گوئی، نیک کرداری اور منصف مزاجی آپ کی نمایاں خصوصیات تھیں - آپ ایک شعلہ بیان خطیب، ایک نڈر سپاہی اور ایک خدا ترس انسان تھے - قبولِ اسلام سے پہلے بھی آپ کی بہادری اور شجاعت کی دھاک تمام عرب میں تھی - لیکن اسلام قبول کر لینے کے بعد آپ کی تمام قوت اسلام کی سربلندی کیلئے وقف ہو گئی - آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ "عمرؓ کی وجہ سے اسلام کو بڑی مدد ملی" اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "عمرؓ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد ہم کو برابر غلبہ حاصل ہوا" - غزوہ، اُحد اور خندق میں جب مسلمانوں میں انتشار کی سی حالت پیدا ہو گئی تھی تو حضرت عمرؓ اُن چند ایک جلیل القدر صحابہ میں سے تھے جو آنحضرتؐ کی حفاظت کی خاطر اُن کے گرد اکیلے رہ گئے تھے -

حضرت عمرؓ کا زہد و تقویٰ بے مثال تھا - راتوں کو عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور خوفِ خدا سے اکثر زار و قطار روتے رہتے تھے - آپ کا یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ اگر آسمان سے یہ آواز آئے کہ ایک کے سوا باقی سب جنّتی ہیں تو بھی خدا تعالیٰ کی باز پُرس کا احساس میرے دل سے نہیں جائیگا - کیونکہ ہو سکتا ہے وہ ایک شخص میں ہی ہوں - ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے آپکی پرہیزگاری اور قناعت کی وجہ سے فرمایا کہ "عمرؓ سے شیطان بھاگتا ہے" - اسی طرح کے اور بھی کلمات آپ کے متعلق ارشاد فرمائے گئے - مثلاً :-

- عمرؓ کی زبان سے ہمیشہ سچ بات نکلتی ہے -
- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہی ہوتے -
- ہر نبی کے وزیر ہوتے ہیں - میرے وزیر ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں -
- جس نے حضرت عمرؓ سے بغض رکھا اُس نے میرے ساتھ بغض رکھا -

یہ کلمات حضرت عمرؓ کی فضیلت کو اوجِ ثریا تک لے جاتے ہیں۔ آپ نے بھی آگے اپنے آپ کو ان کلمات کی صداقت کا اہل ثابت کر دیا۔ آپ کے عہد میں قیصر و کسریٰ کی بے انداز دولت اور مال و اسباب ہاتھ آیا۔ لیکن آپ نے اپنے حصے کی تمام دولت راہِ خدا میں دیدی۔ حاکم وقت ہوتے ہوئے بھی نہایت سادہ زندگی بسر کی۔ ہمیشہ موٹا اور معمولی کپڑا پہنتے تھے۔ اکثر لباس میں پیوند نظر آتے تھے۔ بیت المال سے روزانہ دو درہم اپنے خرچ کیلئے لیتے تھے اور اکثر وقت فقر و فاقہ میں بسر ہوتا تھا۔ جب بھی کسی عامل کو کسی علاقے کا حاکم مقرر فرماتے تو اُسے تنبیہہ کرتے کہ تم لوگوں کے خدمتگار رہو۔ خبردار! عیش و عشرت میں مت پڑنا اور نہ ہی ریشمی باریک کپڑا پہننا۔ چنانچہ اس ضمن میں کئی عاملوں کو سزائیں بھی دیں۔

آپ کے رُعب و داب کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے شہنشاہ بھی آپ کے نام سے کانپتے تھے۔ حق و انصاف کے معاملہ میں کبھی کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔ ان کے مزاج میں سختی ضرور تھی مگر وہ ان کی حق پرستی کا نتیجہ تھا۔ بے جا سختی سے آپ نے ہمیشہ پرہیز کیا۔ فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی تھی کہ کسی طرح عوام کو زیادہ سے زیادہ آرام ملے۔ ہر طبقے کا آدمی بلا روک ٹوک مل سکتا تھا۔ غریبوں اور بیکسوں کی مدد کیلئے خود اُن کے گھروں میں پہنچتے تھے اور اُن کا کام کر کے خوشی محسوس کرتے تھے۔ ذمیوں کا یہاں تک خیال تھا کہ وہ اکثر اپنے حکام کو اُن پر سختی سے منع فرماتے ہوئے کہتے "اگر ہم نے ان لوگوں پر ظلم و تشدد کیا تو اللہ ہم سے سلطنت چھین لے گا۔"

آپ کی گھریلو زندگی بھی بہت سادہ تھی۔ اولاد سے بڑی محبت تھی۔ لیکن امورِ سلطنت میں یہ محبت کبھی حائل نہ ہوتی تھی۔ مہمان نوازی کا بڑا خیال رکھتے لیکن خاص اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ گھر میں اگر معمولی کھانا بھی ہوتا تو بلا تکلف مہمان کے سامنے پیش کر دیتے تھے۔ آپ معمولی لباس میں ہی غیر ملکی بادشاہوں اور سفیروں سے ملتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات تو صرف ایک ہی لباس ہوتا جسے دھو کر پہن لیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی بیٹی اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ نے آپ سے کہا کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں ۔۔۔۔ اس لئے غیر ملکی بادشاہوں سے ملنے کیلئے ایک اعلیٰ لباس تیار کروا لیں۔ آپ نے جواب دیا کہ "اے بیٹی! جو کام رسولِ پاک نے نہیں کیا وہ کام کرنے کیلئے مجھے کیوں کہتی ہو مجھے دنیا کی نسبت آخرت کی زیادہ فکر رہتی ہے۔" غرض ایک مثالی شخص میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ آپ کے اندر موجود تھیں۔

عظیم خلیفۂ اسلام کہلانیکی وجہ

حضرت عمرؓ کو فاروقِ اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ان کو بلند مقام حاصل ہے۔ آپ نہ صرف خلفائے راشدہ میں بلکہ تمام خلفائے اسلام میں ممتاز ہیں۔ ایک مؤرخ کے قول کے مطابق اگر اس زمانے میں حضرت عمرؓ جیسا ایک اور حکمران مسلمانوں کو مل جاتا تو آج رُوئے زمین پر اسلام کے سوا کوئی اور مذہب نہ ہوتا۔ آپ کا دورِ خلافت تاریخ اسلام کا سنہری باب ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کے عہدِ خلافت میں اسلامی سلطنت کی حدود بہت پھیل گئی تھی۔ ایران اور روم کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا اور اسلامی سلطنت کی عظمت کا شُہرہ تمام دنیا میں ہو گیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اس وسیع و عریض سلطنت کو جس قابلیت اور انہماک سے چلایا اور جس بہترین نظم و نسق، عدل و انصاف اور معاشرتی مساوات کی مثال قائم کی اس کے باعث یہ دور تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ حضرت عمرؓ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مملکتِ اسلامیہ کو ایسی مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جس کی قوت میں ان کے بعد بھی برسوں تک کمی نہ آئی۔ ایک طرف تو زہد و تقویٰ اور پرہیزگاری اور دوسری طرف سلطنت کے کاموں میں اسقدر انہماک کسی اور شخص میں مشکل ہی سے ملے گا۔ آپ نے بیشمار اُدارے قائم کیے جو آئندہ خلفا کیلئے مشعلِ راہ کا کام دیتے رہے اور اسی طرز پر انہوں نے سلطنت میں اصلاحات کیں۔ آپ نے جس انداز سے مفتوحہ علاقوں میں امن و سکون، رعایا کی جان و مال، عزت آبرو اور مذہب کی حفاظت کی وہ آپ ہی کا حصّہ تھا۔ ایک علاقہ فتح ہونے پر وہاں گورنر اور اعمال مقرر کرتے تو اُن کو سادہ زندگی بسر کرنے، غرباء کی دیکھ بھال کرنے اور شخصی امتیازات سے اجتناب کرنے کی ہدایت فرماتے۔ ہر عہدیدار کو اس کے فرائض اور اختیارات کا پروانہ دیتے جسے وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتا۔ اس کے بعد اُس کا سختی سے محاسبہ کیا جاتا۔ اس طرح آپ نے ایک بےمثال عادلانہ نظام قائم کیا۔

آپ کی حکومت جمہوریّت اور آمریّت کا لطیف امتزاج تھی۔ مذہبی رَواداری کی جو مثال آپ نے قائم کی وہ سلطنت اسلامیہ کا ایک امتیازی نشان تھی۔ علاوہ ازیں بطور خلیفہ جو معیار آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ غرض کہ آپ وسیع فتوحات، اصلاحات، احساسِ ذمہ داری اور بلند کرداری کے باعث ایک عظیم خلیفہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

سوالات

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں اسلامی حکومت کے نظام اور اس کی خصوصیات کا مفصل تذکرہ کیجئے۔ (۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء)

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہدِ خلافت میں فوجی نظام قائم کیا تھا۔ ان کے عہد میں فتح بیت المقدس کے حالات تحریر کیجئے۔ (۱۹۶۵ء سپلیمنٹری)

۳۔ حضرت عمرؓ نے تنظیمِ حکومت کے سلسلے میں جو سنہری کارنامہ سرانجام دیا اُس کا مختصر حال قلمبند کیجئے۔ (۱۹۶۷ء)

۴۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں فوجی اور مالی نظام کیسا تھا۔ (۱۹۶۹ء)

۵۔ خلفائے راشدین میں حضرت عمرؓ سب سے عظیم خلیفہ کہلانے کے کہاں تک حقدار ہیں؟

۶۔ حضرت عمرؓ کے کردار اور ذمیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

ابتدائی حالات :

آپ کا نام عثمان اور کنیت ابو عبداللہ و ابو عمرو تھی ۔ قریش کے مشہور اور با اثر خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ یہ قبیلہ قریش کی سپہ سالاری کے فرائض سر انجام دیتا تھا اور ان کا جھنڈا عقاب اسی خاندان کے قبضہ میں رہتا تھا ۔ آپ کے والد کا نام عفان اور والدہ کا نام اروی تھا ۔ پانچویں پشت پر آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھ برس چھوٹے تھے ۔ بچپن ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا ۔ دیگر اہل مکہ کی طرح آپ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا اور اس میں اسقدر ترقی کر لی تھی کہ مکہ کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے ۔ اپنی اس دولتمندی کی بنا پر آپ کا لقب غنی پڑ گیا حضرت ابوبکر صدیق رض کی ترغیب پر ایمان لے آئے اور ان ممتاز صحابہ کی صف میں شامل ہوئے جنہوں نے قبول اسلام میں سبقت لی تھی ۔

حضرت عثمان رض کی ذات میں ابتدائے عمر سے ہی بعض عمدہ اوصاف موجود تھے ۔ آپ نہایت باحیا اور نیک اطوار تھے ۔ حضور اکرم صلعم نے ان کی حیا اور نیکی دیکھ کر حضرت رقیہ رض کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا ۔ ان کے بطن سے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے ۔ جب حضرت رقیہ رض کا بھی کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رض کی شادی ان سے کر دی ۔ اسی شرف کی بنا پر آپ

کا لقب ذُوْالنُّوْرَیْن (دو نوروں والا) ہُوا۔

حضرت عثمانؓ کی دولت سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ آپ ہر موقع پر زیادہ سے زیادہ مالی ایثار سے کام لیتے اور ہمیشہ اپنی دولت مسلمانوں کی بہتری کیلئے خرچ کرتے رہتے۔ مدینہ میں بئرِ رومہ نامی ایک بہت مشہور کنوآں تھا جس کا یہودی مالک اس کا پانی بھاری قیمت پر فروخت کیا کرتا تھا۔ غریب لوگوں کو پانی نہ ملنے سے سخت تکلیف تھی۔ چنانچہ آپ نے بھاری قیمت دیکر خرید لیا اور عام مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ مسلمانوں میں یہ پہلا صدقہ جاریہ تھا جس کی ابتدا حضرت عثمانؓ نے کی۔

آپ نے کفار کی ایذا رسانی سے تنگ آکر اپنی بیوی اور دیگر چند ستم رسیدہ مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چند سال بعد واپس مکہ چلے آئے اور پھر ہجرت کر کے مدینہ میں مقیم ہو گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ فرمایا تو حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمانؓ کو سفیرِ اسلام بنا کر روانہ کیا۔ جب آپ کی شہادت کی افواہ پھیلی تو آنحضرتؐ کو اس قدر رنج ہوا کہ ان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے بیعتِ رضوان عمل میں لائی گئی۔

آپ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اس غزوہ میں آپ آنحضرتؐ کی ہدایت کے مطابق اپنی بیوی کی شدید علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے۔ اس کے باوجود آپ کو مجاہدینِ بدر کا درجہ عطا کر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں آپ مجلس شوریٰ کے ممتاز رکن تھے اور آپ کی تجاویز کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اِنتخابِ خلافت: حضرت عمرؓ کے زخموں کے باعث جب ان کی جانبری کی امید باقی نہ رہی تو صحابہؓ نے آپ سے آئندہ جانشین مقرر کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ اس ذمہ داری کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے چھ اصحاب حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے نام تجویز فرما کر کہا کہ باہمی مشورے سے ان میں سے کسی ایک کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن اس کا فیصلہ تین دن کے اندر ہونا ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد دو روز تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تیسرے روز یہ فیصلہ ہوا کہ ہم میں سے کوئی دوسرے کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں علیحدگی اختیار کر لی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس شرط پر [illegible] دستبردار ہوئے کہ انہیں انتخاب میں ثالث تسلیم کر لیا جائے۔ چنانچہ تمام آپ کی

بخویز پر متفق ہو گئے ۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے رہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رائے دریافت کرتے رہے ۔ اس کے بعد کثرت رائے کے مطابق مسجد نبوی میں جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور سب سے پہلے خود ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ کچھ دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی متفق ہو گئے ۔ پھر دوسرے لوگ بیعت کیلئے آگے بڑھے ۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اتفاق آراء سے مسلمانوں کے خلیفہ بن گئے ۔ اس وقت ان کی عمر ستر برس تھی خلیفہ تسلیم کئے جانے کے بعد آپ نے ایک مختصر خطبہ دیا جس میں خدا ، رسول اور پہلے دونوں خلفاء کے نقش قدم پر چلنے کا عہد فرمایا ۔

ہرمزان کا مقدمہ :

خلیفہ مقرر ہونے کے بعد پہلا مقدمہ جو آپ کے سامنے پیش ہوا وہ ہرمزان کے قتل کا مقدمہ تھا ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ ایسی باتوں کا پتہ چلا جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے والد کے خلاف جو سازش ہوئی تھی اس میں ایرانی سردار ہرمزان کا بھی ہاتھ تھا ۔ پس انہوں نے غصہ میں آکر اسے قتل کر دیا ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کر دیا گیا ۔ مجلس شوریٰ کے ممبران کی رائے یہ تھی کہ باپ کی شہادت کے فوراً بعد بیٹے کو قتل نہ کیا جائے ۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے خون بہا ادا کر کے عبداللہ کو رہا کر دیا ۔

فتوحات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کو مضبوط بنانے کیلئے بہت سی کامیاب کوششیں کی تھیں ۔ اس کے باوجود بعض عناصر جو ملک میں رہائش رکھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد ان کے حوصلے دوچند ہو گئے اور انہوں نے ملک میں فتنہ فساد پیدا کر دیا ۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بڑی مستعدی کے ساتھ ان فتنوں کو کچلنے کی کوشش کی ۔

سکندریہ کی بغاوت :

سکندریہ میں رومیوں کی کافی تعداد آباد تھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ہرقل روم نے خط لکھا بنانے ، ذریعہ انہیں بغاوت پر اکسایا اور روم کا بحری بیڑا ان کی مدد کیلئے روانہ کر دیا ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے موقع پر پہنچ کر رومیوں کو شکست فاش دی اور شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا ۔ اس بغاوت میں مصر کی قدیم قوم قبطیوں نے روم کا ساتھ نہیں دیا ۔ اس لئے عیسائیوں نے بھاگتے وقت انہیں بہت مالی نقصان پہنچایا ۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ان کے نقصان کی حتی الامکان تلافی کر دی ۔

آذربائیجان اور آرمینیہ کی بغاوت اور ایشیائے کوچک کی فتوحات:-

آذربائیجان اور آرمینیہ کے باشندوں نے حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں جزیہ دیکر صلح کر لی تھی لیکن ۲۵ھ میں عہد ناموں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بغاوت کر دی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی سرکوبی کیلئے ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔ انہوں نے حملہ کر کے شکست دی اور دوبارہ اطاعت پر مجبور کر دیا ـــــ اسی دوران ایشیائے کوچک کے بطریق اعظم نے ۸۰ ہزار کا عظیم لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ حبیب بن مسلمہؓ مقابلے کیلئے آگے بڑھے اور عیسائیوں کو شکست دیکر اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف امیر معاویہؓ نے بھی ایشیائے کوچک پر لشکر کشی کی اور وہاں بہت سے قلعے فتح کر کے اسلامی نوآبادیاں قائم کیں۔

فتح ایران کی تکمیل:

حضرت عمرؓ کے عہد میں ایران کے بہت سے صوبے فتح کر لئے گئے تھے لیکن ان فتوحات کو استحکام حاصل نہیں ہوا تھا۔

یزدگرد شاہِ ایران نہاوند کے مقام پر شکست کھانے کے بعد ادھر ادھر آوارہ پھرتا رہا اور ایران کے مختلف صوبوں میں شورشیں بپا کرانے میں مصروف رہا۔ ۲۹ھ میں اہلِ ایران نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغاوت کر دی۔ عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ اس بغاوت کو کچلنے کیلئے فوراً فارس پہنچے اور عیسائیوں کو "اصطخر" کے مقام پر شکست دیکر دوبارہ اہلِ فارس کو اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا۔ طبرستان کی مہم سعید بن العاصؓ حاکم کوفہ کے سپرد ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس بغاوت کو کچل دیا۔ اب عبداللہ بن عامرؓ اور سعید بن العاصؓ خراسان کی طرف بڑھے اور ہر طرف فوجیں دوڑا دیں۔ نیشاپور کا قدیم شہر ایک ماہ کے محاصرے کے بعد فتح ہو گیا۔ یزدگرد جو ان دنوں خراسان میں مقیم تھا اسلامی لشکر کشی کی خبر سن کر فتح سے ناامید ہو گیا اور مایوس ہو کر بھاگ نکلا لیکن بے کسی کے عالم میں مرو کے قریب ایک دہقان کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس طرح ساسانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد اسلامی فوجیں طخارستان اور کرمان وغیرہ کو فتح کرتی ہوئی ہند کی سرحد تک پہنچ گئیں۔

شمالی افریقہ کی فتوحات:

حضرت عثمانؓ نے حاکم مصر عمرو بن العاص کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن ابی سرح کو حاکم مقرر کیا۔

یہ نہایت بلند حوصلہ نوجوان تھے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے شمالی افریقہ پر حملہ کی اجازت حاصل کر لی۔ سب سے پہلے طرابلس پر فوج کشی کی نوبت آئی۔ وہاں کا حاکم جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیکر مقابلے پر آیا۔ ایک طویل عرصہ تک فریقین میں جنگ ہوتی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو تازہ دم فوج کے ہمراہ [illegible] روانہ کیا۔ جرجیر بڑی ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ پر ڈٹا رہا لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے پے در پے حملے کر کے

اسے شکست دی۔ جریر نے اس شرط پر مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی کہ پچیس ہزار دینار سالانہ خرچ جو وہ پہلے رومیوں کو دیتے تھے اب مسلمانوں کو دیا کریں گے۔ طرابلس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے ٹیونس، الجزائر اور مراکش وغیرہ کے تمام علاقے فتح کر لئے۔

قبرص کی فتح: قبرص کا جزیرہ شام کے ساحل کے قریب واقع ہے جہاں رومیوں کا قبضہ تھا۔ ایک طاقتور رومی بحری بیڑا ہر وقت اس کی حفاظت کیلئے موجود رہتا تھا۔ امیر معاویہؓ جنہیں بعد میں تمام ملکِ شام کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ قبرص فتح کرنے کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ کیونکہ جب تک اس جزیرہ پر رومیوں کا قبضہ رہتا ساحلِ شام پر جنگ کا خطرہ دور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ بحری جنگ کے خلاف تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے امیر معاویہؓ کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر بحری بیڑا تیار کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ۲۸ھ میں تاریخ کا سب سے پہلا اسلامی بیڑا قبرص کی مہم پر روانہ ہوا۔ اہلِ قبرص نے جنگ سے کتراتے ہوئے سات ہزار دینار سالانہ پر صلح کر لی۔ شرائط میں یہ بھی طے پایا کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے اور اہلِ قبرص رومیوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو آگاہ رکھیں گے۔ چند سال یہ صلح برقرار رہی مگر ۳۲ھ میں اہلِ قبرص نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے رومیوں کی مدد کی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے دوبارہ قبرص پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا اور اسلامی قلمرو میں شامل کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں بدامنی

حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت کے ابتدائی چھ سال امن و سکون کے ساتھ گذرے۔ فتوحات کا سلسلہ جاری رہا جس سے خراج کی آمدنی بہت بڑھ گئی۔ مالِ غنیمت کی فراوانی ہوئی۔ زراعت اور تجارت نے بہت ترقی کی۔ غرض عرب میں تنگدستی نابود ہو گئی اور انہیں فارغ البالی ایسی نصیب ہوئی جو اس سے پہلے انہیں کبھی حاصل نہ تھی۔ اس فارغ البالی نے مسلم معاشرہ میں رشک و حسد اور عداوت کو جنم دیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے آخری چھ سال ان اندرونی فتنوں اور سازشوں کی نذر ہو گئے جس نے اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے اور ایک مدت تک مسلمانوں کی ہر قسم کی ترقی رک گئی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں دولت کی فراوانی کے باعث ایک عجیب قسم کی تبدیلی مسلمانوں کے ذہنوں میں آگئی تھی لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی بجائے دنیا کی محبت اور مال و دولت کی ہوس جگہ لینے لگی تھی۔ قناعت کی بجائے تن آسانی نے ذہنوں میں گھر بنا لیا تھا۔ ہمسایہ سلطنتوں پر فوجی برتری حاصل ہو جانے کے باعث لوگوں کی توجہ بیرونی معاملات

سے ہٹ کر اندرونی مسائل کی طرف مبذول ہو چکی تھی۔ خاندانی اور قبائلی رقابتیں اور خود غرضیاں دوبارہ نمودار ہو رہی تھیں۔ ذاتی مفادات کو لوگ قومی مفادات پر ترجیح دینے لگے تھے جس سے حالات تشویشناک صورت اختیار کرتے چلے گئے۔ آخر مسلمان کی تلوار اپنے مسلمان بھائی پر اُٹھنی شروع ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ کو اپنی، مسلمان رعایا کے ہاتھوں شہید ہونا پڑا۔ اس المناک اور رُوح فرسا واقعہ کے اسباب درج ذیل تھے:۔

۱۔ صحابہ کرامؓ کی اس دُنیا پر پردہ پوشی:

صحابہ کرامؓ جو رسُولِ خداؐ کے سچے شیدائی تھے اب آہستہ آہستہ دنیا سے اُٹھتے جا رہے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ اور پہلے دو خلفاء کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ امن و آشتی، عدل و انصاف اور اخوّت کی برکات کو خوب جانتے تھے اور خلیفہ کے منصب کا پورا پورا خیال کرتے تھے۔ مگر ان کی جگہ اب جو نئی نسل آ چکی تھی وہ اپنے آباء و اجداد سے ایثار و خلوص سے عاری تھی اور عدل و انصاف سے بھی نسبتاً غافل تھی۔

۲۔ غیر قریش عرب سرداروں کا حسد:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سلطنت کے اہم معاملات پر قریش کا غلبہ تھا۔ اس بنا پر ان کی حیثیت شاہی خاندان کی سی ہو گئی تھی۔ دیگر قبائل عرب جو فتوحات میں پیش پیش اور فتح و ظفر میں سرشار تھے قریش کی امارت اور سیاسی اقتدار کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی سخت گیری کے باعث انہیں سر اُٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ مگر عہدِ عثمانی میں جب نوعمر اور ناتجربہ کار حاکموں کا تقرر ہوا تو انہیں فتنہ و فساد کا موقع ہاتھ آ گیا۔

۳۔ سرداران قریش کا انتشار:

حضرت عمرؓ نے دُور اندیشی سے کام لیتے بڑے اکابر قریش کو مدینہ میں روک رکھا تھا۔ انہیں اندازہ تھا کہ جب یہ مختلف مقامات پر منتشر ہو جائیں گے تو ان کے درمیان یک جہتی اور اتفاق باقی نہیں رہے گا۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے یہ پابندی ختم کر دی۔ چنانچہ قریش کے بڑے بڑے سردار مدینہ سے باہر آباد ہو گئے۔ مفتوحہ اقوام کے لوگ انہیں شاہی خاندان کے افراد تصور کرتے ہوئے ان کی بے جا خوشامد اور چاپلوسی کرنے لگے۔ اس چیز نے ان کو متکبر اور مغرور بنا دیا۔ مدینہ کی مرکزیت کمزور پڑ گئی اور بصرہ، کوفہ اور دمشق وغیرہ اہمیت حاصل کرنے لگے۔

۴۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کی رقابت:

خاندان بنو ہاشم آنحضرتؐ سے نسلی تعلق کے باعث خلافت پر اپنا موروثی حق

سمجھتے تھے ۔ اس لئے وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت سے خوش نہ تھے ۔ ان دونوں خاندانوں کی قدیم دشمنی عہدِ نبویؐ میں دب گئی تھی جو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں پھر اُبھر آئی ۔ علاوہ ازیں حضرت عثمانؓ نے اپنے خاندان کے متعدد افراد کو حکومت کے اہم اور ممتاز عہدوں سے سرفراز کیا ۔ جس سے بنو ہاشم اور بھی بھڑک اُٹھے اور اسے اپنی حق تلفی تصور کیا ۔ شرارت پسند لوگوں نے اس موقعہ سے بڑا فائدہ اٹھایا اور مختلف من گھڑت الزامات حضرت عثمانؓ کے خلاف لگانے شروع کر دیئے ۔ جن میں ایک یہ بھی تھا کہ حضرت عثمانؓ بیت المال کو اپنے خاندان پر صرف کر رہے تھے ۔

۵ ۔ فرض شناس حکّام کی کمی :

خلافت کو کامیاب بنانے کیلئے فرض شناس وفادار اور قابل افسروں کا ہونا بہت ضروری ہے ۔ مگر حضرت عثمانؓ کو ایسے اہلکار نہ مل سکے ۔ حضرت عثمانؓ اپنے بیشتر کام مروان کے کہنے پر کرتے جو ایک بے اصول آدمی تھا اور اپنے اختیارات غلط استعمال کرتا تھا ۔ عوام سمجھنے لگے کہ یہ بدعنوانیاں حضرت عثمانؓ ہی کر رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ بیشتر افسر خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھنے کے باعث غفلت اور سستی سے کام لیتے جس سے نظام حکومت بگڑ گیا اور حالات بے قابو ہو گئے ۔

۶ ۔ پرانی عادات و رسومات :

مفتوحہ علاقوں کے عوام فطرتاً شاہ پرست اور قدیم رسومات میں جکڑے ہوئے تھے ۔ وہ اکثر احکامِ شریعت سے تجاوز کر جاتے تھے ۔ حضرت عثمانؓ کتاب اللہ اور سنّت رسولؐ پر سختی سے کاربند تھے اس لئے نومسلموں پر یہ باتیں ناگوار گذریں ۔ چنانچہ جب مفسدوں نے اہلِ بیت کے حقوق کی حفاظت کے نام پر تحریک شروع کی تو یہ نومسلم فوراً اس سے متاثر ہو گئے اور خلافت کو موروثی حق قرار دینے کی جدّوجہد کرنے لگے

۷ ۔ منافقوں کی تفرّقہ بازی :

بعض نومسلم منافقین کا کردار ادا کر رہے تھے ان کے دلوں میں انتقامی جذبات موجود تھے ۔ ان میں عبداللہ بن سبا جیسے منافق پیش پیش تھے ۔ جس نے اسلام محض اس لئے قبول کیا تھا کہ اندر ہی اندر مسلمانوں کی وحدتِ ملّی کو منتشر کر دے ۔ حالات کچھ اس کے موافق تھے ۔ چنانچہ اس نے وقت کی نزاکت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سازشوں کا جال بچھا دیا اور مسلمانوں میں فرقہ بندی پیدا کر کے انتشار اور بدنظمی پیدا کر دی ۔

۸ ۔ حضرت عثمان کی نرم مزاجی :

بعض مورخین کا خیال ہے کہ ان تمام فتنوں کا سبب حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی ہے ۔ ان

نامساعد حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک سخت گیر حاکم کی ضرورت تھی۔ مگر حضرت عثمانؓ آخری دم تک سختی سے اجتناب کرتے رہے۔ وہ اپنی اتنی مخالفتوں کے باوجود نہیں چاہتے تھے کہ کسی کلمہ گو مسلمان کا خون بہایا جائے۔ وہ ہمیشہ رسول اللہ اور پہلے خلفاء کے اسوۂ حسنہ کو مدِّنظر رکھتے تھے۔ کئی دفعہ گورنروں نے مشورے دیئے کہ ان فتنوں کو طاقت کے ذریعے مٹایا جائے مگر حضرت عثمانؓ کہا کرتے تھے کہ میں مسلمانوں کا خون بہانا نہیں چاہتا۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کی شرافت اور فروتنی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سازشیں شروع کر دیں۔

عبداللہ بن سبا کی زبردست فتنہ انگیزی

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت منظم کرنے میں جس شخص نے سب سے اہم کردار ادا کیا وہ عبداللہ بن سبا تھا۔ یہ شخص یمن کے شہر صنعا کا نو مسلم یہودی تھا اور بہت بدباطن اور اسلام دشمنی میں مشہور تھا۔ انتہائی سازشی اور مکار ذہن کا مالک تھا۔ ہر شخص سے اس کے فہم اور طبیعت کے مطابق گفتگو کرتا۔ بظاہر اسلام قبول کیا تھا لیکن درپردہ مسلمانوں میں سیاسی اور مذہبی انتشار پھیلانے کے منصوبے بنانے لگا۔ نیکی کی تلقین کرتا اور ظاہری طور پر امن پسندی کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو بغاوت پر اکساتا رہتا۔ حضرت عثمانؓ کی نرم روی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے سب سے پہلے ان کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کیا۔ اموی عمّال کو بدنام کرنے اور خلیفہ کی کنبہ پروری کی داستانیں سنا کر حضرت عثمانؓ کے خلاف ایک جماعت کھڑی کر دی۔ عبداللہ بن سبا کی یہ تحریک عجم میں زیادہ کامیاب رہی۔ عجمی لوگ اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کیلئے بیتاب تھے۔ سبائیوں نے اپنی تحریک کو اس طرح پھیلایا کہ ملکی فضا کو بدل کر رکھ دیا۔

چونکہ عبداللہ بن سبا نہایت مکار اور سازشی ذہن کا مالک تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے مسلمانوں میں بہت سے گمراہ کن عقائد پھیلا دیئے۔ اس نے اعلان کیا کہ آنحضرتؐ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ نیز ہر پیغمبر کا ایک وصی ہوتا ہے۔ اور حضرت علیؓ آنحضرتؐ کے وصی

ہیں اور وہی ان کی جانشینی کے حقدار ہیں۔ اسی طرح بنی ہاشم اور اہل بیت کی ہمدردی حاصل کرنے کیلئے حضرت علیؓ کی حق تلفی کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اُس نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو لوگ اس وقت خلافت پر فائض ہیں وہ سب غاصب اور ظالم ہیں۔ چونکہ اس کی باتوں سے آلِ رسولؐ کی محبت ٹپکتی تھی اس لئے بہت سے پختہ یقین کے لوگ بھی اس کے دام میں آ گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن سبا حضرت عثمانؓ کے عمال کے مظالم کی جھوٹی داستانیں لوگوں کو سنا کر بغاوت پر آمادہ کرنے لگا۔ اس نے حضرت عثمانؓ پر ایسے ایسے الزامات تراشے جو ناقابلِ یقین تھے۔ لیکن اس شخص نے ان الزامات کا اس انداز سے پراپیگنڈہ کیا کہ بڑے بڑے لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اسے اپنے مقصد میں توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ بصرہ، کوفہ، شام، مصر اور دیگر صوبوں میں حضرت عثمانؓ کے مخالفین کی بہت بڑی جماعت تیار کر لی۔

فتنے کا آغاز: ابن سباء نے اپنے نقیبوں اور حواریوں کا جال تمام ملک میں بچھا دیا تھا اور وہ عوام کو حکومت کے خلاف بدظن کرتے پھرتے تھے۔ شورش کی ابتداء کوفہ میں ہوئی۔ جہاں کے حاکم ولید بن عقبہ سے کچھ لوگ نالاں تھے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے جھوٹی شکایتیں کر کے ولید بن عقبہ کو معزول کرا دیا۔ ان کی جگہ سعید بن العاص کوفے کے نئے حاکم مقرر ہوئے۔ انہوں نے جب کوفہ میں بدانتظامی کی حالت دیکھی تو کچھ سبائیوں کو گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیا۔ یہ لوگ وہاں بھی اپنی فتنہ پردازی سے باز نہ آئے۔ جب ان پر سختی کی گئی تو تمام ملک میں اس کے خلاف شورش پسندوں نے ہنگامے شروع کر دیئے۔ اسی دوران ابن سباء نے خطوط لکھوانے کی چال چلی اور ایک شہر سے دوسرے شہر کے معتبر لوگوں کو خط روانہ کرنے شروع کر دیئے ان خطوط میں حکام کی برائیوں اور بدنظمیوں کا ذکر بے حد مبالغہ آمیزی سے کیا جاتا تھا۔ اس طرح ہر شہر میں مقتدر لوگوں کو خیال ہوا کہ دوسرے شہروں میں حالات بہت مخدوش ہیں اور وہاں بدنظمی و کنبہ پروری کا دور دورہ ہے حضرت عثمانؓ لوگوں کے مطالبے پر گورنروں کو تبدیل کرتے رہے۔ اس کے باوجود جب عوام میں بے چینی کم نہ ہوئی تو چند صحابہؓ کے مشورہ سے تحقیقاتی وفد مختلف صوبوں کی طرف روانہ کئے۔ محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ، اسامہ بن زیدؓ کو بصرہ، عبداللہ بن عمرؓ کو شام اور عمار بن یاسرؓ کو مصر بھیجا گیا تاکہ حقیقتِ حال کا جائزہ لیکر رپورٹ دیں۔ پہلے تین صحابہؓ نے تو یہ رپورٹ دی کہ عمال کے خلاف شکایات بالکل بے بنیاد ہیں۔ البتہ عمار بن یاسرؓ مفسدوں کے بہکانے میں آ گئے اور انہوں نے شکایات کو درست بتایا۔

عمال کی کانفرنس: جب خلیفۂ وقت کے خلاف عوام کی بددلی کم ہونے میں نہ آئی تو حضرت عثمانؓ نے حج کے موقع پر تمام اعمال کو مدینہ طلب کیا تاکہ

لوگ ان کے خلاف شکایات پیش کر سکیں۔ مگر جب حج کا موقعہ آیا تو کوئی شخص شکایات پیش کرنیوالا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اعمال سے اس فتنہ کے تدارک کیلئے صلاح مشورہ کیا۔ تمام اعمال نے یہی رائے دی کہ اس تحریک کو سختی سے کچل دیا جائے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے فطرتاً نرم مزاج ہونے کے باعث اس قتل و غارت سے انکار کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے آپ کو شام چلے آنے کا مشورہ دیا۔ لیکن آپ نے قربِ رسولؐ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اس پر امیر معاویہؓ نے ایک حفاظتی دستہ بھیجنے کی تجویز پیش کی۔ لیکن آپ نے اسے بھی اس بنا پر رد کر دیا کہ اس سے اہلِ مدینہ کو تکلیف ہو گی۔

سبائی جماعت کا منصوبہ یہ تھا کہ جب عمال حج سے واپس جانے لگیں تو فساد شروع کر دیا جائے لیکن کسی وجہ سے وہ اس منصوبہ پر عمل نہ کر سکے۔ چنانچہ مصر، بصرہ اور کوفہ کے مفسدوں نے خط و کتابت کے ذریعے یہ طے کیا کہ وہ وفود کی صورت میں مدینہ پہنچیں اور حضرت عثمانؓ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کریں۔ ان تینوں جگہوں کے وفود مدینہ سے ۲ میل دور ٹھہر گئے۔ جب حضرت عثمانؓ کو ان وفود کی آمد کی اطلاع ملی تو چند صحابہؓ کو ان کے پاس روانہ کیا۔ ان صحابہؓ نے واپس آکر اطلاع دی کہ یہ وفود آپ کی غلطیاں جتلا کر آپ کو خلافت سے اتارنا چاہتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے انصار و مہاجرین کے سرداروں کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ تمام سرداروں نے متفقہ طور پر یہ رائے دی کہ باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے تاکہ یہ فتنہ زیادہ نہ بڑھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے شک کی بنا پر شرعی حد جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے مسجد نبوی میں ان وفود کے سرکردہ لیڈروں کو طلب کیا اور ان کی شکایات سنیں اور ہر ایک کا تسلی بخش جواب دیا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات :-

شورش پسندوں کے الزامات کی فہرست اس قسم کی باتوں سے پُر تھی۔

۱۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف پہلا الزام یہ تھا کہ آپ نے مشہور صحابہؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے نوجوان اور ناتجربہ کار رشتہ داروں کو بڑے عہدے دیئے ہیں۔ نیز ان کو تحفے تحائف بھی دیتے رہتے ہیں اس طرح بیت المال کا روپیہ بے جا طور پر صرف کیا جا رہا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے تمام معزول شدہ صحابہؓ کو ان کے عہدوں سے علیحدہ کرنے کی وجوہات کو بیان کیا۔ بعض صحابہؓ کو پیرانہ سالی اور کمزوری کے باعث علیحدہ کیا گیا اور بعض کو عوامی الزامات کے تحت، اس کے علاوہ نوجوان اور ناتجربہ کار عمال مقرر کئے جانے کا جو الزام عائد کیا گیا تو دفعات

شاہد ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے جن اصحاب کو عہدہ پر لگایا وہ نوجوان ہونے کے باوجود موزوں ترین تھے۔ مثلاً ولید بن عقبہ، سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر اگرچہ صحابہ کرامؓ کی طرح زہد و تقویٰ کے جوہر نہ رکھتے تھے لیکن لائق اور جانباز فاتح تھے۔ ان کی کوششوں سے مشرق و مغرب میں ہر طرف اسلامی سلطنت وسیع ہوگئی۔ بیشتر صحابہؓ پیرانہ سالی کے باعث اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نہ رہے تھے ان کی جگہ بہرحال نوجوان لوگ ہی لے سکتے تھے۔

رشتہ داروں کو عہدے دینا میرے نزدیک غلط نہیں ہے کیونکہ انہیں پر زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ رسولِ اکرمؐ خود بھی قریش کو قبائل عرب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر میں رشتہ داروں کو عطیات وغیرہ دیتا رہتا ہوں تو یہ میری ابتدا ہی سے عادت ہے۔ لیکن میں یہ سب کچھ اپنے ذاتی مال سے کرتا ہوں۔ بیت المال سے ایک کوڑی تک نہ لی۔ اگر کسی وقت کوئی غلط تقسیم بھی ہو جاتی تو فوراً اس کا ازالہ کر دیا جاتا۔ مروان کو خمس دینے کا واقعہ بھی بہتان تھا مروان نے یہ حصہ خریدا تھا۔ عبداللہ بن ابی سرح کو ان کے جنگی کارناموں کے عوض خمس کا حصہ دیا تھا۔ اس کا مقصد ان کی حوصلہ افزائی تھی۔ مگر جب اعتراض ہوا تو یہ رقم واپس لے لی۔

۲۔ مفسدین کا دوسرا الزام کہ حضرت عثمانؓ نے معزز صحابہ کے ساتھ بے انصافی کی بے بنیاد ثابت ہوا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ عمار بن یاسرؓ سے سختی کی وجہ یہ تھی کہ وہ سبائی قوم کے ہم خیال ہو گئے تھے اور عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ اسلئے بند کیا گیا کہ انہوں نے مسلمانوں کے ایک قرآن پر جمع کرنے کے کام میں رکاوٹ ڈالی اور اپنا نسخہ جو اصل قرآن سے قدرے مختلف تھا تلف کرنے پر رضامند نہ تھے۔

۳۔ مفسدین نے تیسرا الزام یہ لگایا کہ حضرت عثمانؓ نے بقیع کی چراگاہ اپنے لئے مخصوص کر لی ہے اور عام لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ چراگاہ بیت المال کیلئے مخصوص ہے۔ اکثر صحابہؓ جانتے ہیں کہ خلیفہ بننے سے بیشتر میرے پاس بہت سے اونٹ اور بکریاں تھیں مگر اب میرے پاس حج کیلئے میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں اور وہ بھی چراگاہ پر نہیں جاتے۔

۴۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انہوں نے ایک قرآن کے علاوہ دوسرے سب نسخوں کو جلا دیا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں بتلایا کہ یہ ایک قومی مصلحت تھی۔ واقعی ایک قرآن پر جمع کرنا حضرت عثمانؓ کی بہت بڑی خدمتِ اسلام تھی۔ اگر آپ ایسا نہ کرتے تو آج ایک قرآن

کی بجائے کئی قرآنوں کے پیروکار ہوتے اور آپس میں طرح طرح کے اختلافات پیدا ہوجاتے۔

۵۔ حکم بن عاص جسے رسول اکرمؐ نے جلاوطن کیا تھا حضرت عثمانؓ کے خلاف یہ الزام کہ آپ نے حکم کو واپس مدینے بلا لیا غلط ثابت ہوا حکم بن عاص نے آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں ہی مدینہ واپس آنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔

اس طرح مفسدوں نے اور بھی الزامات لگائے مثلاً آپ نے مجرموں پر شرعی حد جاری کرنے میں غفلت برتی اور اپنے عزیزوں اور دوستوں میں زمینیں تقسیم کیں۔ یہ الزامات بھی باطل اور بے معنی تھے حضرت عثمانؓ نے ان کو تسلی بخش جوابات دیئے۔

لوگ اپنے اعتراضات کے مناسب جوابات سن کر خاموش ہو گئے اور بظاہر مطمئن ہو کر گھر چلے گئے مگر قائل نہ ہوئے اور اپنی شرپسندی پر قائم رہے۔ چنانچہ ان شرپسندوں نے فیصلہ کن قدم اٹھانے کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

مدینہ پر باغیوں کی یورش:

آخر بصرہ، کوفہ اور مصر کے باغیوں نے یہ طے کیا کہ آئندہ سال حج کے موقع پر جب مدینہ خالی ہو گا تو شہر پر یورش کریں گے ۳۵ھ میں یہ لوگ حج کے بہانے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ سے چند کوس کے فاصلہ پر ٹھہر گئے۔ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کو خلافت سے اتارنے پر متفق تھے۔ مگر جانشین کے بارے میں ان کی رائیں مختلف تھیں۔ مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے مگر اہل بصرہ اور کوفہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے حق میں تھے۔ ان باغیوں نے جب علیحدہ علیحدہ ان تمام کو خلافت کی پیشکش کی تو تمام نے ڈانٹ کر واپس کر دیا۔ لیکن ایک روز جب حضرت عثمانؓ مسجد میں نماز ادا کر رہے تھے ان باغیوں نے غنڈہ گردی شروع کر دی اور نمازیوں پر پتھر برسائے۔ حضرت عثمانؓ کو اتنے پتھر لگے کہ وہ بیہوش ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے حضرت علیؓ تیس صحابہؓ کو لیکر ان باغیوں کے پاس گئے اور انہیں سمجھا بجھا کر واپس کر دیا لیکن تیسرے روز یہ باغی واپس مدینہ لوٹ آئے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت:

جب یہ باغی مدینہ واپس آئے تو حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ نے ان کی واپسی کا سبب دریافت کیا۔ مصری گروہ نے جواباً کہا کہ ہم سڑک پر خلیفہ کا ایک قاصد گرفتار کیا ہے جو والئی مصر کے نام ایک پیغام لیکر جا رہا تھا۔ اس میں تحریر ہے کہ جب ہم مصر

پہنچیں تو ہمیں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اس فرمان سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا اور تحقیقات کرانے کا وعدہ کیا۔ لیکن بلوائی شرارت پر تلے ہوئے تھے انہوں نے محاصرہ میں اور بھی سختی اختیار کی ۔۔۔ حتیٰ کہ اشیائے خوردنی اور پانی کی آمد بند کر دی ۔ ان تمام واقعات کے باوجود آپ نے مسلمانوں میں خونریزی کی اجازت نہ دی ۔ نوجوانوں کا ایک گروہ جس میں حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شامل تھے آپ کے مکان پر پہرہ دیتے رہے ۔ محاصرہ کی یہ خبر مختلف صوبوں میں پہنچ چکی تھی اور امدادی فوجیں روانہ ہو چکی تھیں اس لئے بلوائیوں نے مزید تاخیر اپنے لئے موت سمجھی اور دیواریں پھاند کر گھر کے اندر داخل ہو گئے ۔ حضرت عثمانؓ اس وقت تلاوت میں مصروف تھے ۔ ایک شخص نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جسے آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے اپنے ہاتھوں پر روکا ۔ ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں ۔ ایک دوسرے بدبخت مصری نے تلوار مار کر آپ کو شہید کر دیا ۔ قرآن مجید کے اوراق آپ کے خونِ ناحق سے تر ہو گئے دو دن تک آپ کی لاش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی ۔ آخر چند صحابہؓ نے ہمت کر کے خفیہ طور پر آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان مٹا دیا ۔

شہادتِ عثمانؓ کے نتائج :

شہادت کے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر بیاسی سال اور مدت خلافت کچھ دن کم بارہ سال تھی ۔ خلیفۂ اسلام کا مظلومانہ قتل تاریخ اسلام کا معمولی واقعہ نہیں ہے اس کے نتائج بڑے دور رس ثابت ہوئے ہیں ۔ حضرت علیؓ کو جب شہادت عثمانؓ کی اطلاع ہوئی تو دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا ۔ خدایا ! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں ۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا "افسوس ! حضرت عثمانؓ کی شہادت سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے بند کرنا اب ناممکن ہے ۔"

اس کے علاوہ چند ایک اثرات مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ شہادتِ عثمانؓ سلطنتِ اسلامی کے امن و امان کیلئے مہلک ثابت ہوئی ۔ ایک مدت تک مسلمانوں کی ہر قسم کی ترقی رک گئی اور وہ داخلی امور میں الجھ کر رہ گئے ۔

۲۔ ملتِ اسلام کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی ۔ مسلمانوں کی تلواریں جو اس سے پیشتر دشمن اسلام کیلئے وقف تھیں ایک دوسرے کے خون کی پیاسی نظر آنے لگیں ۔ مختلف فرقوں کی بنیاد پڑی ۔ اس تفریق کے باعث جھگڑوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے ۔

۳۔ شہادت سے چند روز پیشتر حضرت عثمانؓ نے باغیوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ "یاد رکھو !

بخدا! اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک ایک ساتھ نماز نہ پڑھ سکو گے"
ان کی یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔

۴۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد کچھ عرصہ قصاص عثمانؓ نہ دے سکے تو ان شکوک کو اور بھی تقویت ملی اور امیر معاویہؓ کی سرکردگی میں ایک جماعت قصاصِ عثمانؓ کے متعلق اٹھ کھڑی ہوئی جو خلافتِ راشدہ کے خاتمہ کا باعث بنی۔

۵۔ اس شہادت نے خلافت کا وقار ختم کر دیا۔ جو قومیں پہلے مسلمانوں کے نام سے کانپتی تھیں اس خانہ جنگی کے باعث دلیر ہو گئیں۔ اگر یہ شہادت واقع نہ ہوتی تو آج اسلامی سلطنت کا نقشہ ہی اور ہوتا اور مسلمانوں کی قوت کبھی نہ گھٹتی۔

○

سیرت اور کارنامے

حضرت عثمانؓ نہایت نیک دل، خوش اخلاق اور خدا ترس انسان تھے۔ متقی اور پرہیز گاری میں مشہور تھے۔ اپنا زیادہ وقت عبادتِ الٰہی میں صرف کرتے تھے۔ قبولِ اسلام سے پہلے ہی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ آپ کاتبِ وحی کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ رسول اللہ کی صحبت سے براہِ راست علمِ قرآن سیکھا تھا۔ اس لئے قرآن پاک کے حافظوں میں بہت ممتاز تھے۔ آپ کی فہم و فراست تسلیم شدہ تھی۔ عہدِ رسالت سے آخر تک تمام معاملات میں مشورہ لیا جاتا رہا اور ان کی رائے کی قدر کی جاتی تھی۔ فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کرتے۔ یہاں تک کہ ان مسائل میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی آپ سے فیصلہ کروا لیتے تھے۔

آپ کا شمار عرب کے امیروں میں ہوتا تھا۔ مگر آپ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ معمولی لباس پہنتے اور سادہ غذا کھاتے تھے۔ آپ سخاوت، فیاضی اور مروت میں مشہور تھے۔ آپ نے اپنی دولت ہمیشہ نیک کاموں میں صرف کی۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کیلئے اپنے مال و دولت کو وقف کر دیا۔ کوئی حاجتمند آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ ہر جمعہ کو

ایک غلام آزاد کراتے۔ ہزاروں یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی اپنے پاس سے پرورش کی۔ آپ انتہائی حلیم اور سلیم الطبع تھے۔ طبیعت میں صلح پسندی بہت زیادہ تھی۔ اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی معاف کر دیتے تھے۔ شاید اسی وجہ سے آپ کے حکام آپ کے عفو و درگذر سے ناجائز فائدہ حاصل کرتے تھے۔ چونکہ آپ بڑے امن پسند تھے اس لئے باغیوں کے خلاف تادیبی کارروائی نہ کی۔ کیونکہ اس سے بہت سے بے گناہوں کے خون کا اندیشہ تھا۔ اپنی نرم دلی اور مروت کے باعث اپنے عزیز و اقارب کا بڑا خیال رکھتے تھے اور ان پر بڑا اعتماد رکھتے تھے۔ ان کو کلیدی عہدوں پر مامور کیا۔

صحابہؓ کرام کی طرح آپ بھی سنت نبوی پر سختی سے کاربند تھے۔ رسول اللہ سے بڑی محبت تھی۔ آپ نے امیر معاویہؓ کے ساتھ جانے سے اسی لئے انکار کر دیا تھا کہ آپ رسول اللہ کی ہمسائیگی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے۔

تحمل اور بردباری کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی حیا بھی ضرب المثل تھی۔ آپ کی حیا کے خود رسول اللہ بھی معترف تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ عثمانؓ سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ خوفِ خدا سے اکثر آبدیدہ ہو جاتے یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

عہدِ عثمانی کا نظامِ حکومت

آپ کا عہدِ خلافت اسلامی فتوحات کا ایک زریں باب ہے۔ مشرق و مغرب اور شمال میں ہر طرف اسلامی سلطنت وسیع ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد شمال اور مشرق میں جو بغاوتیں ہوئیں ان کو بھی آپ نے بحسن و خوبی فرو کیا۔ پرچم اسلام کابل سے بحیرہ روم تک لہرانے لگا اور شمالی افریقہ میں مراکش تک اسلامی سلطنت پھیل گئی۔ آپ نے بحری فوج قائم کی اور ایک مضبوط بحری بیڑے کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے باعث اسلامی فتوحات کو بڑی وسعت ہوئی اور رومی مسلمانوں سے خوف کھانے لگے۔

آپ کا نظامِ حکومت وہی تھا جو حضرت عمرؓ نے قائم کیا تھا۔ مالی، فوجی اور ملکی نظام بالکل انہی طریقوں پر قائم رکھا جو عہدِ فاروقی میں قائم تھے۔ جو نئے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے ان کے علیحدہ علیحدہ صوبے مقرر کر دیئے۔ البتہ حضرت عمرؓ کی طرح والیوں پر کڑی نگرانی نہ تھی۔ اقتصادی لحاظ سے ملک میں بڑی ترقی ہوئی اور آمدنی بہت بڑھ گئی۔ آپ نے بہت سے رفاہِ عامہ کے کام سرانجام دیئے۔ بہت سی سڑکیں، پل، مسافر خانے اور تالاب تعمیر کئے۔ کئی نئی فوجی چھاؤنیاں

قائم کیں۔ مسجد نبوی کی تعمیر اور توسیع آپ کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

حفاظتِ قرآن اور حضرت عثمانؓ:۔

حضرت عثمانؓ کی سب سے زیادہ اور قابلِ قدر اسلامی خدمت قرآن پاک کے مستند نسخے کی اشاعت ہے۔ ان کے عہد میں ایک صحابی حذیفہ بن یمانؓ آرمینیہ کے محاذ پر مصروفِ پیکار تھے۔ وہاں انہوں نے عجمیوں کو عجیب و غریب لہجے اور طرز پر قرآن پاک کی تلاوت کرتے سنا وہ اپنی اپنی قرأت کو صحیح تصوّر کرکے دوسروں کو غلط قرار دے رہے تھے۔ چنانچہ حج کے موقعہ پر انہوں نے حضرت عثمانؓ سے اس مسئلہ کی سنگینی کا ذکر کیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے مختلف صحابہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت حفصہؓ سے حضرت ابوبکرؓ والا نسخہ منگوایا اور اختلاف کو رفع کرنے اور یکسانیت کو برقرار رکھنے کیلئے تین صحابہ پر مشتمل ایک بورڈ بنا کر انہیں حکم دیا کہ قریشی لہجے کے مطابق اس کی نقلیں تیار کی جائیں۔ چنانچہ یہ نقلیں تیار کروا کر ہر صوبے کے مرکز میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیا۔ آج اسلامی دنیا میں جتنے بھی نسخے موجود ہیں وہ سب مصحفِ عثمانی کے مطابق ہیں۔

سوالات

۱۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب پر ایک تنقیدی نوٹ لکھیئے اور بتایئے کہ یہ انتخاب کہاں تک اسلام کی جمہوری روایات کا حامل تھا۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کے کردار اور کارناموں کا تذکرہ کیجئے اور بدامنی کے ان اسباب کو مختصر طور پر لکھیئے جو ان کی شہادت کا باعث بنے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کی اسلامی خدمات پر ایک شذرہ قلمبند کیجئے۔ ۱۹۶۵ء

۴۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب اور نتائج پر ایک تشریحی نوٹ لکھیئے۔ ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء

۵۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی چھ سال پرسکون گذرنے پر تبصرہ کیجئے۔

۶۔ حضرت عثمانؓ کی انتظامی پالیسی بیان کیجئے۔

---

۴ سال ۹ ماہ

ابتدائی زندگی:

حضرت علیؓ ابو طالب کے بیٹے اور رسولؐ اللہ کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ ہجرت سے ۲۱ برس پہلے مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ حضرت ابو طالبؓ کی آمدنی کے وسائل محدود تھے اس لئے رسولؐ اللہ نے چچا کا بار ہلکا کرنے کیلئے حضرت علیؓ کو براہِ راست اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ اسی قرابت کی بنا پر آپ کی نظروں میں انتہائی عزیز تھے۔ بعثت کے چوتھے سال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ بنو ہاشم کے سامنے اسلام پیش کیا تو حضرت علیؓ نے سب سے پہلے آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس وقت ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی۔ جب جوان ہوئے تو ان میں بہادری کے تمام اوصاف موجود تھے۔ چنانچہ ہجرت کی رات حضرت علیؓ رسولِ خداؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور صبح اہل مکہ کو ان کی امانتیں واپس کر کے خود بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔ ہجرت کے دوسرے سال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ آپ اکثر رسولِ اکرمؐ کے معاہدے تحریر کیا کرتے تھے۔

حضورؐ کی وفات کے بعد آپ کو خلافت کا حقدار خیال کیا جاتا رہا۔ لیکن جب مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے تو آپ نے بھی کشادہ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ صرف یہی نہیں بلکہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں ان کے مشیر اور دستِ راست کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ تمام کام آپکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

انتخابِ خلافت :

خلافت کیلئے حضرت علیؓ کا انتخاب نہایت نامساعد حالات میں ہوا۔ حضرت عثمانؓ کو بڑی بیدردی کے ساتھ قتل کیا جا چکا تھا۔ خلافت خالی ہونے کے باعث مدینہ میں افراتفری کا عالم تھا۔ تین روز تک ہر طرف بلوائیوں کا زور تھا۔ امن بحال کرنے کیلئے خلیفہ کا انتخاب فوری طور پر ضروری تھا۔ انصار و مہاجر بزرگوں نے خلافت سنبھالنے کیلئے حضرت علیؓ سے درخواست کی۔ پہلے تو آپ اس ذمّہ داری کو قبول کرنے سے گریز کرتے رہے مگر بعد میں مسلمانوں کی بہتری کے خیال سے اس ذمّہ داری کو قبول کر لیا۔ ۱۲ ذوالحجہ دوشنبہ کے دن مسجد نبوی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی۔

مشکلات :

خلافت سنبھالنے کے فوراً بعد آپ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ تھا۔ ہر مسلمان کی یہ خواہش تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو پکڑا جائے اور ان کو سزا دی جائے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر صحابہ بھی آپ کے پاس آئے اور اس کیلئے زور دیا۔ مگر اس معاملے کا حل اسقدر آسان نہ تھا۔ باوجود پوچھ گچھ کے حضرت عثمانؓ کے صحیح قاتلوں کا پتہ نہ چل سکا۔ ان کی شہادت کے وقت صرف ان کی بیوی حضرت نائلہؓ موجود تھیں اور وہ کسی کو پہچان نہ سکتی تھیں۔ اس لئے حضرت علیؓ نے سب کو یقین دلایا کہ وہ اس طرف سے غافل نہیں ہیں۔ اسوقت ان کے پاس اتنی طاقت موجود نہیں ہے جو قاتلوں پر قابو پا سکیں۔ قاتلوں سے انتقام لینے کیلئے کچھ وقت درکار ہوگا۔ مشکل یہ تھی کہ قاتلوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس لئے لوگوں کو شک ہو گیا کہ وہ قاتلوں کی طرفداری کر رہے ہیں۔ بہرحال حضرت علیؓ کوئی کام جلد بازی سے نہ کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس طرح ایک دوسرے فساد کا اندیشہ تھا جو شہادتِ عثمانؓ سے بھی زیادہ المناک ہو سکتا تھا۔

قصاص کا مطالبہ اور شورش :

حضرت علیؓ ایک دیانتدار اور بیباک انسان تھے۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف عائد کردہ الزامات آپ کے ذہن میں تھے اور آپ امورِ سلطنت میں کسی حاکم کی ذرا سی غیر ذمّہ داری کو برداشت کرنے

کیلئے تیار نہ تھے ۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے عہد کے فتنہ فساد کی اصل جڑ ان اموی حکام کو گردانتے تھے جو حضرت عثمانؓ کے قریبی تعلق دار ہونے کے باعث من مانی کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے چنانچہ آپ نے سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے زمانے کے ان تمام عاملوں کو جن پہ لوگوں کو اعتماد نہ تھا برطرفی کے حکم جاری کر دیئے ۔ بعض صحابہ نے سیاسی مصلحت کی بنا پر آپ کو اس جلد بازی سے روکنا چاہا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ان تمام عاملوں سے پہلے بیعت لی جائے اسکے بعد یہ قدم اٹھانا بہتر رہے گا۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور نئے عاملوں کو صوبوں کا نظم و نسق سنبھالنے کیلئے روانہ کر دیا۔

عثمان بن حنیفؓ کو بصرہ کی طرف، عبداللہ بن عباسؓ کو یمن کی طرف، عمارہ بن شہابؓ کو کوفہ کی طرف، سہیل بن حنیفؓ کو شام کی طرف اور قیس بن سعدؓ کو مصر کی جانب حاکم مقرر کر کے بھیجا ۔ لیکن جب یہ حاکم اپنے اپنے علاقوں میں پہنچے تو وہاں کے حکام نے اس فوری معزولی کو اپنی بے عزتی خیال کیا اور حکومت چھوڑنے کے علاوہ حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے بھی صاف انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لیا جائے اسکے بعد ہم بیعت کرینگے ۔ چنانچہ ان تمام نئے عاملوں کو ہر جگہ انکار اور نافرمانی سے واسطہ پڑا ۔ اس طرح حالات پیچیدہ صورت اختیار کر گئے

شام میں شورش :

حضرت علیؓ نے دوسرے صوبوں میں تو حالات پر قابو پا لیا۔ مگر شام میں نئے عامل کا تقرر بڑی خطرناک صورت اختیار کر گیا

اس کے چند ایک اسباب مندرجہ ذیل ہیں :۔

۱۔ امیر معاویہ کافی عرصہ سے شام کے والی چلے آرہے تھے ۔ وہ بڑے باتدبیر تھے اور اپنے صوبہ میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا ۔ اسلئے ان کو اپنے منصب سے ہٹانا کوئی آسان کام نہ تھا ۔

۲۔ حضرت علیؓ کی طرف سے قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے میں تاخیر ہوئی ۔ اس طرح بنو امیہ اور دیگر بہت سے لوگ جو حضرت عثمانؓ کی دردناک شہادت سے متاثر تھے ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ۔

۳۔ امیر معاویہ کے دل میں حکومت کا خیال پیدا ہو گیا تھا ۔ وہ اپنے آپ کو خلافت کا حقدار تصور کرتے تھے ۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کے بعد خاندان میں سب سے زیادہ معزز اور صاحب اقتدار یہی شخص تھے ۔

اس بنا پر امیر معاویہؓ نے نئے عامل کے تقرر کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا ۔ انہوں نے قصاص عثمانؓ کا بہانہ بنا کر حالات سے خوب

فائدہ اٹھایا۔ دمشق کی جامع مسجد میں حضرت عثمانؓ کے خون آلودہ کپڑے اور ان کی زوجہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمائش کر کے لوگوں کے جذبات کو بھڑکا دیا اور قاتلینِ عثمانؓ سے بدلہ لینے کا عہد کیا۔ جب کئی مرتبہ لکھنے کے باوجود امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی اور حضرت علیؓ کو بھی اہلِ شام کی مخالفت کا پورا علم ہو گیا تو حضرت علیؓ نے شام پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں تاکہ ان سے زبردستی بیعت لی جائے۔

حضرت عائشہؓ کی مخالفت:

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ حج کے بعد مکّہ سے واپس آ رہی تھیں کہ راستہ میں انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کی خلافت کی اطلاع ملی۔ یہ سن کر آپ واپس مکّہ تشریف لے گئیں۔ اسی دوران حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی حضرت علیؓ سے رنجیدہ خاطر ہو کر مکّہ واپس پہنچ گئے اور حضرت عائشہؓ کو مطلع کیا کہ حضرت علیؓ قصاصِ عثمانؓ میں سستی سے کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ باہمی مشورہ سے اس فیصلہ پر رضامند ہو گئے کہ حضرت علیؓ سے مقتول کے انتقام اور ملکی حالت درست کرنے کا مطالبہ کیا جائے بہت سے لوگ جن میں بنوامیہ اور والیٔ مکّہ بھی شامل تھے اصلاحِ حال کی غرض سے ان فیصلوں کے حامی بن گئے۔ پندرہ سو آدمیوں کی جماعت حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی سرکردگی میں بصرہ کی جانب روانہ ہوئی۔ راستہ میں اسی قدر لوگ اور شامل ہو گئے۔ بصرہ کے علوی حاکم عثمان بن حنیفؓ نے مزاحمت کی کوشش کی مگر اسے شکست دیکر بصرہ سے نکال دیا گیا۔ بہت سے سبائیوں کو جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے میں حصہ لیا تھا قتل کر دیا گیا۔

جب حضرت علیؓ کو ان واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف شام پر لشکر کشی ملتوی کر دی اور ربیع الاوّل ۳۶ھ میں سات سو آدمیوں کی جمعیت لیکر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے۔ عراق کی سرحد پر پہنچ کر آپ نے کوفہ سے امداد طلب کی۔ اس طرح کئی ہزار آدمی آپ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ بصرہ کے قریب آپ نے ایک صحابی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ تاکہ ان کا عندیہ معلوم کیا جا سکے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ہمیں صرف عثمانؓ کا قصاص اور مسلمانوں کے حال کی اصلاح مقصود ہے۔ مصالحت کی ان کوششوں کے بعد ہر دو فریق اس بات پر رضامند ہو گئے کہ پہلے ملک میں امن و سکون کی فضا پیدا کی جائے اسکے بعد قاتلینِ عثمانؓ کو سزا دی جائے۔

جنگِ جمل:

جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے اور خون بہانے میں حصہ لیا تھا حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے۔ انہیں جب طرفین

میں صلح کا علم ہوا تو وہ بہت گھبرائے۔ کیونکہ اس طرح ان کی جانیں خطرہ میں تھیں۔ چنانچہ انہوں نے جنگ کی آگ بھڑکانے کی ٹھان لی اور ایک رات اندھیرے میں حضرت عائشہؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھیوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے مصالحت کا خیال چھوڑ کر بدعہدی سے ہم پر حملہ کیا ہے۔ چنانچہ دونوں طرف سے خونریز جنگ ہوئی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ حضرت عائشہؓ بھی اونٹنی پر سوار جنگ میں آنکلیں۔ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت عائشہؓ کی اونٹنی کے گرد جانباز جانثاری کا حق ادا کرنے میں پیش پیش تھے اور ارد گرد لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ حضرت علیؓ نے محسوس کیا کہ جب تک اونٹنی اپنی جگہ پر قائم ہے جنگ ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے اونٹنی کے پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک مسلمان نے بڑھ کر اسکے حکم کی تعمیل کی۔ اس طرح اونٹنی بلبلا کر بیٹھ گئی اور بصری فوج حوصلے ہار کر میدان چھوڑ گئی۔

اس جنگ میں طرفین کے تقریباً دس ہزار آدمی کام آئے۔ لڑائی کے بعد حضرت علیؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ عربی میں "جمل" اونٹ کو کہا جاتا ہے۔ اسلئے یہ لڑائی "جنگ جمل" کے نام سے مشہور ہے۔

دارالخلافہ کی تبدیلی:

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ کی بجائے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنا لیا۔ اس کی چند ایک وجوہات یہ تھیں کہ کوفہ میں حضرت علیؓ کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور فوجی لحاظ سے بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ نیز اس وقت سب سے بڑا مسئلہ اہلِ شام کو قابو میں لانا تھا جو کہ کوفہ کے قریب تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے اس جگہ قیام ضروری سمجھا۔

جنگِ صفین ۳۷ھ:

جنگِ جمل سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے ایک شخص جریر بن عبداللہ کو امیر معاویہ کی طرف روانہ کیا اور بیعت طلب کی اور ساتھ ہی یہ تحریر کیا کہ اگر تم قصاصِ عثمانؓ میں نیک نیت ہو تو پہلے اطاعت قبول کر و۔ اسکے بعد قرآن و سنّتِ رسولؐ کے مطابق قصاص لیا جائے گا۔ لیکن امیر معاویہؓ نے جواز پیش کیا کہ "خلیفہ عثمانؓ آپ کی موجودگی میں قتل کئے گئے اور آپ انہیں اس عمل سے نہ روک سکے۔ اس کے علاوہ قاتلینِ عثمانؓ کی اکثریت اس وقت آپ کے قوتِ بازو اور مشیر کار ہیں۔ اگر قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تو ہم بیعت کرنے کیلئے تیار ہیں۔" یہ بات حضرت علیؓ کے بس کی نہ تھی کیونکہ باغی جماعت اکثریت میں تھی اور ان سے اس

وقت قصاص لینے پر قادر نہ تھے - اس طرح یہ باہمی مصالحت بے نتیجہ ثابت رہی بچار وناچار حضرت علیؓ اسّی ہزار فوج لیکر دریائے فرات کے کنارے کنارے شام کی طرف روانہ ہوئے حضرت امیر معاویہؓ بھی مقابلے پر اتر آئے اور دونوں فوجوں نے صفین کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے - دونوں طرف مشہور صحابہ اور اُمّت کے خیر خواہ کافی تعداد میں تھے - وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا خون اس طرح رائیگاں جائے - چنانچہ انہوں نے اس جنگ کو ٹالنے کی انتہائی کوشش کی - تین ماہ تک فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں لیکن مصالحت کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی - آخر دونوں فوجیں پوری قوت کے ساتھ مقابلے پر اتر آئیں کئی روز تک لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا - آخری روز گھمسان کی لڑائی ہوئی اور تمام رات معرکہ گرم رہا - اس رات کی لڑائی کو "لیلۃ الحریر" کہتے ہیں - شہداء کی کل تعداد ستّر ہزار کے قریب تھی جس میں پینتالیس ہزار شامی اور پچیس ہزار عراقی تھے - اگلے روز حضرت علیؓ کی فوج نے غلبہ حاصل کر لیا اور قریب تھا کہ شامی فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں، امیر معاویہ نے عمرو بن العاص کے مشورہ سے ایک عجیب چال چلی - جس سے لڑائی فوری طور پر رک گئی - شامیوں نے قرآن پاک کو نیزوں پر بلند کر کے پکارنا شروع کیا کہ "ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کتاب ہے - آؤ دونوں مل کر اس کا فیصلہ تسلیم کر لیں - یہ تجویز کارگر ثابت ہوئی اور عراقیوں نے لڑائی سے ہاتھ روک لئے - حضرت علیؓ نے بہت سمجھایا کہ یہ محض دھوکہ ہے لیکن بے سود - انہیں مجبوراً لڑائی بند کرنا پڑی - اور فریقین نے یہ فیصلہ تسلیم کر لیا کہ معاملہ دو ثالثوں کے سپرد کر دیا جائے اور قرآن و سنّت کے مطابق جو فیصلہ دیں وہ فریقین کو منظور ہوگا -

حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ اور امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص ثالث مقرر ہوئے - ان ثالثوں نے آپس میں یہ فیصلہ کر لیا کہ مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر دونوں ہی کو خلافت سے معزول کر دیا جائے اور تیسرے کو خلیفہ مقرر کیا جائے - مقررہ دن جب فیصلہ سنایا گیا تو ابو موسیٰ اشعری نے حضرت علیؓ کو خلافت سے معزول کر دیا - اب عمرو بن العاص کی باری تھی - اس نے یہ کہا کہ میں حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں اور ان کی جگہ امیر معاویہ کو خلیفہ مقرر کرتا ہوں - یہ سنتے ہی دونوں طرف آگ بھڑک اٹھی اور اختلاف رفع ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو گیا خصوصاً حضرت علیؓ کی جماعت میں برہمی پیدا ہو گئی -

عمرو بن العاص کا کردار اور خوارج کا ظہور

عمرو بن العاص نے حضرت علیؓ کے

خلاف اور امیر معاویہ کے حق میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یہ ایک ہوشمند مدبّر اور تجربہ کار سیاستدان تھے اور کافی عرصہ مصر کے عامل رہ چکے تھے۔ جنگ صفین میں انکی بدولت نہ صرف امیر معاویہ مکمل تباہی سے بچ گئے بلکہ حضرت علیؓ کی قوت بھی گروہ بندی کا شکار ہو کر منتشر ہو گئی ان کی تجویز کے مطابق قرآن پاک کو نیزوں پر بلند کر کے قرآنی احکام کی رو سے فیصلہ پر اصرار کیا حضرت علیؓ فوج کے اصرار کرنے پر ثالثی تجویز کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص ثالث بن کر آئے۔ حضرت علیؓ کے نمائندے ابو موسیٰ اشعری ایک سادہ دل اور نیک طینت بزرگ تھے۔ چند صحابہ کرام جنہیں عمرو بن العاص کی ہوشمندی اور عیاری سے خطرہ تھا، ابو موسیٰ کی توجہ اس امر کی طرف دلائی کہ وہ فیصلہ کرنے میں پہل نہ کریں لیکن ابو موسیٰ ان خطرات کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ چنانچہ فیصلہ کے روز عمرو بن العاص نے کمال عیاری سے کام لیتے ہوئے ابو موسیٰ کو پہلے اعلان کرنے پر تیار کیا۔ اس کے بعد خود منبر پر آئے اور کہا "مسلمانو! آپ نے ابو موسیٰ کا فیصلہ سنا۔ انہوں نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا۔ میں بھی اس کی تائید کرتا ہوں لیکن امیر معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں۔ ابو موسیٰ یہ سن کر بہت سٹ پٹائے اور چلّا کر کہنے لگے۔ لوگو یہ غدّاری اور بے ایمانی ہے۔ مگر بے سود۔ عمرو بن العاص اپنا کردار ادا کر چکے تھے۔ مسلمانوں پر اس بدعہدی کا اثر فوری طور پر یہ ہوا کہ امیر معاویہؓ جو پہلے قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرتے تھے اب باقاعدہ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے اور حضرت علیؓ کی فوج ایک نئے فتنے کا شکار ہو گئی۔ جن عراقیوں نے حضرت علیؓ کو ثالثی مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ ان میں بعد ازاں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک گروہ نے حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی کہ انہوں نے انسان کو خدا کے حکم میں شریک کیوں بنایا۔ یہی لوگ خوارج کہلائے۔ انہوں نے عراق میں بڑی شورش برپا کر دی حضرت علیؓ نے ان کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئے۔ آخر کار معرکہ نہراون میں خوارج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ شکست کھا کر بحرین میں جا کر آباد ہو گئے۔

امیر معاویہؓ کے حملے:۔ ثالثی فیصلہ کے بعد شام کے لوگوں نے امیر معاویہؓ کو باقاعدہ اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا لیکن حضرت علیؓ فوری طور پر اس کا سدِ باب نہ کر سکے۔ کیونکہ انہیں لڑائی سے ہاتھ کھینچ کر عراق کی طرف متوجہ ہونا پڑا جہاں خارجیوں نے بڑی تباہی مچا رکھی تھی۔ اس دوران امیر معاویہ نے اپنی قوت کو اور زیادہ مضبوط بنایا۔ اس طرح دو خلافتیں قائم ہو گئیں۔

امیر معاویہ اور مصر: ... مصر پر حضرت علیؓ کی طرف سے قیس بن سعدؓ حاکم مقرر تھے۔ جنگِ صفین کے بعد امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو اپنا حلیف بنانا چاہا مگر سعدؓ نے انہیں صاف جواب دیدیا اور مقابلہ کی دھمکی دی۔ امیر معاویہؓ نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے افواہ اڑا دی کہ سعدؓ میرے طرفدار ہیں۔ اس افواہ نے حضرت علیؓ کو بھی متاثر کیا اور باہمی غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ حضرت علیؓ نے انہیں برطرف کر کے محمدؓ بن ابی بکرؓ کو مصر کا عامل مقرر کر دیا۔ یہ ایک ناتجربہ کار اور جوشیلے نوجوان تھے اس لئے وہ حالات پر قابو نہ پا سکے۔ امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو چھ ہزار فوج کے ہمراہ مصر پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجا محمد بن ابی بکرؓ نے مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا۔

دیگر جارحانہ اقدامات: مصر پر قبضہ کرنے کے بعد امیر معاویہؓ کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے دیگر مقبوضات کی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔ متعدد مقامات پر حضرت علیؓ کے مقرر کردہ عاملوں کے ساتھ مقابلہ پیش آیا۔ بہت سی جگہوں پر بدامنی پھیلا دی۔ ۴۰ھ میں بسر نامی ایک سردار کو تین ہزار سپاہ کے ہمراہ حجاز کی طرف روانہ کیا۔ یہ شخص بڑا ظالم اور جفاکار تھا۔ اس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ سے جبراً امیر معاویہؓ کے حق میں بیعت لی اور پھر وہاں سے یمن پہنچا اور وہاں حضرت علیؓ کے بہت سے طرفداروں کو قتل کر دیا جب بسر کے ان مظالم کی اطلاع حضرت علیؓ کو موصول ہوئی تو انہوں نے جاریہ بن قدامہ کو مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ بسر شام کی طرف بھاگ گیا۔

امیر معاویہ سے صلح: اس مسلسل خانہ جنگی اور بدامنی سے گھبرا کر امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ نے باہم صلح کر لی۔ شام اور مصر میں امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی گئی اور مدینہ، عراق اور ایران میں حضرت علیؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا گیا۔

خوارج کی ابتداء: ... جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کو اپنی فتح کے قوی امکانات تھے عراقی فوجیں شامیوں پر غالب آ چکی تھیں اور امیر معاویہؓ جس کے باعث اسلام کی ... مگر عمرو بن العاص کی چالاکی نے میدانِ جنگ کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ شامیوں

میں ہراس پھیلا ہوا تھا اور انہوں نے قرآن نیزوں پر لٹکا کر قرآن کی رو سے فیصلہ کرنے کی آواز بلند کر دی تھی۔ حضرت علیؓ کی فوج کے ایک دستے نے اس کی تائید کی کہ جنگ جاری رکھنا اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ حضرت علیؓ نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ یہ سب چال ہے لیکن وہ ہرگز نہ مانے۔ آخر کار جب مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے اس بات کو مان لیا کہ ثالث مقرر کر دینا چاہیئے۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی لائق اور معاملہ فہم شخص کو ثالث مقرر کیا جائے۔ مگر ان لوگوں کے اصرار کے باعث ابو موسیٰ اشعری کو ثالث مقرر کر دیا جو بہت نیک واقع تھے۔ اس کے برعکس حضرت معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو اپنا ثالث مقرر کیا جو نہایت چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ الغرض جب طرفین کے درمیان معاہدہ ہو گیا اور اس کو نبھانا طرفین کے لئے لازمی ہو گیا تو حضرت علیؓ کی فوج میں سے ایک جماعت اس فیصلے کے خلاف ہو گئی۔ اس جماعت نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا کہ آپ نے ثالث مقرر کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے آپ توبہ کیجئے۔ آپ خلیفہ برحق تھے آپ نے اپنا فیصلہ انسانوں کے سپرد کیوں کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ عجیب بات ہے کہ جب میں اس بات کے خلاف تھا تو آپ لوگوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں یہ بات مان لوں۔ اب جبکہ یہ بات مان چکا ہوں تو کہتے ہو کہ میں نے کفر کیا ہے۔ وہ جماعت حضرت علیؓ کی فوج سے جدا ہو گئی اور خوارج کہلائی۔ خوارج کے معنی جدا یا علیحدہ ہونے کے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو ہر ممکن طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی کہ معاہدہ ہو چکا ہے اس کو توڑنا بہت مشکل ہے اور اس میں برائی بھی کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ ثالث بھی تو قرآن و حدیث کے مطابق ہی فیصلہ دیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ سوائے اللہ کے کوئی شخص حاکم نہیں بن سکتا۔ اگر ہم لوگوں نے آپ سے ایسا کرنے کو کہا تھا تو

وہ ہمارا گناہ ہے۔ ہم بھی توبہ کرتے ہیں آپ بھی توبہ کر لیجئے ورنہ ہم لوگ آپ کا ساتھ نہیں دیں گے بلکہ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آخر کار ثالثوں کے فیصلے کے بعد ان لوگوں نے عبداللہ راسبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کھلم کھلا حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کر دی۔ بہت سے بے گناہ اور معصوم لوگوں کا خون ان لوگوں نے بہایا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ دونوں حضرات کو وہ غاصب تصوّر کرتے تھے۔ ان کی مخالفت دونوں جانب یکساں تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے خاصی تعداد اپنے معتقد لوگوں کی بنالی اور وہ ملک کے ہر علاقہ میں پھیلنا شروع ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی اور تندہی سے اپنی تحریک کو پھیلا رہے تھے۔ یہ لوگ تمام علاقوں سے آکر نہروان کے مقام پر آکر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار لوگ ان کے ظلم و استبداد سے بہت ہی تنگ آگئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے درخواست کی کہ ان کا بندوبست کیا جائے ورنہ اور دلیر ہو جائیں گے۔ آخر کار حضرت علیؓ نے ان کی طرف توجہ دی۔

جنگِ نہروان اور خوارج کی شکست:

جب نہروان کے مقام پر خوارج نے مسلمانوں کا ناک میں دم کر دیا تو حضرت علیؓ کو شام کی جنگ کا پروگرام ملتوی کر کے ان کی طرف توجہ دینی پڑی۔ حضرت علیؓ نے ایک بار پھر انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار جنگ شروع ہو گئی۔ خوارج بہت دلیری اور بہادری سے لڑے لیکن انہیں شکست کھانی پڑی۔ اس طرح ان کی طاقت کا خاتمہ ہو گیا۔

خوارج کے مذہبی اور سیاسی اعتقادات

خوارج کے عقائد اور اعتقادات یہ تھے:۔

۱۔ دینی اور مذہبی معاملات میں انسان کو ثالث مقرر کرنا کفر ہے۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ انسانی ثالثوں کے فیصلے تسلیم کرتے ہیں وہ کافر اور واجب القتل ہیں۔

۲۔ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے۔ ان کی بیعت ہر مسلمان کیلئے لازمی تھی۔ جن لوگوں نے اس سے انکار کیا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن تھے۔ چونکہ امیر معاویہؓ ان کے حامی نہ تھے اس لئے منکر تھے۔ لہٰذا اگر وہ توبہ نہ کریں تو انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔

۳۔ حضرت علیؓ نے بھی فیصلہ ثالثوں کا قبول کر لیا ہے لہٰذا ان کی خلافت بھی اب برحق نہیں رہی اور ناجائز ہو گئی۔

۴۔ ان لوگوں نے اعلان کر دیا کہ نہ تو وہ حضرت علیؓ کی خلافت کو جائز تصور کرتے ہیں اور نہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اور وہ دونوں یعنی حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے خلاف لڑنا جہاد سمجھتے تھے۔

۵۔ بعد میں خوارج نے اور کچھ سیاسی عقائد بڑھائے۔ انہوں نے یہ ماننا شروع کر دیا کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ چونکہ تمام مسلمانوں کو برابری حاصل ہے اس لئے ان پر کوئی حاکم نہ ہونا چاہیئے اور کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ حکومت کے اختیارات ایک کونسل کے ہاتھ ہونے چاہئیں جو عوام کی نمائندگی کرے۔ اور انہیں کے سامنے جوابدہ ہو۔ اس جماعت میں بہت سے سرکش قسم کے لوگ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ نہ خود امن سے رہتے تھے اور نہ امن پسند زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن سباء کے فرقے کے لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ خوارج نے اپنے عقائد و اعتقادات کو جلد سے جلد اشاعت کیلئے شہر شہر اپنے نمائندے روانہ کئے۔ خوارج اسلامی سلطنت کیلئے ایک رستا ہوا ناسور ثابت ہوئے جس کے باعث اسلام کو نقصانِ عظیم اٹھانا پڑا۔

حضرت علیؓ کی شہادت:

نہروان کی شکست کے بعد بھی خوارج خاموشی سے نہ بیٹھے اور ان میں سے تین اشخاص نے مسلمانوں کی خانہ جنگی اور بد امنی پہ تذکرہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ اگر حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کر دیا جائے تو موجودہ فتنہ فساد رفع ہو جائے گا۔ چنانچہ ان تینوں نے اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے عہد لیا اور مختلف مقامات کی طرف روانہ ہو گئے۔ جن افراد نے امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاص کے قتل کا ذمہ لیا تھا وہ اپنے ارادے میں ناکام رہے۔ کیونکہ امیر معاویہؓ کو زخم کاری نہ لگ سکا اور عمرو بن العاص کی جگہ دوسرا آدمی قتل ہو گیا لیکن ابن ملجم جس نے حضرت علیؓ کے قتل کا ذمہ لیا تھا اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب رہا ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو جب حضرت علیؓ نماز کیلئے کوفہ کی مسجد میں داخل ہو رہے تھے اس شخص نے گھات سے نکل کر ایک ایسا کاری زخم لگایا کہ امیر المومنین تین دن کے بعد اس جہانِ فانی سے انتقال فرما گئے۔
شہادت کے وقت حضرت علیؓ کی عمر تریسٹھ سال اور مدت خلافت چار سال نو ماہ تھی۔

حضرت علیؓ کی سیرت اور نظامِ حکومت

حضرت علیؓ بڑے پرہیز گار اور متقی آدمی تھے۔ بنو ہاشم میں آپ سے بڑھ کر کوئی عبادت گذار نہ تھا۔ عبادت سے اتنا گہرا شغف تھا کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ آپ اس کو محض ایک فرض سمجھ کر ادا نہیں کرتے تھے بلکہ راحت و طمانیت کا ذریعہ خیال کرتے تھے۔ دوستی اور عاجزی و انکساری آپ کی خصوصیات تھیں۔ دولت دنیا سے آپ کو ہمیشہ نفرت رہی۔ فقر و درویشی کا سلسلہ آپ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر میں کوئی آسائش کا سامان نہ تھا۔ حتیٰ کہ کوئی ملازم نہ تھا۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی اپنا کام خود کرتے تھے۔ بیت المال کے ایک ایک پیسے کی حفاظت کرتے اور اپنے لئے معمولی وظیفہ سے زیادہ کچھ نہ لیتے تھے۔ کمزور اور مظلوم لوگوں کی مدد کیلئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں سخاوت کوٹ کوٹ کر

بھری تھی ۔ ضرورت مندوں کی ہر ممکن مدد کرتے یہاں تک کہ دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی کا برتاؤ کرتے اور کسی کے خلاف کوئی کدورت دل میں نہ رکھتے تھے ۔

آپ کا سیاسی تدبّر بھی مشہور تھا ۔ پہلے تین خلفاء کے دَور میں آپ مشیرِ اعلیٰ کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور آپ کے مفید مشوروں سے مملکتِ اسلامیہ ترقی کی منزلوں کی طرف گامزن ہوتی چلی گئی ۔ آپ اپنی ذہانت اور ظرافت کی وجہ سے بھی مشہور تھے ۔ شاعری کا بڑا عمدہ ذوق رکھتے تھے ۔ عربی قواعد کو آپ نے مرتب کیا تھا قرآنِ پاک کے حافظ اور اس کے نکتوں کو خوب سمجھتے تھے ۔ "نہج البلاغہ"، "دیوانِ علیؓ" اور "صحیفہ علویہ" آپ کے ارشادات کا مجموعہ ہیں ۔

نظامِ حکومت :

آپ نے جس وقت مملکتِ اسلامیہ کی عنان اپنے ہاتھ میں لی تمام ملک میں خانہ جنگی کی سی صورت پیدا ہو چکی تھی ۔ حکومت کا رُعب اور دبدبہ عملاً ختم ہو رہا تھا اور مفاد پرست ملک میں قصاصِ عثمانؓ کو زیادہ اُچھال کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لے رہے تھے ۔ اگرچہ آپ کو قصاصِ عثمانؓ کی اہمیت کا اچھی طرح اندازہ نہ تھا لیکن اس وقت کے ملکی حالات کے پیشِ نظر آپ فوری طور پر اس طرف توجہ دینے سے قاصر تھے ۔ فوری مسئلہ ملک کی بڑھتی ہوئی بدامنی کو دُور کرنا تھا ۔ چنانچہ آپ نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی اپنی ذمّہ داریوں کو پورا کرنے اور ملکی نظم و نسق کو درست کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی ۔ اور تقریباً پونے پانچ سال کی مدّتِ خلافت میں ایک پل بھی چین سے نہ بیٹھ سکے ۔

اگرچہ آپ کا سارا عہدِ خلافت مختلف خانہ جنگیوں میں گذرا اور آپ کو اس کا موقعہ ہی میسّر نہ آسکا کہ نظمِ حکومت میں اصلاحات نافذ کرتے ۔ تاہم آپ نے حضرت عمرؓ کے قائم کردہ نظام کو بڑے حُسن و خوبی سے چلایا ۔ صیغہ مال میں بہت سی اصلاحات کیں ۔ بعض اوقات جائز وصولیاتی میں سختی سے کام لیتے تھے ۔ لیکن غرباء و مساکین کے ساتھ نہایت رحم و کرم سے پیش آتے ۔ بدامنی اور بغاوتوں کے باوجود آپ رحم و کرم سے کام لیتے ۔ آپ نے پہلی مرتبہ محکمہ جنگلات قائم کیا جس سے آمدنی میں اضافہ ہو گیا ۔

حضرت علیؓ اپنے اعمال کا محاسبہ سختی سے کرتے تھے ۔ عمال کو روانہ کرتے وقت اُسے اپنے فرائض سے آگاہ کرتے اور اُسے پند و نصیحت کرتے ۔ مجلسِ شوریٰ کو برقرار رکھا ۔ اس طرح حکومت میں مساوات اور جمہوریت کی روح برقرار رہی ۔ مقدمات کے فیصلے شرعی احکام کے مطابق کرتے تھے ۔ باوجود اس کے کہ آپ کا تمام وقت ملکی نظم و نسق کو درست کرنے اور بدامنی کو ختم کرنے میں صرف ہُوا ۔ آپ نے علم کی اشاعت میں ذرا بھر بھی کوتاہی نہیں ہونے دی اور دینی خدمت میں

بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عدل و انصاف کے معاملے میں آپ کا دور ہمیشہ یاد رہے گا۔ ذمیوں کے حقوق کی پوری نگہداشت کی اور وہ آپ کے عہدِ خلافت میں بڑے آرام سے زندگی بسر کرتے تھے۔

چونکہ آپ کو شروع ہی میں خانہ جنگی میں الجھنا پڑا۔ اس لئے فوجی نظام کو برقرار رکھنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ بلکہ بعض اوقات تو جو لوگ آپ کے حمایتی تھے وہی آپ کے لئے فوج کا کام دیتے تھے۔ فوج کو منظم کرنا اور انہیں فوجی تربیت دینے کا آپ مناسب انتظام نہ کر سکے۔ تاہم آپ نے فوجی اہمیت کے چند ایک قلعے اور پل بنائے۔ خانہ جنگی سے عورتوں کو محفوظ رکھنے کا معقول انتظام کیا۔ اس طرح آپ اپنی مساعی اور ذمہ داری میں تساہل نہ برتتے ہوئے حتی المقدور تمام اہم صیغوں کے نظام کو برقرار رکھنے کی برابر کوشش کرتے تھے۔

حضرت امام حسنؓ

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد عراق کے لوگوں نے ان کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ منتخب کیا اور وہ عراق، حجاز اور مشرق کے حکمران مقرر ہوئے۔ آپ نہایت صلح پسند اور بردبار تھے۔ امیر معاویہؓ کو آپ کی فطرت کا پورا علم تھا۔ اس لئے انہوں نے عبداللہ بن عامر کی سرکردگی میں ایک فوج کوفہ روانہ کی۔ حضرت امام حسنؓ خونِ ناحق کا خیال کر کے صلح پر آمادہ ہو گئے اور چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ آپ نے ۶ ماہ خلافت کی۔

سوالات

۱۔ حضرت علیؓ کے کردار، سیرت اور علمی فضائل پر مفصل نوٹ لکھئے۔

۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء ۱۹۶۸ء ۱۹۶۹ء

۲۔ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی کشمکش کے اسباب اور واقعات قلمبند کریں۔ نیز جنگ جمل کے اسباب، واقعات اور نتائج تحریر کیجئے۔

۳۔ خوارج کی ابتدا اور ان کے مذہبی اور سیاسی تصورات بیان کیجئے۔

خلفائے راشدین کا دور تاریخ اسلام کا زرّیں باب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے لیکر حضرت علیؓ تک کا زمانہ خلافتِ راشدہ کہلاتا ہے۔ خلافت دراصل اس حکومت کو کہتے ہیں جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اس سلسلہ میں دین کا حکم یہ ہے کہ جب تک خلفاء قرآن و حدیث کی روشنی میں حکومت کریں تو اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کو مدِنظر رکھتے ہوئے پوری پوری پابندی کریں۔ مگر جب کوئی خلیفہ اس صراطِ مستقیم سے منحرف ہوجائے تو اسے خلیفہ کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ پہلے چار خلفاء حضرت ابوبکرؓ سے لیکر حضرت علیؓ تک حکومت کا نظام چونکہ دین کے حکم کے مطابق تھا۔ اس لئے ہم اس عہد کو خلفائے راشدین کا عہد کہتے ہیں۔ یہ عہد تقریباً تیس سال تک پھیلا ہوا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلفائے راشدین کا عہد ہر طرح کی اعلےٰ خصوصیات کا حامل ہے اور اس پر ہر شخص کا یقین کچھ اس طرح ہے جیسے کہ آسمان بغیر ستونوں کے قائم ہونے پر ہے۔ مسلم تو درکنار غیر مسلم بھی خلفائے راشدین کے عہدِ حکومت کو سراہتے ہیں۔ یورپین مورخین کا قول ہے کہ خلفائے راشدین کا عہدِ حکومت دراصل شاندار زمانہ تھا۔ ان کا عہد دنیا بھر کی حکومتوں کیلئے مثالی نظمِ حکومت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس عہد میں خلفائے راشدین نے سیاسی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح اجاگر کر دیا تھا۔ مہاتما گاندھی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ واقعی قابلِ رشک ہے۔ اس طرح کے شاندار زمانے کی مثال پیش کرنے سے دنیا بھر کی تاریخیں قاصر ہیں۔

امتیازی خصوصیات

اس دور کی امتیازی خصوصیات حسب ذیل ہیں :-

خلیفہ کی حیثیت : خلیفہ آنحضرتؐ کے جانشین کی حیثیت سے مسلمانوں کا امیرِ اعلےٰ تھا۔ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کے نمائندے کرتے تھے۔ انتخاب کے بعد ہر مسلمان اس کی بیعت کرتا تھا۔ یعنی اس کی اطاعت کی قسم کھاتا تھا۔ خلیفہ کی اطاعت اس وقت ان پر فرض تھی جب تک خلیفہ شرعی احکام کی پیروی کرتا رہے۔ باوجود ریاست کے مختارِ اعلےٰ ہونے کے اس کیلئے کوئی رقم مخصوص نہ تھی۔ اس کو عوام سے بڑھ کر شہری حقوق حاصل نہ تھے۔ وہ آمر نہ تھا بلکہ اس کو مشورہ دینے کیلئے صحابہ کرام کی ایک مجلس تھی۔ خلیفہ اس مجلس شوریٰ کی مدد سے احکامِ قرآنی اور سُنتِ رسُولؐ کے مطابق عمل کرتا تھا۔ بعض اوقات اہم مسئلوں پر مجلسِ شوریٰ کے علاوہ عوام سے بھی رائے لیتا تھا۔ وہ نمازِ جمعہ کی امامت کرتا اور خطبہ دیتا تھا۔ وہ مجلسِ شوریٰ کے ممبروں کو چُنتا اور ان کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کرتا تھا۔ اعلےٰ حکام اور قاضی اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ وہ ان کا تقرر مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے کرتا تھا۔

۲۔ خلیفہ کا صحیح انتخاب : خلفائے راشدین نے جمہوریت کا صحیح طریقہ کار لوگوں کے سامنے رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بعد اپنا عزیز یا رشتہ دار منتخب نہ کیا بلکہ لوگوں کی رائے کے مطابق حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا۔ حضرت عمرؓ سے وفات کے وقت لوگوں نے کہا کہ اپنے بعد اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو خلافت کیلئے منتخب کر جائیں۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ "خاندانِ خطاب میں سے ایک شخص ہی حضورؐ کی اُمت کی ذمہ داری کا حساب دینے کیلئے کافی ہے۔ اگر عمرؓ اس محاسبہ سے برابر ہی چھوٹ جائے تو وہ اس کو غنیمت جانے گا۔" آپ کے بعد حضرت عثمانؓ اور اس کے بعد حضرت علیؓ یکے بعد دیگرے خلیفہ مقرر ہوئے۔ عوام اور خواص نے جمہوری طریقہ سے ان کو خلافت کیلئے منتخب کیا۔ عوام الناس کی رائے کو سب کچھ سمجھی جاتی تھی۔ خلافت کوئی موروثی جائداد نہ تھی۔ لوگوں نے جسے اس قابل اور اہل سمجھا اس کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

۳۔ مجلسِ شوریٰ : خلفائے راشدین کے دور میں ملکی انتظام کے چلانے کیلئے مجلس شوریٰ کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ ہر دور میں جیدہ جیدہ صحابہ جن میں حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ قابلِ ذکر ہیں شامل تھے۔ ان کے مشوروں سے خلیفہ وقت اکثر مستفید ہوتے رہتے اور خاص امور میں کسی مسئلہ کو سلجھانے

ہیں ان کی رائے کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مملکتِ اسلام کا ہر شہری اس اجلاس میں شرکت کر کے اپنی رائے دے سکتا تھا۔ عموماً عمال اور گورنر بھی متعلقہ صوبوں کے لوگوں کے مشوروں سے مقرر ہوتے تھے۔ مجلس میں بحث اور مشورے پوری آزادانہ فضا میں ہوتے تھے۔ اہم معاملات میں اجلاس کئی روز تک جاری رہتا۔ ایک واقعہ ہے کہ جنگِ نہاوند کے موقعہ پر حضرت عمرؓ فوج کی کمان خود کرنا چاہتے تھے مگر مجلس شوریٰ کے مشورے کے باعث انہوں نے یہ فیصلہ ترک کر دیا۔ اس طرح ملکی انتظامات میں مجلس کے فیصلے کو مدِّنظر رکھا جاتا تھا۔

قرآن و سنت کی پیروی خلفائے راشدین نے نظامِ حکومت بلکہ تمام کاموں میں قرآن و حدیث کو مدِّنظر رکھا۔ صرف اسی بات کا فیصلہ خود کرتے تھے جن کے متعلق قرآن و حدیث خاموش ہوتے تھے اور فیصلہ بھی رائے عامہ سے طے ہوتا تھا۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ان کا پختہ ایمان تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کام میں مصلحت اور حکمت سمجھتے تھے اور اس کی پیروی کرنا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ لوگوں میں عزت و تکریم ذاتی نیکی اور پارسائی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ دنیوی منصب کی وجہ سے خلافتِ راشدہ کے تمام خلفاء کا نصب العین کلمہ حق کو بلند کرنا تھا۔

اسلام کا استحکام: اس عہد میں اسلام پورے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں اسلام کی حالت بڑی نازک تھی۔ مگر آپ نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے حالات پر قابو پا لیا۔ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اسلامی سلطنت کو اتنا مضبوط بنا لیا کہ آئندہ کے حوادث اس کو نقصان نہ پہنچا سکے اور اسلام برابر ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔ تمام خلفاء شرعی احکام کی پابندی کرتے اور دوسروں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ اس عہد میں مسلمانوں میں مذہبی فرقے نہ تھے۔

عدل و انصاف: خلفائے راشدین کا عدل و انصاف دنیا میں ضرب المثل بن چکا ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسا انصاف تاریخ اسلام تو کیا تاریخ عالم میں بھی مشکل سے ملے گا۔ انصاف میں وہ اپنے پرائے میں بالکل تمیز نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو اسلامی قانون کی خلاف ورزی پر اتنی سزا دی کہ وہ جان بحق ہو گیا۔ خلفاء حج کے موقعہ پر سلطنت کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے لوگوں کی شکایات سنتے اور ان کو دور کرتے تھے۔ تمام خلفاء شہریوں کے حقوق کا تحفظ کرتے اور ان کی شخصی و سیاسی زندگی کے ضامن تھے۔

۷۔ مساوات:۔ خلفائے راشدین کے دور میں امیر و غریب، غلام و آقا، خادم و مخدوم میں ہرگز کوئی تمیز نہ کی جاتی تھی۔ غلاموں اور خادموں کو آقا اپنے ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ان کو بھی وہ تمام ضروری اشیاء مہیا کر دی جاتی تھیں جو وہ خود استعمال کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ سفر کے دوران اونٹ پر نصف سفر خود بیٹھے اور نصف سفر اپنے غلام کو سوار کرا کر بیت المقدس پہنچے۔

۸۔ سادگی: اس عہد میں سادگی کا جو نمونہ پیش کیا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسی سادگی نہ سننے میں اور نہ دیکھنے میں آئی۔ ان کی پوشاک دیکھ کر غیر شخص قسم کھانے پر بھی انہیں خلیفہ نہ مانتا تھا کہ وہ امیرالمومنین ہیں۔ کپڑا نہایت موٹا اور کھردرا اور سادہ ہوتا تھا۔ کپڑوں میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔

نظامِ حکومت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے سیاسی نظام کی بنیاد رکھی۔ آپ صرف مذہبی اور روحانی پیشوا نہ تھے بلکہ دنیوی معاملات میں بھی آپ نے مسلمانوں کیلئے ایک لائحہ عمل تجویز کیا۔ آپ کے جانشینوں نے آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ملکی انتظام کو استوار کیا۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں حکومت کے دو شعبے مرکزی اور صوبائی تھے۔

مرکزی نظام: مرکزی حکومت میں خلیفہ کی حیثیت مرکزی تھی اور تمام اختیارات براہِ راست خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد تک مدینہ میں مرکزِ خلافت رہا۔ لیکن حضرت علیؓ نے بعض مصلحتوں کے پیشِ نظر کوفہ کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا۔ مرکزی حکومت کے زیادہ شعبے نہ ہوتے تھے۔ کاتب کا عہدہ بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد قاضی، دیوان اور صاحب الخراج کے عہدے تھے۔

خلیفہ دارالحکومت میں بیٹھ کر تمام صوبوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ صوبوں کے والیوں کا تقرر خلیفہ خود کرتا تھا۔ لیکن وہ یہ تمام امور طے کرنے سے پہلے شوریٰ سے مشورہ کرتا تھا۔ اُسے اہم مسائل کیلئے عوامی مشاورت بھی منعقد کرنی پڑتی تھی اور عوامی تنقید کا جواب بھی دینا پڑتا تھا۔ خلیفہ کو آنحضرتؐ کی چادر، انگوٹھی اور مُہر استعمال کرنے کا حق تھا۔ خلیفہ کے فرائض میں اشاعتِ اسلام، مفتوحہ علاقوں کا انتظام، سرحدوں کی حفاظت، امن و امان کا قیام اور عدالتوں کا بندوبست وغیرہ تھا۔ جہاد کا اعلان صرف خلیفہ کر سکتا تھا۔ خلیفہ قانون خود نہیں بناتا تھا بلکہ قرآن و سنت کے مطابق سارے کام انجام دیتا تھا

اور مقدمات کے فیصلے کرتا تھا۔ خلیفہ کیلئے امیر المومنین کا لقب پہلی مرتبہ حضرت عمرؓ نے اختیار کیا۔

صوبائی نظام:

حکومت کے کاموں میں سہولت پیدا کرنے کیلئے خلفائے راشدین کے عہد میں سارے ملک کو کئی صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ صوبے ضلعوں میں تقسیم تھے۔ پہلے پہل ملک میں گنتی کے صوبے تھے مگر بعد میں فتوحات کے باعث صوبوں کی تعداد بڑھ گئی۔ صوبوں کا انتظام بڑی باقاعدگی سے چلایا جاتا تھا۔ صوبے کا سب سے بڑا افسر یا امیر والی کہلاتا تھا۔ اس کے انتخاب میں خلیفہ بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ قابلیت اور اہلیت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ان گورنروں کی بڑی کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی اور ان کے خلاف شکایت پیش کرنے کی عام اجازت تھی۔ گورنر کے خطاکار ثابت ہونے پر اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ گورنر کے علاوہ صوبے میں عامل، میر منشی، کاتب دیوان، صاحب احداث (فوج کا افسر اعلیٰ) صاحب بیت المال اور قاضی ہوتے تھے۔ ان تمام افسروں کا انتخاب مجلس شوریٰ کرتی تھی۔ اکثر والی کو فوج کے افسر اعلیٰ کے فرائض بھی سرانجام دینے پڑتے تھے۔

ہر والی یا افسر کو تعین کرنے کیلئے باقاعدہ فرمان جاری کیا جاتا تھا۔ اس فرمان پر خلیفہ کی مہر ثبت ہوتی تھی۔ ہر افسر سے اس کے فرائض اور حساب کتاب کی جانچ پڑتال کی جاتی تھی۔ تقرری سے پیشتر ان سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ وہ سادہ زندگی بسر کریں گے اور سنتِ نبوی کی پیروی کریں گے۔ ان کی جائداد کی فہرست تیار کروائی جاتی تھی اور بعد میں زیادہ مال برآمد ہونے پر ان سے باز پرس کی جاتی تھی۔

حکومت کے ہر افسر کو معقول معاوضہ دیا جاتا تھا کہ وہ رشوت ستانی کی طرف راغب نہ ہوں۔ اگر کسی افسر کے خلاف کوئی الزام ثابت ہو جاتا تو سختی کے ساتھ اس کا محاسبہ کیا جاتا تھا۔

مفتوحہ علاقوں کی تنظیم:

چونکہ اس دور میں بہت سے ممالک فتح ہوئے لہٰذا ان کو منظم کرنا ضروری تھا۔ ان کے انتظام کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ وہاں کے پہلے تنظیمی اداروں کو برقرار رکھا گیا۔ وہاں کے جابرانہ قوانین اور غیر منصفانہ دستوروں کو منسوخ کر دیا گیا۔ زمینوں کو ان کے قدیم مالکوں کے پاس رہنے دیا گیا۔ عربوں کو ان کی زمین خریدنے اور وہاں کاشتکار کی حیثیت سے آباد ہونے کی ممانعت کر دی گئی۔ ان علاقوں میں امن و امان بحال رکھنے کیلئے فوجیں متعین کی گئیں۔ ان فوجی مرکزوں کو "جند" کہا جاتا ہے۔ فوجی اغراض کیلئے بعض نئی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔

فوجی نظام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی ہر مسلمان مجاہد تھا۔ مگر بعد میں اسلامی فتوحات کے ساتھ ایک منظم فوج قائم ضروری ہو گیا۔ آخر کار حضرت عمرؓ نے

عہدِ حکومت میں محکمۂ فوج کی تنظیم کی گئی۔ ایک رجسٹر تیار کر کے اس میں فوجی خدمت کے لائق لوگوں کے باقاعدہ نام درج کئے گئے اور ان کی تنخواہیں مقرر کر دی گئیں۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک باقاعدہ فوج تھی جسے چھاؤنیوں میں رکھا جاتا تھا۔ دوسری فوج رضا کاروں پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے۔ رضا کاروں کی فوج ضرورت کے وقت طلب کی جا سکتی تھی۔

تمام مفتوحہ علاقوں میں فوجی مراکز قائم کئے گئے اور ان مرکزوں کا نہایت معقول انتظام کیا گیا۔ بڑی چھاؤنیوں کے علاوہ چھوٹی چھاؤنیاں بھی قائم کی گئیں۔ فوجیوں کی صحت اور آرام و آسائش کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔

ہر سپاہی کو شہسواری، تیر اندازی، شمشیر زنی، نیزہ بازی اور سپَرگی کی تربیت دی جاتی تھی۔ سپاہیوں کو ڈھال، تلوار، نیزے اور تیر کمان مہیا کئے جاتے تھے۔ گھوڑوں کی پرورش کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ ایک سپاہی کو کھانا اور کپڑوں کے علاوہ کم از کم تین سو درہم درہم تنخواہ ملتی تھی اور افسروں کو سات ہزار سے دس ہزار درہم تک تنخواہ دی جاتی تھی۔

سرحدوں اور ساحلوں کی حفاظت کیلئے ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا۔ اہم مقامات پر قلعے تعمیر کئے گئے جو مقام بھی فتح ہوتا تھا وہاں ضرورت کے مطابق فوجیں متعین کر دی جاتی تھیں اور قلعے بنوا دیئے جاتے تھے۔

مالی نظام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مستقل خزانہ قائم نہیں کیا تھا۔ چنانچہ خلفائے راشدین کے عہد میں "بیت المال" کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ نے محکمہ مال قائم کیا جو دیوان کہلاتا تھا۔ بیت المال کو مستقل خزانہ کی شکل دی گئی۔ مدینہ میں اس کے دفاتر قائم کئے گئے اور پھر ہر صوبے میں بیت المال کی شاخیں قائم کی گئیں۔ صوبے کے اخراجات سے جو رقم بچ جاتی تھی وہ مرکزی بیت المال میں جمع کر دی جاتی تھی۔

خلفائے راشدین ہمیشہ بیت المال کو قوم کی امانت سمجھتے تھے۔ اس میں نہ تو ناجائز آمدنی داخل کی جاتی تھی اور نہ اس کا غلط استعمال ہوتا تھا۔ بیت المال میں مالِ غنیمت بھی جمع نہ ہوتا تھا بلکہ عوام میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع زکوٰۃ، عشر، خراج، جزیہ، محصول اور فَے ہوتا تھا۔ مختلف علاقوں کی پیمائش کرائی گئی اور مالیہ زمین کی زرخیزی کے لحاظ سے مقرر کیا جاتا تھا۔ زمینوں کی حالت بہتر بنانے کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ آبپاشی کیلئے نئی نہریں کھودی گئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں گھوڑوں پر جو زکوٰۃ لگائی جاتی تھی اس کو حضرت علیؓ نے منسوخ کر دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک سنت سے زیادہ قریب رہنا بہتر تھا۔ خلفائے راشدین کے دور میں فتوحات کے باعث سلطنت کی آمدنی میں بہت اضافہ ہوا۔ اہلِ عرب مالا مال ہو گئے اور مسلمانوں میں فقر و تنگدستی کلیتہً نابود ہو گئی۔

ذرائع آمد :- خلافت راشدہ میں حکومت کی آمدنی کے اہم ذرائع حسب ذیل تھے۔

مالِ غنیمت :- مالِ غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں دشمن پر غالب آکر حاصل کیا جائے۔ اس مال میں سے پانچواں حصہ جسے خمس کہتے ہیں حکومت حاصل کرتی تھی اور باقی کا تمام افواج میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حکومت اور افواج کی فتوحات کی کثرت کے باعث اس ذریعہ سے بے انتہا آمدنی ہوئی۔

۲- **زکواۃ :-** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی زکواۃ کا روپیہ حکومت جمع کرتی تھی جو قوم کی فلاح کیلئے خرچ کیا جاتا تھا۔

۳- **عُشر :-** بارش یا قدرتی ذرائع سے سیراب ہونے والی زمین کا دسواں حصہ حکومت بطور ٹیکس وصول کرتی تھی اور جس زمین کو مصنوعی ذرائع سے سیراب کیا جاتا تھا اس کا بیسواں حصہ حکومت حاصل کرتی تھی۔

۴- **خراج :-** فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں کی زمین حکومت اپنی ملکیت میں لے لیتی تھی اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کو سرکاری خزانے میں جمع کر دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں مصر کا خراج ایک کروڑ بیس لاکھ دینار اور شام کا خراج ایک کروڑ چالیس لاکھ دینار کے قریب تھا۔

۵- **جزیہ :-** غیر مسلم آبادی سے ان کی حفاظت کیلئے کچھ رقم بطور جزیہ وصول کی جاتی تھی۔ امراء سے جزیہ زیادہ وصول کیا جاتا جو تقریباً چار دینار کے قریب ہوتا تھا جو غیر مسلم معذور، غریب یا فوجی خدمت سرانجام دیتے تھے ان سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی ذمی اسلام قبول کر لیتا تھا تو اس سے بھی جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔

۶- **محصول :-** مالِ تجارت پر محصول عائد کرنے کا رواج حضرت عمرؓ کے دور میں شروع ہوا جو اسلامی مملکت میں آنیوالے غیر مسلم تاجر سے وصول کیا جاتا تھا۔ مسلمان پہلے ہی اپنے مال پر زکواۃ ادا کرتے تھے۔

۷- **فئے :-** یعنی وقف زمینوں اور جنگلات کی آمدنی براہِ راست بیت المال میں داخل کی جاتی تھی۔

عدالتی نظام

خلفائے راشدین سے پہلے عدالت کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ اس عہد میں مستقل عدالتیں قائم ہوئیں۔ تمام اضلاع میں دارالقضاء بنائے گئے اور وہاں قاضی مقرر کئے گئے۔ خلفاء راشدین نے قاضیوں کو خاص ہدایات دے رکھی تھیں کہ وہ امیر و غریب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کریں دعوی کرنے والے شخص پر بارِ ثبوت ڈالیں اور دعوے سے انکار کرنے والے شخص کو قسم دلائی جائے

اس سلسلے میں قرآن و حدیث کو ہر وقت پیشِ نظر رکھا جائے۔ قاضی کا رتبہ اس زمانے میں چونکہ بہت اہم تھا اس لئے اس کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔ اس کیلئے اعلٰے صفات کا حامل ہونا ضروری تھا انصاف کے معاملے میں کسی کے ساتھ رعایت نہ برتی جاتی تھی۔ ضرورت پڑنے پر خلیفہ خود عدالت میں حاضر ہوتا تھا اور عام لوگوں کی طرح قاضی کے فیصلوں کو سنتا اور عمل کرتا تھا۔ غیر مسلموں کی اپنی عدالتیں بھی قائم تھیں۔ جہاں ان کی روایات کے مطابق انصاف ہوتا تھا۔ عدالتِ عالیہ مدینہ میں قائم تھی جہاں خلیفہ خود مقدمات کے فیصلے کرتا تھا۔ اس کے نیچے صوبوں کی عدالتیں تھیں اور پھر اضلاع کی عدالتیں۔ صوبہ اور ضلع کے قاضی کسی افسر یا حاکم کے ماتحت نہ تھے۔ ان کو پورے عدالتی اختیارات حاصل تھے جو قاضیوں کی مدد کیلئے فتوے دیتے تھے۔ عام لوگ بھی ان سے بلا معاوضہ مشورے کر سکتے تھے۔

محکمہ پولیس: کچھ مقدمات ایسے ہوتے تھے جن کا فیصلہ پولیس کرتی تھی۔ مثلاً زنا اور سرقہ وغیرہ کے مقدمات پولیس کے پاس آتے تھے۔ ان کی ابتدائی کاروائی بھی پولیس ہی کرتی تھی۔ حضرت علیؓ کے عہد میں پولیس کے محکمہ کو اچھی طرح مضبوط کر دیا گیا تھا۔ جرموں کا سراغ لگانا، مجرموں کو سزا دلوانا اور ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنا پولیس کا کام تھا۔ پولیس کے سپاہی راتوں کو گشت لگاتے تھے اور بازاروں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔

جیل خانے: شروع شروع میں قیدیوں کو قید کرنے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں جیل خانے تعمیر کرائے گئے۔ جلاوطنی کا رواج بند کر دیا گیا اور عادی مجرموں کو جلاوطنی کے بجائے قید کر دیا جاتا تھا۔ اس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا اور ان کی اخلاقی حالت سدھر گئی۔

محکمۂ احتساب: عوام کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کیلئے محکمہ احتساب قائم کیا گیا۔ تھا جس کے ملازم محتسب کہلاتے تھے یہ ہر شہر میں مقرر تھے۔ لوگوں کو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرنے سے روکتے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نیک کام ان کے سپرد تھے۔

سوالات

۱۔ خلافتِ راشدہ سے کیا مراد ہے۔ خلافتِ راشدہ میں حکومت کی آمدنی کے وسائل کیا تھے۔ مفصل لکھیے۔

۲۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیے:۔

(ا)۔ خلفائے راشدین کا انتخاب
(ب)۔ خلفائے راشدین کا ذاتی کردار

۳۔ خلفائے راشدین کے نظام حکومت کا حال لکھیے۔

۴۔ خلفائے راشدین کے عہد حکومت کے انتظامی اور سیاسی اداروں کا مختصر حال قلمبند کیجئے۔

پرچہ جات پنجاب یونیورسٹی

اسلامک سٹڈیز (آپشنل) — سالانہ ۱۹۷۰ء — وقت تین گھنٹے — کل نمبر ۱۰۰

کوئی سے پانچ سوالوں کا جواب لکھئے۔ تمام سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

پہلے پانچ سوالوں میں درج شدہ آیات کا بامحاورہ اردو ترجمہ اور تشریح درکار ہے۔

۳- لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين محلقين رءوسكم ومقصرين لا تخافون فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحا قريبا ۝ هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا ۝ محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل نف

۴- يا ايها الذين امنوا لا يسخر قوم من قوم عسى ان يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى ان يكن خيرا منهن ولا تلمزوا انفسكم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الايمان ومن لم يتب فاولئك هم الظلمون ۝ يا ايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا يغتب بعضكم بعضا ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه واتقوا الله ان الله تواب رحيم ۝

۵- سيقول المخلفون اذا انطلقتم الى مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعكم يريدون ان يبدلوا كلم الله قل لن تتبعونا كذلكم قال الله من قبل فسيقولون بل تحسدوننا بل كانوا لا يفقهون الا قليلا ۝ قل للمخلفين من الاعراب ستدعون الى قوم اولي باس شديد تقاتلونهم او يسلمون فان تطيعوا يؤتكم الله اجرا حسنا وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذابا اليما ۝

۴۔ سورہ الفتح کی روشنی میں "سنت الٰہی" کی تشریح کیجیے۔

۵۔ اسلامی مساوات پر ایک مفصل نوٹ لکھیے۔

۶۔ "صلح حدیبیہ، فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی"، تبصرہ کیجیے۔

۷۔ "سورۃ الحجرات مسلمانوں کی سماجی زندگی کے لیے ایک مکمل ضابطہ ہے" بحث کیجیے۔

۸۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب کس طرح عمل میں آیا؟ انتخاب کے بعد آپ کی پہلی تقریر کا خلاصہ بیان کیجیے۔

۹۔ حضرت عمرؓ کی ابتدائی زندگی اور منصب خلافت پر مامور رہتے کا مختصر حال لکھیے۔

۱۰۔ خارجی کون تھے؟ انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کیوں کی؟ ان کے مسلک کے نمایاں پہلو بتایئے۔

۱۹۷۰ء سپلیمنٹری

اسلامیات — وقت تین گھنٹے

(آپشنل) — کل نمبر ۱۰۰

کوئی سے پانچ سوالوں کے جواب لکھیے۔ تمام سوالوں کے نمبر برابر ہیں۔

۱۔ درج ذیل قرآنی آیات کا ترجمہ اور تشریح اردو میں کیجیے۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ
عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ
فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۙ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

۲۔ حسب ذیل آیات قرآنی کا بامحاورہ اردو ترجمہ اور تشریح کیجیے۔

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ
السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۙ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا
وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنكُمْ وَلِتَكُونَ
آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۙ وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ
وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ٥

۳۔ مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا بامحاورہ اُردو ترجمہ اور تشریح کیجئے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ٥ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ٥

۴۔ "عصمتِ انبیاء" پر سورۃ الفتح کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔

۵۔ سورۃ الحجرات کی روشنی میں ثابت کیجئے کہ "خبر کی چھان بین نہ کرنا فساد کی جڑ ہے"۔

۶۔ سیرت فاروقی کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد خلافت کے کارہائے نمایاں بیان کیجئے۔

۷۔ حضرت عثمان رضؓ کی زندگی کے حالات مختصراً بیان کیجئے اور بتایئے کہ بحیثیت خلیفہ ان کا انتخاب کیسے عمل میں آیا؟ نیز ان کے کردار اور کارناموں پر تبصرہ کیجئے۔

۸۔ حضرت علیؓ کی زندگی کے مختصر حالات بیان کیجئے۔ نیز وہ حالات بتایئے جن میں آپ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اور ان کے کردار اور کارناموں پر روشنی ڈالیے۔

۹۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت پر تبصرہ کیجئے۔

اسلامک سٹڈیز
آپشنل

سالانہ ۱۹۷۱ء

وقت تین گھنٹے
کل نمبر ۱۰۰

ہر حصہ میں سے دو دو سوالات حل کیجئے۔

حصہ اوّل

۱۔ درج ذیل آیت قرآنی کا بامحاورہ اُردو ترجمہ کیجئے۔

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْىَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِىْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا

لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ○

۴۔ مندرجہ ذیل قرآنی آیات کا سلیس با محاورہ اردو میں ترجمہ کیجئے۔ (۴۰)

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

حصہ دوم

۳۔ سورہ الفتح میں "فتح مبین" سے کون سی فتح مراد ہے؟ اس کے تفصیلی حالات قلمبند کیجئے۔ ۱۵

۴۔ سورہ الفتح کی روشنی میں صحابہ کرام کے محامد و محاسن کا قدرے تفصیل سے تذکرہ کیجئے۔ ۱۵

۵۔ "سورۃ الحجرات میں جن آدابِ نبوتؐ کا ذکر ہے۔ ان پر آج بھی عمل ممکن ہے مگر صورت قدرے مختلف ہے" دلائل سے ثابت کیجئے۔ ۱۵

حصہ سوم

۶۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے عہد خلافتؓ میں پیش آمدہ مشکلات کا جس پامردی سے مقابلہ کیا قدرے تفصیل سے بیان کیجئے۔ ۱۵

۷۔ عہدِ فاروقی کے اصلاحی کارناموں کا قدرے مفصّل تذکرہ کیجئے۔ (۱۵)

۸۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات و اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیجئے۔ (۱۵)

۱۲۔ جنگ صفین اور تحکیم کے متعلق مستند تاریخی معلومات فراہم کیجئے۔ (۱۵)

۱۹۷۱ء سپلیمنٹری

اسلامک سٹڈیز (آپشنل) وقت تین گھنٹے کل نمبر ۱۰۰

ہر حصہ میں سے دو، دو سوالات حل کیجئے۔

حصہ اوّل

۲۔ درج ذیل قرآنی آیات کا سلیس با محاورہ ترجمہ درکار ہے۔

سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَکُمْ مِّنَ اللّٰهِ

شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرًا ۝ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلٰى أَهْلِيْهِمْ
أَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ۝

حسب ذیل قرآنی آیات کا بامحاورہ اردو ترجمہ لکھیے۔ ۴۰

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰىهُمَا
عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوْا
بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۭ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی کا بامحاورہ اردو ترجمہ مطلوب ہے۔ ۴۰

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْٓا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْٓا أَنْ تُصِيْبُوْا
قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ فِيْكُمْ
رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ
إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ
وَالْعِصْيَانَ ۭ أُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

حصہ دوم

سورۃ الفتح کی روشنی میں شانِ رسالت بیان کیجیے۔ ۱۵

سورہ الحجرات کی روشنی میں ایمان و اسلام کی تعریف لکھیے۔ نیز ان کا آپس کا فرق بھی واضح کیجیے۔ ۱۵

مندرجہ ذیل پر مفصل نوٹ لکھیے۔

الف۔ جنت کی نعمتیں ب۔ جہاد سے مستثنیٰ افراد ج۔ اسلامی معاشرت۔

حصہ سوم

حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمتِ قرآن پر مفصل شذرہ سپردِ قلم کیجیے۔

حضرت عمرؓ کے نظامِ سلطنت کا اجمالی خاکہ پیش کیجیے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب، واقعات اور نتائج پر سیر حاصل تبصرہ کیجیے۔

۱۲۔ حضرت علیؓ کی سیرت کے نمایاں خدوخال ضبطِ تحریر میں لائیے۔
اسلامی خدمات پر مفصل مضمون لکھیے۔

(نوٹ:۔ سوال نمبر ۱، ۵ نصاب کے خارج ہونے کی بنا پر حذف کر دیے

اسلامک سٹڈیز سالانہ ۱۹۷۲ء
(آپشنل)

وقت تین
کل نمبر

ہر حصہ میں سے صرف دو دو سوالات حل کیجئے۔

حصہ اوّل

۱۔ مندرجہ ذیل آیات کا سلیس اُردو میں ترجمہ کیجئے اور ان کے مطالب کی تشریح کیجئے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِ
وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِ
إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ط يَدُ اللَّهِ فَوْقَ
أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا
عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

۲۔ مندرجہ ذیل آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر بیان کیجئے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا
قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

۳۔ مندرجہ ذیل آیات کا قرآنی کا سلیس اردو ترجمہ اور مطالب بیان کیجئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

۴۔ مندرجہ ذیل آیات کا اُردو ترجمہ کیجئے نیز ان کا مطلب بھی واضح کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا

أَن تُصِيبُوا عَلَىٰ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝
وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ
الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ
فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ
أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ ۝

حصہ دوم

۵۔ سورہ الفتح کی روشنی میں آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و محاسن بیان کیجئے نیز بتائیے کہ ہم ان اوصاف سے کیا سبق حاصل کرتے ہیں۔

۶۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھئے۔ (الف) بیعت الرضوان (ب) سکینۃ

۷۔ سورۃ الحجرات کی روشنی میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آداب سکھائے گئے ہیں انہیں شرح و بسط سے لکھئے۔

۸۔ سورۃ الحجرات کی روشنی میں مندرجہ ذیل اجزا میں سے کسی دو پر نوٹ لکھئے۔

(الف) خبر فاسق (ب) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے بولنا (ج) تمسخر۔

حصہ سوم

۹۔ خلافت راشدہ سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کیجئے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کو خلافت سنبھالنے کے بعد کیا مشکلات پیش آئیں اور آپ نے ان پر کیسے قابو حاصل کیا۔

۱۱۔ حضرت عمر رض کی آئینی اور انتظامی اصلاحات بیان کیجئے۔

۱۲۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھئے۔

(الف) جنگ جمل اور اس کے نتائج

(ب) خوارج۔

پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب بی۔اے کے مطابق

تفہیم اسلامیات اختیاری

سورۃ الفتح والحجرات

تاریخ خلافتِ راشدہ ○ یونیورسٹی پرچہ جات

از

انتبار احمد السعید
ایم۔اے (علوم اسلامیہ) ایم۔اے (عربی) جے ڈی۔پی ای ایس I
شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور
پارٹ ٹائم لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی

و

علامہ محمد انوار الحسن ایم۔اے
سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لائل پور

مجید بک ڈپو
اردو بازار لاہور
بھوانہ بازار لائلپور